پارہ

تِلْكَ الرُّسُلُ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے اُن میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے بعض اُن میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوئے ہیں اور بعضوں کو اُن میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا

تِلْكَ	الرُّسُلُ	فَضَّلْنَا	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	مِنْهُمْ	مَّنْ	كَلَّمَ	اللّٰهُ	وَرَفَعَ	بَعْضَهُمْ	دَرَجٰتٍ
یہ	رسول (جمع)	ہم نے فضیلت دی	انکے بعض	پر	بعض	ان سے	جس	کلام کیا	اللہ	اور بلند کئے	ان کے بعض	درجے

انبیاء ورسل علیہم السلام میں بعض کو بعض پر فضیلت

گذشتہ آیات میں رسالت کا بیان تھا جب منکرین واضح دلائل اور شواہد کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم نہ کرتے تھے تو طبعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے یہاں تسلی کا مضمون ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی مختلف درجوں کے پیغمبر گذرے ہیں لیکن ایمان کا عام ہونا کسی بھی امت میں نہیں رہا کسی نے موافقت کی اور کسی نے انکار کیا چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ یعنی اگرچہ وصفِ نبوت و رسالت میں سب مشترک ہیں پھر بھی بعض کو بعض پر ایک خاص فضیلت دی ہے یعنی ہر رسول کو کسی خاص خصوصیت اور خاص فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے تاکہ ہر ایک کا فضل وکمال الگ الگ نظر آئے۔

الغرض یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی چنانچہ ان رسولوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوئی جیسے دنیا میں اُترنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو یا جیسے اس دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یا جیسے عالم بالا میں معراج شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اللہ تعالیٰ نے بلند کیا بعضوں کا درجہ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی ہوا۔ کوئی ایک قریہ یا گاؤں کا نبی ہوا۔ کوئی ایک شہر یا ملک کا نبی ہوا اور کوئی تمام جہان کے جن و انس کے لئے تا قیامت نبی ہوئے جیسے نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فضیلت کے بارے میں وضاحت

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی تمام انبیاء پر بدلائل نصوص ثابت ہے اور یہی عقیدہ رکھنا لازم ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایسا مبالغہ کہ جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کی کسی درجہ میں تنقیص یا توہین ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔ اور اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبروں کے درمیان تفضیل اور مفاضلہ نہ کرو۔ اس سے ایسی ہی تفضیل کی ممانعت مراد ہے کہ جو دوسرے نبی کی تنقیص اور تحقیر کا سبب ہو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہمیں امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور ایمان واسلام کے شرف سے نوازا۔

یا اللہ! ہم کو اس نعمت کا اہل بنادے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا سچا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اور ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے۔ اور ہم نے اُنکی تائید روح القدس سے فرمائی

وَاٰتَيْنَا	عِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ	وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ
اور ہم نے دی	عیسیٰ	مریم کا بیٹا	کھلی نشانیاں	اور اُنکی تائید کی ہم نے	روح القدس (جبرائیل) سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ واضح نشانیاں

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی نبوت و رسالت کی صریح اور واضح نشانیاں اور کھلے ہوئے معجزات عطا فرمائے جیسے مادر زاد نابینا کو اچھا کرنا۔ مردہ کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھ اور برص کے بیمار کو شفایاب کرنا وغیرہ اور فقط یہی نہیں بلکہ ایک امتیازی شان اور ان کو عطا فرمائی اور وہ یہ کہ روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی تائید و تقویت اور امداد کے لئے مامور فرمایا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جاتے حضرت جبرئیل علیہ السلام اُن کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اور یہود سے اُن کی حفاظت فرماتے۔ اسی طرح تمام انبیاء والمرسلین نے بحکم الٰہی دُنیا میں ہدایت پھیلائی۔ شر و فساد کا استیصال کیا۔ اور اشاعت توحید میں جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ اور معجزات دکھا کر لوگوں کو راہ ہدایت اور راہ توحید پر لائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

(وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ) اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے کھلے ہوئے معجزات عطا کئے۔ حضرت عیسیٰ نے پالنے کے اندر ہی لوگوں سے باتیں کیں آپ مادر زاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ آپ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے (اللہ کے حکم سے) اور آسمان سے آپ پر خوان اتارا گیا تھا۔ (وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ) قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں اس سے مراد فرشتہ اعظم حضرت جبرائیل ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے آیت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے تمام فضائل اور کمالات کے باوجود بہر حال انسان ہی تھے اور وہ انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت اور مدد کے محتاج تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی حفاظت اور اُن کی تقویت کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی شکل میں ایک دوسری مخلوق جو کہ لطیف ہے اور عام طور پر نظر نہ آنے والی ہے وہ مقرر کر دی۔

خصوصیت کیساتھ حضرت عیسیٰ کے ذکر کی وجہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہودی حد سے زیادہ آپ کی توہین کرتے تھے اور عیسائی آپ کی تعظیم میں بہت آگے بڑھ چکے تھے (نعوذ باللہ خدا کا بیٹا کہنے لگے تھے) (تفسیر مظہری)

دُعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہمیں امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور ایمان و اسلام کے شرف سے ہمیں نوازا یا اللہ ہمیں اس نعمت کی صحیح طور پر قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ! ہمیں ان تمام خصائل سے بچالیں جو یہود اور نصاریٰ نے آپ کے نبیوں کے ساتھ کئے اور مستحق غضب بنے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا جو لوگ ان کے بعد ہوئے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل پہنچ چکے تھے لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا

وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	مَا	اقْتَتَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْ بَعْدِ	هِمْ	مِنْ بَعْدِ	مَا جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	وَلٰكِنِ	اخْتَلَفُوْا
اور اگر	چاہتا اللہ	نہ	باہم لڑتے	وہ جو	بعد	ان	بعد سے	جو (جب) آ گئی ان کے پاس	کھلی نشانیاں	اور لیکن	انہوں نے اختلاف کیا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

سو ان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ آپس میں قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں

فَمِنْهُمْ	مَّنْ	اٰمَنَ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	كَفَرَ	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	مَا اقْتَتَلُوْا	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَفْعَلُ	مَا يُرِيْدُ
پھر ان سے	جو کوئی	ایمان لایا	اور ان سے	کوئی	کفر کیا	اور اگر	چاہتا اللہ	وہ باہم نہ لڑتے	اور لیکن	اللہ	کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

اللہ چاہتا تو سب ایک ہی دین پر ہوتے

اگر اللہ کو منظور ہوتا تو اُمت کے جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد ہوئے کبھی دین میں اختلاف کر کے باہم قتل و قتال نہ کرتے اور سب اپنے نبی کی تعلیم پر قائم رہتے کیونکہ نبی کے ذریعہ سے امر حق کے دلائل واضحہ ان کو مل ہی گئے تھے اور تعلیم رسول کی صداقت میں کوئی شبہ بھی نہ رہا تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو بعض حکمتیں منظور تھیں اس لئے وہ لوگ باہم دین میں مختلف ہوئے سو اُن میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا پھر اس اختلاف سے نوبت لڑائی جھگڑے اور قتل و قتال کی ہوئی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ کوئی اُن کے فعل میں دخل نہیں دے سکتا وہ حکیم مطلق اور حاکم مطلق ہیں کسی کو یہ مجال نہیں کہ یہ کہہ سکے کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا؟

جس نے نورِ الٰہی پالیا وہ ہدایت والا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس نے وہ نور پالیا ہدایت یاب ہوگیا اور جو نور کو نہ پا سکا وہ گمراہ ہوگیا اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ علم الٰہی کے مطابق قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا۔ (احمد و ترمذی)

تقدیر کی حقیقت تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہے

تقدیر پر ایمان ضروری ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس تک انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے تقدیر کے بارے میں بحث و مباحثہ سے منع کیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جس نے تقدیر کے معاملہ میں کچھ گفتگو کی اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی اور اگر کچھ نہ کہا تو سوال نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ نے اپنی رحمت سے ہمیں کفر و شرک سے بچایا پس ہم کو مرتے دم تک ہر طرح کی کجی و گمراہی سے بچائیں اور ہمیں تقدیر پر کامل ایمان سے نوازیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ

اے ایمان والو! خرچ کرلو اُن چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ تو خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور

یٰٓاَیُّهَا	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اَنْفِقُوْا	مِمَّا	رَزَقْنٰكُمْ	مِنْ قَبْلِ	اَنْ	یَّاْتِیَ	یَوْمٌ	لَّا بَیْعٌ	فِیْهِ	وَلَا خُلَّةٌ
اے	وہ جو ایمان لائے ہو	تم خرچ کرو	اس سے + جو	ہم نے دیا تمہیں	سے + پہلے	کہ	آ جائے	وہ دن	نہ خرید وفروخت	اس میں	اور نہ دوستی

لَا شَفَاعَةٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾	وَلَا شَفَاعَةٌ	وَالْكٰفِرُوْنَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ
نہ کوئی سفارش ہوگی اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں۔	اور نہ سفارش	اور کافر (جمع)	وہی	ظالم (جمع)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب

اس سے پہلے جہاد کی تائید اور تقویت کے لئے طالوت اور جالوت کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا جس میں مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دی گئی اور جہاد کے لئے ہتھیار، آلات اور سامانِ جنگ چاہیے جس کے لئے مال وزر کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اور مومنین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو! نیکی کمانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع اس دنیا ہی میں ہے۔ دنیا میں کی ہوئی نیکی اور اس دنیا میں دی ہوئی خیر خیرات وصدقات ہی آخرت میں کام آئیں گے آخرت میں نہ تو تجارتی کاروبار ہوگا کہ عذاب سے بچنے کے لئے نیکی خریدی جاسکے یا کچھ مال وفدیہ دے کر بدی کی سزا سے بچ سکے۔ اس روز اگر ایک گناہ کے بدلے میں انسان تمام روئے زمین کے خزانوں کو دینا چاہے گا تو قبول نہ ہوگا اور نہ کسی کی دوستی یا مروت کے کام آئے گی اور نہ کسی کی کوئی بغیر حکم الٰہی سفارش کر سکے گا۔ دنیا میں تو انسان کچھ لے دے کر یا دوستی آشنائی سے یا سفارش سے کام نکال لیتا ہے لیکن قیامت کے دن یہ تینوں راستے بند ہوں گے اور چوتھی صورت تو ناممکن ہی ہے کہ کوئی زبردستی عذاب الٰہی سے اپنے کو بچا لے۔ صاحب بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ یہاں ''الکافرون'' سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا گیا۔

الغرض یہاں آیت میں مسلمانوں کو زندگی میں نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ جو نیکی اور عمل خیر کرنا ہے سو اس زندگی میں کرلو۔ آخرت میں کوئی چیز اعمالِ خیر کا بدل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء۔

متقین کی دوستی آخرت میں کام آئے گی

آیت سے مطلق دوستی اور سفارش یعنی شفاعت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ جس دوستی اور سفارش کی یہاں نفی کی جا رہی ہے وہ خاص ہے کفار اور مشرکین کے لئے۔ کیونکہ اہل ایمان کی اہل اللہ اور متقین سے دوستی آخرت میں قائم رہے گی اور کام آئے گی۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے راستہ میں خرچ ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر باعث اجر وثواب آخرت بنائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ	اَللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں	اللہ	نہیں معبود	سوائے اسکے

آیت الکرسی کی فضیلت

یہ آیت مبارکہ جس کا لقب آیت الکرسی اور جس کو حدیث میں اعظم آیت کتاب اللہ فرمایا ہے اس میں حق تعالیٰ اپنی توحید ذاتی و کمالات صفاتی اور اپنی عظمت شان اور تقدس و جمال ذکر فرماتے ہیں اور اپنی توحید پر متعدد عقلی دلائل بیان فرماتے ہیں۔ درس نمبر ۸ تک اسی آیۃ الکرسی ہے کہ مختلف حصوں کی وضاحت ہے۔

ایک روایت میں حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی کے اس منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں جانے سے نہیں روکتی اور جو شخص آیت الکرسی کو سوتے وقت پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے اور اسکے پڑوسی کے اور جتنے مکانات اس مکان کے گرد ہوں سب کو امن میں رکھتا ہے (مشکوٰۃ۔ بیہقی)

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو تمام آیات قرآن کی سردار ہے۔ وہ آیت الکرسی ہے۔ جس گھر میں پڑھی جاتی ہے شیطان اُس سے نکل جاتا ہے۔

الغرض اس آیت مبارکہ کی فضیلت کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ یہ ہر مسلمان اور ہر نمازی کو خصوصاً یاد ہونا چاہئے۔

اس آیت مبارکہ میں دس جملہ ہیں۔ اس آیت کی اہمیت و فضیلت کے مدنظر ہر ہر جملہ کی تشریح وتفسیر علیحدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

پہلا جملہ ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ جملہ وہی مطلب اور معنی رکھتا ہے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے مطلب و معانی ہیں یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔

کیونکہ وہی ہم سب کا خالق و مالک ہے۔ وہی پالنے والا اور روزی دینے والا ہے۔ وہی مارنے والا اور جلانے والا ہے۔ بیماری اور تندرستی' امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ نفع اور نقصان صرف اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس کے سوا زمین و آسمان میں جو ہستیاں ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا فرشتے سب اسی کے بندے اور اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اسی کی خدائی میں کوئی اس کا شریک و ساتھی نہیں ہے اور نہ اس کے حکموں میں الٹ پلٹ کا کسی کو اختیار ہے نہ اسکے کاموں میں کسی کو دخل دینے کی مجال ہے۔ مشکلوں اور مصیبتوں اور اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے التجا اور دعا کی جائے اور جب وہی حقیقی مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے تو ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کو مانا جائے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اپنی ذات وصفات کی صحیح معرفت عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ
زندہ ہے سنبھالنے والا ہے۔نہ اس کو اُونگھ آ سکتی ہے اور نہ نیند

وَّلَا نَوْمٌ	سِنَةٌ	لَا تَاْخُذُهٗ	الْقَیُّوْمُ	اَلْحَیُّ
اور نہ نیند	اُونگھ	نہ اُسے آتی ہے	تھامنے والا	زندہ

اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ باقی رہنے والی ذات

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لفظ حَیٌّ کے معنی عربی زبان میں زندہ کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ناموں سے یہ لفظ لا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ غیر فانی اور باقی رہنے والا ہے۔موت سے بالاتر ہے کہ اُس کو موت کبھی نہیں آ سکتی۔یعنی زندگی کی صفت اس کی ذاتی صفت ہے۔نہ کبھی موت اُس پر پہلے طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔لفظ قَیُّوْم کے معنی ہیں تھامنے والا۔سنبھالنے والا یعنی ایسی ہستی جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے قیام اور بقا کا سبب بھی ہے اور تمام کائنات کے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے۔ قَیُّوْم حق تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔جس میں کوئی دوسری مخلوق شریک نہیں۔

مسئلہ: کسی انسان کو قیوم کہنا جائز نہیں۔جس کا نام عبدالقیوم ہو اُن کو پورا نام لے کر بلانا اور پکارنا چاہیے۔محض قیوم کہہ کر پکارنا جائز نہیں۔اور اس طرح کہنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

اسمِ اعظم

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ صفاتی میں حَیُّ و قَیُّوْم کا مجموعہ بہت سے اکابر سلف صالحین کے نزدیک اسم اعظم ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میں نے ایک وقت یہ چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔پہنچا اور دیکھا کہ آپ سجدہ میں ہیں اور بار بار یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم۔یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم کہہ رہے ہیں۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب باذن خداوندی مردہ کو زندہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم پڑھ کر دُعا کرتے اور مردہ سے کہتے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ مردہ اسی وقت زندہ ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ اونگھ اور نیند سے بری و بالا ہے

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ نہ اُس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند یعنی اللہ جل شانہٗ اُونگھ اور نیند سب سے بری و بالا ہے۔اُونگھ اور نیند سے حیات میں نقصان آتا ہے اس لئے کہ نیند موت کی بہن ہے اور خدا تعالیٰ موت کے شائبہ سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

آیت کے اس حصے میں صنعت تشبیہ کا اظہار ہے جس سے تشبیہ مخلوق سے مشابہت کی نفی ہو رہی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کے حی قیوم ہونے کی یہ تائید ہے جس کو نیند یا اونگھ آتی ہے اس کا (بیرونی) نظام زندگی درست نہیں رہتا وہ اشیاء کی حفاظت اور نگہداشت سے (نیند کے اوقات میں) قاصر ہو جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اس عظیم آیت کے ورد کی دائمی توفیق عطا فرما اور اسکی برکات نصیب فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون ہے جو اس کے پاس سفارش کرسکے بدون اس کی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے ان موجودات کے

لَهٗ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	مَنْ ذَا	الَّذِيْ	يَشْفَعُ	عِنْدَهٗٓ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ	يَعْلَمُ	مَا
اسی کا	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	کون + جو	وہ جو	سفارش کرے	اس کے پاس	مگر (بغیر)	اسکی اجازت سے	وہ جانتا ہے	جو

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ	
تمام حاضر و غائب حالات کو	ان کے سامنے	اور جو	ان کے پیچھے	

سب کچھ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین اور ان کی تمام کائنات کا وہی موجد ہے سب اسی کے تابع اور مملوک ہیں اور اسی کے غلبہ قدرت کے زیر حکومت ہیں وہ مالک ومختار ہے جس طرح چاہے ان میں تصرف فرمائے۔ زمین وآسمان کی حقیقت کا جن اجزاء سے قوام ہوا ہے یا وہ اشیاء جو آسمان وزمین کے قوامی اجزاء تو نہیں ہیں مگر ان کے اندر موجود ہیں سب کے سب اللہ ہی کے ہیں۔

اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے یعنی وہ مختار کار ہے مالک الملک ہے قہار مطلق اور واحد قدوس ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے سامنے اُسکی اجازت کے بغیر گنہگاروں یا مجرموں کی نجات کے لئے سفارش اور شفاعت کرے اگر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے ایسا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے آگے پیچھے کے تمام حالات و واقعات سے واقف و باخبر ہیں۔ آگے اور پیچھے کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے اور پیدا ہونے کے بعد تمام حالات و واقعات حق تعالیٰ کے علم میں ہیں اور یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ آگے سے مراد وہ حالات ہیں جو انسان کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور پیچھے سے مراد اس سے مخفی واقعات و حالات ہوں تو یہ معنی ہونگے کہ انسان کا علم تو بعض چیزوں پر ہے اور بعض پر نہیں۔ کچھ چیزیں اسکے سامنے کھلی ہوئی ہیں کچھ چھپی ہوئی۔ مگر اللہ جل شانہٗ کے سامنے یہ سب چیزیں برابر ہیں اس کا علم ان سب چیزوں کو یکساں محیط ہے اور ان دونوں مفہوموں میں کوئی تعارض نہیں۔ آیت کی وسعت میں یہ دونوں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان موجودات کے تمام حاضر و غائب۔ گذشتہ اور آئندہ۔ آگے اور پیچھے کے حالات و واقعات یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماضی۔ حال۔ اور استقبال سب برابر ہیں۔ اُس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں علم کے ساتھ عمل کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا

اور وہ موجودات اسکے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لاسکتے مگر جس قدر وہی چاہے۔ اُس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر سما رکھا ہے اور

وَلَا	يُحِيْطُوْنَ	بِشَيْءٍ	مِّنْ	عِلْمِهٖٓ	اِلَّا	بِمَا شَآءَ	وَسِعَ	كُرْسِيُّهُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	وَلَا
اور نہیں	وہ احاطہ کرتے ہیں	کسی چیز کا	سے	اس کا علم	مگر	جتنا وہ چاہے	سما لیا	اس کی کرسی	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور نہیں

يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گذرتی اور وہ عالیشان عظیم الشان ہے

يَئُوْدُهٗ	حِفْظُهُمَا	وَهُوَ	الْعَلِيُّ	الْعَظِيْمُ	
تھکاتی اس کو	ان کی حفاظت	اور وہ	بلند مرتبہ	عظمت والا	

مخلوق کا علم بھی اسی کا عطا کردہ ہے

انسان اور تمام مخلوقات اللہ کے علم کے کسی حصہ کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ ہی خود جس کو جتنا علم عطا کرنا چاہیں صرف اتنا ہی اس کو علم ہوسکتا ہے۔ گویا اس جملہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم محیط صرف اللہ جل شانہٗ کی خصوصی صفت ہے۔ کوئی دوسری مخلوق اس میں شریک نہیں اور جس طرح مخلوقات کا وجود عطیۂ خداوندی ہے اسی طرح مخلوقات کا علم بھی عطیہ خداوندی ہے۔ بندے صرف اتنی مقدار جان سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ چاہے۔

کرسی کا معنی وتفسیر

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کرسی کی تفسیر اور معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کرسی سے مراد علم ہے یعنی اس کا علم تمام آسمانوں اور زمینوں کا انتظام درست رکھے ہوئے ہے۔ بعض مفسرین نے کرسی کے معنی قدرت و عظمت بیان کئے ہیں۔ یعنی اسکی قدرت کاملہ اور عظمتِ باہرہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا انتظام درست رکھے ہوئے ہیں۔ بعض نے ظاہری معنی مراد لئے ہیں اور لکھا ہے کہ کرسی ایک جسم ہے عرش سے چھوٹا اور آسمان سے بڑا۔

علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ تو نشست و برخاست سے پاک ہے اس لئے کرسی اور تخت پر بیٹھنے سے مبرا اور بالاتر ہے۔ یہ الفاظ بطور استعارات اس کی ذاتِ مقدسہ کے لئے قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں ان پر بلا تفتیش کیفیت اور بغیر حقیقت جانے ہوئے ہی ایمان رکھنا ضروری ہے۔

حفاظت اور نظاموں کا چلانا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا اللہ تعالیٰ کو ان دونوں یعنی آسمانوں اور زمین کی حفاظت اور ان کے نظم و نسق کو قائم رکھنا کچھ دشوار نہیں بلکہ آسان ہے۔ گویا اس جملہ میں یہ بتلایا گیا کہ حق تعالیٰ کی صفت قدرت اور قیومیت کسی ضعف و نقصان اور کمزوری سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عظیم الشان

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ اور وہ عالیشان ہے عظیم الشان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے۔ یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت حکومت اور غلبہ کے لحاظ سے بہت رفیع الشان ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنی صفاتِ کاملہ کا وہ استحضار اور عظمت ہمیں نصیب فرما کہ جو ہم کو آپ کی پوری اطاعتِ کاملہ نصیب ہو اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب ہو۔ آمین وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

دین میں زبردستی نہیں۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ	فِى	الدِّيْنِ	قَدْ تَّبَيَّنَ	الرُّشْدُ	مِنَ	الْغَيِّ	
نہیں زبردستی	میں	دین	بیشک جدا ہوگئی	ہدایت	سے	گمراہی	

شانِ نزول

شانِ نزول یہ ہے کہ ایک انصاری تھے جو خود تو مسلمان ہو گئے تھے۔ اُن کے دولڑکے عیسائی تھے۔ اُنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریہ مسلمان کرنے کی اجازت نہ دی۔ شانِ نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسلام سے پہلے مدینہ کی مشرک عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود کے سپرد کر دیں گے کیونکہ اسلام سے پہلے مدینہ میں یہود اہل کتاب سمجھے جاتے تھے اور بت پرست مشرکین ان کے مذہب کو بہتر سمجھتے تھے اس طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے جب مدینہ میں اسلام آیا اور یہ لوگ مسلمان ہو کر انصار مدینہ بنے تو بعض انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نے اپنی اولاد کو یہودی مذہب پر پہلے اس واسطے کر دیا تھا کہ یہودی مذہب ہمارے مذہب سے بہتر تھا۔ ہم بت پرست تھے وہ اہل کتاب تھے اب جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو دین اسلام عطا فرما دیا تو اب ہم اپنی اولاد کو مسلمان ہونے پر مجبور کریں گے۔ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی مسلمان نہ کرو۔

دین میں زبردستی نہیں

حق تعالیٰ اگر کفار کو ایمان کے لئے مجبور کرتے تو وہ ایسا بھی کر سکتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ کو اُن پر پوری قدرت ہے۔ وہ سب کے خالق ورازق ومالک ہیں مگر چونکہ یہ جبر حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اور ایسا کرنے سے مصلحت ابتلاء وآزمائش فوت ہو جاتی اس لئے کفار کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ بلکہ صاف اعلان فرما دیا گیا کہ ہماری طرف سے دین حق کی قبولیت میں کوئی جبر نہیں۔ بلکہ ہر ایک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار کو ایمان لانے کے لئے کام میں لا کر توحید ورسالت کو قبول کرے یا اپنے اختیار کو کفر وشرک کے لئے استعمال کرے کیونکہ ہدایت گمراہی سے بالکل ممتاز ہو کر ظاہر کر دی گئی ہے اور اس لئے کسی جبر کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اپنے اختیار سے گمراہی اختیار کرے گا تو خود اپنے کو برباد کرے گا۔ اور جب وہ خود دیدہ و دانستہ اپنے کو تباہی میں ڈال رہا ہے تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اُسے مجبور کرے کہ تو ایسا نہ کر۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے احکام کی عظمت عطا فرما اور اس دین اسلام کو جب ہم نے خوشی سے قبول کیا ہے تو اس کے احکام پر خوشی سے عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو تو اس نے تھام لیا بڑا مضبوط حلقہ جس کو کسی طرح شکستگی نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب جاننے والے ہیں

فَمَنْ	یَّكْفُرْ	بِالطَّاغُوْتِ	وَیُؤْمِنْ	بِاللّٰهِ	فَقَدِ	اسْتَمْسَكَ	بِالْعُرْوَةِ	الْوُثْقٰى	لَا انْفِصَامَ	لَهَا	وَاللّٰهُ	سَمِیْعٌ	عَلِیْمٌ
پس جو	نہ مانے	گمراہ کرنے والے کو	اور ایمان لائے	اللہ پر	پس تحقیق	اس نے تھام لیا	حلقہ کو	مضبوطی	ٹوٹنا نہیں	اس کو	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا

مضبوط حلقہ

دین اسلام کے قبول کرنے میں زبردستی کا فی نفسہ کوئی موقع نہیں کیونکہ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ جب اسلام ایسی چیز ہے کہ جس کی خوبی یقیناً ثابت ہے تو پھر جبر و زبردستی کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ خود بخود اپنی سوچ و بچار کے نتیجہ میں مسلمان ہونگے اور شیطان اور اس کے نمائندوں سے بدظن ہوتے رہیں گے۔ سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو یعنی اسلام قبول کرلے آگے ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے۔ کہ اُس ایمان والے نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اقوال ظاہری کے اور خوب جاننے والے ہیں احوال باطنی کے سو اگر کوئی صرف زبان سے اسلام لے آوے گا اور دل میں کفر رکھے گا تو یہ اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا۔ اس لئے جو اسلام قبول کرے صدق دل سے قبول کرے۔

یہاں آیت میں اسلام کو مضبوطی سے پکڑنے والے کی مثال اور تشبیہ ایسے شخص سے دی گئی ہے جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں مضبوط تھام کر گرنے اور ہلاک ہونے سے مامون رہتا ہے۔ اسی طرح اسلام کو مضبوط پکڑنے والا ہلاکت وخسران آخرت سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جس طرح ایسی رسی کے ٹوٹ کر گرنے سے خطرہ نہیں اسی طرح اسلام میں کسی قسم کی ہلاکت وخسران نہیں ہے۔ ہاں کوئی رسی ہی چھوڑ دے تو پھر ہر وقت ہی گرنے کا خطرہ ہے یعنی اسلام ہی کو چھوڑ دے تو پھر ہلاکت اور خسران ہی ہے۔

اسلام کے قبول کرنے میں آزادی ہے لیکن قبولیت کے بعد آزادی نہیں

جب ایک بار اپنے اختیار اور رضا ورغبت سے اسلام کو قبول کرلیا تو اب اسلام کے تمام حکموں کو ماننا ہوگا۔ اب آزادی اور اختیار کا سوال باقی نہیں رہتا۔ آزادی صرف دین کے قبول کرنے یا قبول نہ کرنے تک تھی۔ لیکن قبول کرنے کے بعد عمل میں آزادی نہیں۔ دیکھئے سرکاری ملازمت ہر ایک پر قبول کرنا اگرچہ ضروری اور لازمی نہیں لیکن جب ملازمت قبول کرلی تو پھر جملہ قوانین ملازمت کی پابندی لازمی اور ضروری ہو جاتی ہے۔ ورنہ مجرم ہوگا۔

خلاصہ: دین میں جبر و اکراہ نہیں کہ زبردستی اسلام قبول کرایا جائے کیونکہ حق و باطل اور ہدایت و گمراہی میں واضح امتیاز کر دیا گیا ہے۔ اب آگے ہدایت اور گمراہی کے نتیجہ کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ کافر جو گمراہی کو اختیار کرنے والا ہے۔ اُس کی مذمت فرمائی گئی ہے اور مومن جو ہدایت کا قبول کرنے والا ہے اس کی تعریف فرمائی گئی ہے۔

دُعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام اور ایمان سے نوازا اور کفر و شرک کی گمراہیوں سے بچایا۔ یا اللہ! ہمیں اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق عطا فرما اور اسلام و ایمان کی برکت سے دونوں جہان میں خسران و ناکامی سے بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ

اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے۔ اُن کو تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور کی طرف لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے ساتھی شیاطین ہیں

اَللّٰهُ	وَلِيُّ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	يُخْرِجُهُمْ	مِّنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ	وَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ	الطَّاغُوْتُ
اللہ	مددگار	جو لوگ ایمان لائے	وہ انہیں نکالتا ہے	سے	اندھیروں (جمع)	طرف	روشنی	اور	جو لوگ کافر ہوئے	ان کے ساتھی	گمراہ کرنے والے

يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

وہ اُن کو نور سے نکال کر یا بچا کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ یہ لوگ اُس میں ہمیشہ کو رہیں گے

	يُخْرِجُوْنَهُمْ	مِّنَ	النُّوْرِ	اِلَى	الظُّلُمٰتِ	اُولٰۗىِٕكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	وہ انہیں نکالتے ہیں	سے	روشنی	طرف	اندھیرے (جمع)	یہی لوگ	دوزخی	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	

ایمان اور کفر کے نتائج

اس آیت میں صاحبِ ایمان کی خوبی اور کافر کی برائی کا تذکرہ ہے۔

جو لوگ حق کے طالب ہوں اللہ کی طرف انابت کریں اور توحید و رسالت پر ایمان لے آئیں اللہ تعالیٰ اُن کی دستگیری فرماتا ہے۔ اُن کی مدد کرتا ہے اور اُنہیں کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی اُلجھنوں سے نکال کر اُن کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور اور دولتِ یقین سے مالا مال کر دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اور اپنے اختیار سے کفر کا راستہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر شیطانوں کو مسلط کر دیتا ہے جو اُن کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے دل کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی ظلمات سے بالکل ڈھک جاتے ہیں اور ان سے فطری نور چھین لیا جاتا ہے اور اُن کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ نتیجہ جس کا یہ ہوتا ہے کہ جنہوں نے عمداً اور اختیاراً کفر قبول کیا وہ جہنمی بنے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ جس سے انکو کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

حق ایک ہے اور باطل کے روپ کئی ہیں:

یہاں آیت میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ لفظ نور تو صیغۂ واحد میں لائے ہیں اور ظلمات کو جمع کے صیغہ میں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نورِ حق یعنی اسلام اور ایمان کا سچا راستہ ایک ہی ہے۔ اور کفر و شرک کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں اور ان سب کے لئے اصحاب النار یعنی جہنمی ہونا فرمایا گیا اور ساتھ ہی هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ بھی بتلایا گیا یعنی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کبھی وہاں سے نکلنے کے قابل نہ ہوسکے۔

دُعاء کیجئے

یااللہ! آپ ہمارے رفیق۔ ولی اور کارساز ہو جایئے اور شیاطین کی رفاقت سے ہم کو دور رکھئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ

کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے بارے میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اسکو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا پروردگار

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِىْ	حَآجَّ	اِبْرٰهٖمَ	فِىْ	رَبِّهٖۤ	اَنْ	اٰتٰىهُ	اللّٰهُ	الْمُلْكَ	اِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّىَ	الَّذِىْ
کیا نہیں دیکھا آپ نے	طرف	وہ شخص جو	جھگڑا کیا	ابراہیم	بارے (میں)	اس کا رب	کہ	اسے دی	اللہ	بادشاہت	جب	کہا	ابراہیم	میرا رب	جو کہ

يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ	يُحْىٖ	وَيُمِيْتُ	قَالَ	اَنَا	اُحْىٖ	وَاُمِيْتُ
ایسا ہے کہ وہ جلاتا اور مارتا ہے۔ کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں۔	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے	اس نے کہا	میں	زندہ کرتا ہوں	اور میں مارتا ہوں

سابقہ آیت سے ربط

سابقہ آیت میں جو قانون بیان ہوئے: ایک ایمان والوں سے متعلق اور دوسرا کفار و مشرکین سے متعلق تو اسی مضمون کی تائید اور ثبوت میں آگے تین قصہ بیان فرمائے گئے ہیں کہ ضدی اور معاند آدمی کو وضوحِ حق کے باوجود قبولِ حق کی توفیق نہیں ہوتی جیسا کہ نمرود کے قصے میں ہوا جو ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہِ وقت تھا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف انابت کرتے ہیں۔ حق وصداقت پر یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کس طرح اُنکی دستگیری فرماتے ہیں اور ان کے اطمینانِ قلبی کا سامان مہیا فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات ہوئے۔

نمرود بادشاہ کا حضرت ابراہیمؑ سے ناحق کا جھگڑا

جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں اس آیت میں جس بادشاہ صاحبِ ملک وسلطنت کا ذکر ہے اس سے مراد نمرود ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے توحید خداوندی کے بارے میں جھگڑا اور مباحثہ کیا تھا جو اس زمانہ کا بڑا جابر و ظالم سرکش بادشاہ تھا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا تھا اور لوگوں سے اپنے کو سجدہ کراتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود کو توحید کی دعوت دی اور اس کے سامنے آئے تو اسے سجدہ نہ کیا تو نمرود نے مباحثہ شروع کر دیا۔

نمرود نے دریافت کیا کہ اور لوگوں کی طرح تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ نمرود نے کہا کہ رب تو میں ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا۔ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی دو صفات کا ذکر کیا جو بالکل واضح تھیں اور جن کا روزمرہ کی زندگی میں نمرود بھی مشاہدہ کرتا تھا یعنی موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے زندگی ختم کر کے موت دے دیتا ہے۔

نمرود کی کج فہمی

اس پر ضدی ملعون نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کا غلط مفہوم میں لیا اور کہا کہ میں جس کو چاہوں مارتا ہوں اور جس کو چاہوں زندہ رہنے دیتا ہوں اور اس کے ثبوت میں اُس نے جیل خانہ سے دو قیدی منگوائے۔ بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں نے جس کو چاہا مار دیا اور جس کو چاہا زندہ رہنے دیا۔

دُعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان اور حق پر قائم رکھیں اور ہر حال میں یا اللہ آپ کی توفیق و ہدایت اور نصرت و حمایت ہمارے شامل حال ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا

قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَاْتِيْ	بِالشَّمْسِ	مِنَ	الْمَشْرِقِ	فَاْتِ بِهَا	مِنَ	الْمَغْرِبِ	فَبُهِتَ
کہا	ابراہیم	بیشک	اللہ	لاتا ہے	سورج کو	سے	مشرق	پس تو اسے لے آ	سے	مغرب	تو وہ حیران رہ گیا

الَّذِيْ كَفَرَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

وہ کافر۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے

الَّذِيْ كَفَرَ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ
جس نے کفر کیا (کافر)	اور اللہ	نہیں ہدایت دیتا	ناانصاف لوگ

مناظرہ میں نمرود کالاجواب ہونا

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ نمرود ضد اور ڈھٹائی پر تلا ہوا ہے اس لئے آپ نے فوراً ایک ایسی دلیل پیش کردی جس کے سامنے نمرود بالکل بے بس ہو گیا اور اس کی ڈھٹائی کی بھی پیش نہ چل سکی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید خداوندی کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کردی کہ اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے روز نکالتا ہے تو اگر خدائی کا دعویدار ہے تو مغرب کی طرف سے سورج کو نکال لا۔ اس پر وہ نمرود کافر حیرت زدہ رہ گیا اور اُس سے اس دلیل کا کوئی جواب بن نہ آیا اور اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ مگر لاجواب ہو کر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کو قبول نہ کیا اور عناد سے کام لیا اور ایمان نہ لایا۔ انجام کار مچھر کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔

انجام نمرود

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک مچھر نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اُس کا دماغ چاٹتا رہا اور ایسے سخت عذاب اور تکلیف میں مبتلا رہا کہ اس زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا تھا۔ ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا۔ یونہی تڑپ تڑپ کر ہلاک ہوا اور اپنے انجام بد کو پہنچا۔

نمرود کے واقعہ سے قانون الٰہی کی تفہیم

اس واقعہ کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیت کے مضمون کو ثابت فرمایا اس طرح کہ:

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نور ہدایت عطا ہوا اور نمرود گمراہی میں پھنسا۔

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم و جابر بادشاہ کے مقابلہ میں مدد فرمائی۔

۳- کفار کے ساتھی شیاطین ہیں جو کفر و شرک کی جہالت و ضلالت کو مزین کر کے اُنہیں ایمان و توحید سے روکتے ہیں اور نور حق سے ہٹا کر تاحق کی اندھیریوں میں جھونک دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور یا اللہ باطل کے مقابلہ کے لئے ہمیں قوت و استطاعت فرمایئے۔
یا اللہ! ہم کو تبلیغ حق کی قوت و جرأت عطا فرما اور اپنے نور ہدایت سے ہمارے قلوب کو مزین و منور فرما۔
اے اللہ! تو اس ملک پاکستان کو ظالم اور جابر حکمرانوں سے نجات عطا فرما۔ اور ہمارے علمائے حق کو صحیح دین حق کی تبلیغ کی توفیق عطا فرما۔
یا اللہ! تو اس ملک کے عوام کو بھی دین حق سے محبت عطا فرما اور بے دینوں سے مقابلہ کے لئے دلیری اور جرأت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ
یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسا ایک شخص تھے کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں ان کا گذر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔

اَوْ	كَالَّذِىْ	مَرَّ	عَلٰى	قَرْيَةٍ	وَّهِىَ	خَاوِيَةٌ	عَلٰى عُرُوْشِهَا	قَالَ	اَنّٰى	يُحْىٖ	هٰذِهِ	اللّٰهُ	بَعْدَ	مَوْتِهَا
یا	اس شخص کے مانند جو	گزرا	پر سے	ایک بستی	اور وہ	گر پڑی تھی	اپنی چھتوں پر	اس نے کہا	کیونکر	زندہ کریگا	اس	اللہ	بعد	اس کا مرنا

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ	فَاَمَاتَهُ	اللّٰهُ	مِائَةَ	عَامٍ	ثُمَّ	بَعَثَهٗ	
سو اللہ تعالیٰ نے اُن کو سو برس تک مردہ رکھا پھر ان کو زندہ کر اُٹھایا	تو اس کو مردہ رکھا	اللہ	ایک سو	سال	پھر	اسے اٹھایا	

اللہ تعالیٰ کا مومنوں کی دستگیری فرمانا

سابقہ مضمون میں بیان کیا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے۔ اُن کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور اور دولتِ یقین سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے ایمان کی توفیق چھین لیتے ہیں اور شیاطین کو ان پر مسلط کر دیتے ہیں اور اُن کے دل ظلمت کی سیاہی سے ڈھک جاتے ہیں۔ اسی مضمون کی تائید و اثبات کے لئے دوسرا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

عزیر علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیلات

بنی اسرائیل پر بخت نصر کا تسلط

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً چھ سو سال قبل بنی اسرائیل کی مذہبی اور دینی حالت بڑی ابتر ہوگئی تھی۔ وہ طرح طرح کے فسق و فجور اور کفریہ و شرکیہ اعمال میں مبتلا ہو گئے تھے اور پیغمبر وقت کے نصیحت کرنے اور سمجھانے پر اللہ کے نبی کو قتل کر ڈالا تھا تو خدا تعالیٰ نے قانونِ قدرت کے موافق شاہ بابل جس کا نام بخت نصر تھا وہ یہود پر مسلط کر دیا۔ بخت نصر نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی اور یہود کے مشہور شہر یروشلم کو جلا کر برباد کر دیا اور یہود کی عبادتگاہ کو بھی بالکل تباہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کی بستیاں برباد کر دیں اور مکانات کو مسمار کر دیا۔ بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے ایک حصہ کو غلام باندی بنا کر بخت نصر اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک حصہ کو قتل کر ڈالا اور ایک حصہ کو وہیں شام میں خانہ بدوشانہ زندگی گذارنے کے لئے چھوڑ دیا۔

یروشلم کی ویرانی پر حضرت عزیرؑ کا تعجب

جب شہر یروشلم اور یہود کی مقدس عبادتگاہ بالکل ویران ہوگئی تھی تو ایک روز اُدھر سے ایک اسرائیلی نبی کا گذر ہوا۔ راویوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون نبی تھے؟ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ جب آپ کا گذر ویران بستی پر ہوا جس کے تمام مکین مر چکے تھے اور جس کی عمارتیں سب گری ہوئی تھیں تو اس ویرانی اور تباہی کا منظر دیکھ کر بطور حسرت و تعجب یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا۔

مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت کا وہ مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ قیامت میں زندہ ہونے کا یقین نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرانے کے لئے اُن پر موت وارد کر دی اور اسی جگہ اُن کی روح کو قبض کر کے ان کو ایک سو برس تک مردہ رکھا اور ان کی سواری کا گدھا بھی وہیں مر گیا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور قدرت کاملہ کا ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمارے ایمان و یقین میں پختگی اور ترقی عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى

پوچھا کہ تم کتنی مدت اس حالت میں رہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں۔ یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم سو برس رہے ہو۔

قَالَ	كَمْ لَبِثْتَ	قَالَ	لَبِثْتُ	يَوْمًا	اَوْ	بَعْضَ يَوْمٍ	قَالَ	بَلْ	لَّبِثْتَ	مِائَةَ عَامٍ	فَانْظُرْ	اِلٰى
اس نے پوچھا	کتنی دیر رہا	اس نے کہا	میں رہا	ایک دن	یا	دن سے کچھ کم	اس نے کہا	بلکہ	تو رہا	ایک سو سال	پس تو دیکھ	طرف

طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ

تم اپنے کھانے پینے کی چیز کو دیکھ لو کہ نہیں سڑی گلی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کرو اور تاکہ ہم تم کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں اور ہڈیوں کی طرف نظر کرو

طَعَامِكَ	وَشَرَابِكَ	لَمْ يَتَسَنَّهْ	وَانْظُرْ	اِلٰى	حِمَارِكَ	وَلِنَجْعَلَكَ	اٰيَةً	لِّلنَّاسِ	وَانْظُرْ	اِلَى	الْعِظَامِ
اپنا کھانا	اور اپنا پینا	وہ نہیں سڑ گیا	اور دیکھ	طرف	اپنا گدھا	اور ہم تجھے بنائیں گے	ایک نشانی	لوگوں کیلئے	اور دیکھ	طرف	ہڈیاں

كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ

کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دے دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔

كَيْفَ	نُنْشِزُهَا	ثُمَّ	نَكْسُوْهَا	لَحْمًا	
کسطرح	ہم انہیں جوڑتے ہیں	پھر	ہم اسے پہناتے ہیں	گوشت	

سو سال بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور آپ کی سواری کا زندہ ہونا

پچھلے درس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرؑ پر موت وارد فرما دی یہاں بتایا جا رہا ہے کہ سو سال گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ اس عرصہ میں نہ کسی نے اُن کو وہاں آ کر دیکھا۔ نہ اُن کی خبر ہوئی۔ اس عرصہ میں بخت نصر بادشاہ بھی مر گیا اور کسی دوسرے بادشاہ نے اس مدت میں شہر یروشلم کو دوبارہ آباد کیا۔ پھر سو برس کے بعد جب حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ زندہ کئے گئے تو سو برس پہلے کا اُن کا کھانا اور پانی بغیر کسی تغیر کے اُسی طرح پاس رکھا ہوا تھا۔ اُن کا گدھا مر چکا تھا اس کا گوشت پوست گل سڑ کر خاک ہو گیا تھا۔ صرف بوسیدہ ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔

جب حضرت عزیر علیہ السلام زندہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے خود یا بذریعہ فرشتہ کے پوچھا کہ کتنی مدت اس حالت میں یعنی موت کی حالت میں رہے ہو گے؟ چونکہ حضرت عزیر علیہ السلام پر موت دن کے شروع حصہ میں طاری ہوئی تھی اور غروب آفتاب کے قریب دوبارہ زندہ کئے گئے تھے تو حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا کہ ایک دن رہا یا ایک دن سے بھی کچھ کم۔ اس پر حق تعالیٰ نے بتلایا کہ تم اس حالت موت میں سو سال ٹھہرے ہو۔ سو سال کی مدت کے بعد ہم نے اپنی قدرت سے تم کو زندہ کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ کھانے اور پینے کی چیزیں جو تمہارے ساتھ سو سال پہلے تھیں ان میں کسی قسم کا تغیر اور بو پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ آج بھی اُسی طرح تروتازہ ہے اس کے مقابل اپنی سواری کے گدھے کی طرف نظر کرو کہ وہ مر کر اور گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اور اس کی ہڈیاں بھی نہایت بوسیدہ ہو چکی ہیں تو دیکھئے ہم اُسے کس طرح زندہ کرتے ہیں تاکہ تم ہماری قدرت کاملہ کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر لو اور بعث بعد الموت کا مشاہدہ کر لو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دیکھتے دیکھتے ہی گدھے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ جتنی باتوں پر ایمان بالغیب رکھنے کا ہم کو حکم ہے ہم کو ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرما۔ آمین۔

19

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

پھر جب یہ سب کیفیت ان کو واضح ہوگئی تو کہہ اُٹھے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

فَلَمَّا	تَبَيَّنَ	لَهٗ	قَالَ	اَعْلَمُ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
پھر جب	واضح ہوگیا	اس پر	اسنے کہا	میں جان گیا	کہ	اللہ	پر	ہر چیز	قدرت والا

مذکورہ واقعہ کی نشانیاں

اس واقعہ میں جو اس آیت میں اُوپر ذکر فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو چار نشانیاں اپنی قدرت کی دکھلائیں۔

۱- ایک سو سال تک حضرت عزیر علیہ السلام کو مردہ رکھ کر اُن کو دوبارہ زندہ فرمانا۔

۲- دوسرے سو سال تک ان کے جسم کا صحیح وسالم محفوظ رہنا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے بدن کا کھانا حرام کردیا ہے۔

۳- جس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے جسم میں سو سال تک کوئی تغیر نہ آیا۔ اسی طرح ان کے طعام وشراب میں سو سال تک کوئی تغیر نہ آیا۔

۴- حمار یعنی گدھے کا مر کر اور گل سڑ کر ختم ہونے پر دوبارہ اُسی جسم کے ساتھ زندہ ہو کر کھڑا ہونا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا بیان اور سو سال بعد یروشلم میں جانا

حضرت عزیر علیہ السلام نے ان تمام کیفیت کو (سو سال تک موت اور سواری کا زندہ ہونا وغیرہ) کو دیکھنے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو عینی مشاہدہ ہوگیا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور میں جو جانتا تھا کہ مردوں کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کو آسان ہے سو اب اس کا آنکھ سے مشاہدہ کرلیا۔ پھر حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے اُٹھ کر شہر بیت المقدس میں پہنچے کیونکہ اُس وقت پھر شہر دوبارہ بنی اسرائیل سے آباد ہو چکا تھا۔ مگر کسی نے اُن کو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور ان کے آگے کے بچے بوڑھے ہوگئے۔ جب اُنہوں نے توریت حفظ سنائی اور اپنی دوسری مشہور نشانیاں بتلائیں تب لوگوں کو ان کا یقین آیا۔ تو خلاصہ یہ کہ بعث بعد الموت پر یقین تو پہلے بھی تھا لیکن حضرت عزیر عین الیقین کے خواستگار ہوئے تھے جو مشاہدہ پر موقوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی دکھلا دیا۔

اب آگے تیسرا واقعہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت احیاء موتیٰ کا پورا یقین تھا مگر اس کی کیفیت کا مشاہدہ کر کے مزید اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی اس کا مشاہدہ ایک دوسری طرح سے کرادیا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان اور حق پر قائم رکھیں اور ہر حال میں یا اللہ آپ کی توفیق وہدایت اور نصرت وحمایت ہمارے شامل حال ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علم کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے ارشاد فرمایا کیا تم یقین نہیں لائے انہوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اَرِنِىْ	كَيْفَ	تُحْىِ	الْمَوْتٰى	قَالَ	اَوَلَمْ	تُؤْمِنْ	قَالَ	بَلٰى	وَلٰكِنْ	لِّيَطْمَئِنَّ	قَلْبِىْ
اور جب	کہا	ابراہیم	میرے رب	مجھے دکھا	کیونکر	تو زندہ کرتا ہے	مردے	اس نے کہا	کیا نہیں	یقین کیا	اس نے کہا	کیوں نہیں	بلکہ	تاکہ اطمینان ہو جائے	میرا دل

بعث بعد الموت کی کیفیت کے مشاہدہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعاء

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گذر سمندر کے کنارے ہوا تو دیکھا کہ ایک آدمی مرا پڑا تھا۔ جب سمندر کا پانی جوش مار کر خشکی پر چڑھتا تو مچھلیاں اُس لاش کو کھاتیں۔ جب پانی اُتر جاتا تو جنگل کے درندے کھاتے۔ جب درندے چلے جاتے تو پرند چیل' کوے کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو خیال ہوا کہ ایک لاش کے اجزاء کتنے پیٹوں میں پہنچے۔ اس کا گوشت پوست قیامت کے دن کیونکر جمع ہوگا اور یہ کس طرح دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کی کوئی نہایت نہیں۔ وہ جس کیفیت سے چاہیں مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور بے شمار کیفیتیں عقلاً ممکن ہیں۔ معلوم نہیں کہ قیامت کے دن کیا کیفیت ہوگی۔ اس خیال سے بارگاہ الٰہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے احیاء موتیٰ کی کیفیت دکھا دیجئے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔

دعاء کا مقصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے اس کا مشاہدہ کرا دیجئے کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اس درخواست کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ کو ہماری قدرت کاملہ پر یقین نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یقین کیسے نہ ہوتا کیونکہ آپ کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہمہ وقت مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں لیکن انسانی فطرت ہے کہ جس کام کا مشاہدہ نہ ہو اُس میں خیالات منتشر رہتے ہیں کہ یہ کیسے اور کس طرح ہوگا۔ اس لئے سکونِ قلب اور اطمینان کے لئے مشاہدہ کی درخواست کی گئی ہے۔

کیونکہ جو سکونِ قلب اور اطمینان مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے وہ خبر اور استدلال سے نہیں ہوتا خود ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خبر مشاہدہ اور معائنہ کے برابر نہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں تمام امورِ غیبیہ پر سچا ایمان ویقین عطا فرمائیں اور اپنی قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ

ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو اپنے لئے ہلا لو۔ پھر ہر پہاڑ پر اُن میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو۔ پھر ان سب کو بلاؤ۔

قَالَ	فَخُذْ	اَرْبَعَةً	مِّنَ	الطَّيْرِ	فَصُرْهُنَّ	اِلَيْكَ	ثُمَّ	اجْعَلْ	عَلٰى	كُلِّ	جَبَلٍ	مِّنْهُنَّ	جُزْءًا	ثُمَّ	ادْعُهُنَّ
اسنے کہا	بس پکڑلے	چار	سے	پرندے	پھر ان کو ہلا	اپنے ساتھ	پھر	رکھدے	پر	ہر	پہاڑ	ان سے	ٹکڑے	پھر	انہیں بلا

يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

يَاْتِيْنَكَ	سَعْيًا	وَاعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
وہ تیرے پاس آئینگے	دوڑتے ہوئے	اور جان لے	کہ	اللہ	غالب	حکمت والا

تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور خوب یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

دعاء کی قبولیت اور مشاہدہ کی صورت

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست قبول فرما کر اُن کے مشاہدۂ احیاء موتیٰ کی ایک عجیب صورت تجویز فرمائی۔ اور وہ صورت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ چار پرندے جانور اپنے پاس جمع کرلیں۔ اور اُنہیں اپنے ساتھ ایسا مانوس کرلیں اور وہ ایسے ہل جائیں کہ آپ کے بلانے سے فوراً آجایا کریں۔ بعد ازاں ان چاروں کو ذبح کر کے اور ان کے گوشت پوست کا قیمہ سا کر کر خلط ملط کردیں اور مختلف پہاڑوں پر اس قیمہ کا تھوڑا تھوڑا حصہ رکھ دیں اور پھر اُن جانوروں کو بلائیں تو وہ زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس چلے آئیں گے۔ اس طرح آپ اپنا اطمینان قلبی کرلیں اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے ہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ ان چاروں کے متفرق اجزاء کو دوبارہ جوڑ کر اور گوشت پوست چڑھا کر زندہ کرسکتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن مردوں کے جسموں کے متفرق ریزوں کو جمع کر کے اُن میں رُوح ڈال سکتا ہے۔ ان چار پرندوں کے نام کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر حضرت ابن عباسؓ اور علمائے تابعین سے منقول ہے کہ وہ پرندے یہ تھے۔ مور۔ کبوتر۔ مرغ اور کوا۔

مشاہدہ کا وقوع

مفسرین نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح چاروں پرندوں کو پال کر کے ہلایا اور پھر ذبح کر کے ان کے خلط ملط قیمہ کو جدا جدا پہاڑوں پر رکھ دیا اور پھر ان جانوروں کو پکارا۔ فوراً ہی پر سے پر۔ ہڈی سے ہڈی۔ کھال سے کھال۔ خون سے خون سب مل ملا کر اپنی اصلی ہیئت پر زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے یہ واقعہ دکھلا کر کیفیت اَحیاء موتیٰ بروز قیامت کی بتلادی کہ اسی طرح اوّل اجزاء بدنیہ مختلف مقامات سے جمع ہو کر اجساد تیار ہوں گے پھر ان میں روح پڑ جائے گی۔

معجزات کے منکرین کے لئے لمحۂ فکریہ

نیز ان دونوں قصوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ حق تعالیٰ کبھی کبھی بطور خرق عادت اور بطور معجزہ دُنیا میں بھی مُردوں کو زندہ فرما دیتے ہیں۔ اور بھی متعدد آیات سے صراحۃً دنیا میں مردوں کا زندہ کر دینا بیان کیا گیا ہے اس لئے ملحد اور بے دین طبقہ جو حضرات انبیاء کرام کے معجزات اور خوارق عادات کے منکر ہیں وہ اس قسم کے واقعات میں طرح طرح کی تحریفات کیا کرتے ہیں حالانکہ اُمت کے جمہور مفسرین کا اس پر اجماع ہے جو تفسیر اُوپر بیان کی گئی اور یہی ظاہر قرآن کریم کا مدلول ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! بیشک آپ ہم کو قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ

جولوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں ہر

مَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِىْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	كَمَثَلِ	حَبَّةٍ	اَنْۢبَتَتْ	سَبْعَ	سَنَابِلَ	فِىْ
مثال	جولوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	میں	اللہ کا راستہ	مانند	ایک دانہ	اُگیں	سات	بالیں	میں

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

بال کے اندر سودانے ہوں۔اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں

	كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ	مِّائَةُ	حَبَّةٍ	وَاللّٰهُ	يُضٰعِفُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	
	ہر بال	سو	دانہ	اور اللہ	بڑھاتا ہے	جس کیلئے	چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا	

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی مثال

گذشتہ آیات میں وجود باری تعالیٰ کے اثبات کے لئے اور قیامت میں احیاء موتیٰ کے ثبوت کیلئے تین قصے ذکر کئے گئے اب اثبات قیامت وآخرت کے بعد عالم آخرت کے لئے توشہ اور سازو سامان تیار کرنے کی ترغیب ایک مثال دیکر دی جاتی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں یعنی امور خیر میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔اُن کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت عند اللہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں اور ہر بال کے اندر سودانے ہوں یعنی اسی طرح خدا تعالیٰ ایک کارِ خیر کا ثواب سات سو حصہ تک بڑھا دیتا ہے اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بقدر اس کے اخلاص و مشقت کے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں یعنی ان کے ہاں کوئی کمی نہیں۔وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی جاننے والے بھی ہیں اس لئے اخلاص نیت وغیرہ کو دیکھ کر عطا فرماتے ہیں۔

ثواب اور مقبولیت حاصل کرنے کی شرطیں

اب یہاں جو مثال دی گئی ہے اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح کاشتکار ایک دانہ گندم بو کر سات سو دانہ گندم اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جبکہ یہ دانہ عمدہ ہو۔خراب اور ناقص نہ ہو پھر دانہ بونے والا کاشتکار بھی کاشتکاری کے فن سے پورا واقف ہو۔ پھر جس زمین میں وہ دانہ بویا جائے وہ بھی اچھی زمین ہو۔تخم ریزی کے قابل ہو۔بنجر یا پتھریلی نہ ہو۔پھر آئندہ چل کر بھی کھیتی مامون و محفوظ رہے تب پیداوار حاصل ہوگی۔ان میں سے ایک چیز بھی اگر کم ہوگی تو یا یہ دانہ جو بویا گیا ضائع ہو جائے گا یا پھر ایسا بارآور نہ ہوگا کہ ایک دانہ سے سات سو دانہ بن جائیں۔اسی طرح اعمال صالحہ اور خصوصاً انفاق فی سبیل اللہ کی مقبولیت اور زیادتی اجر وثواب کے لئے بھی یہی شرطیں ہیں کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ پاک اور حلال ہو۔دوسرے خرچ کرنے والا بھی نیک نیت ہو۔اور تیسرے جس پر خرچ کرے وہ بھی مستحق ہو۔اس طرح مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

دُعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے مرضیات واحکام کے مطابق ہم کو اپنے راستہ میں اپنے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے کی توفیق دائمی عطا فرمائیں۔ اور اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے لئے آخرت میں باعث اجر وثواب بنائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

جولوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ آزار پہنچاتے ہیں اُن لوگوں کو اُن کا ثواب ملے گا

اَلَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	ثُمَّ	لَا يُتْبِعُوْنَ	مَآ اَنْفَقُوْا	مَنًّا	وَّلَآ	اَذًى	لَّهُمْ	اَجْرُهُمْ
جولوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	میں	اللہ کا راستہ	پھر	بعد میں نہیں رکھتے	جوانہوں نے خرچ کیا	کوئی احسان	اور نہ	کوئی تکلیف	ان کیلئے	ان کا اجر

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

اُن کے پروردگار کے پاس۔ اور نہ اُن پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔

عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ
پاس	ان کا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہونگے

کسی کو صدقہ دینے کے بعد

نہ احسان جتلاؤ اور نہ ایذاء دو

اس آیت میں صدقہ کے قبول ہونے کی دو منفی شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ۱- ایک یہ کہ دے کر احسان نہ جتایا جائے۔

۲- دوسرے یہ کہ جس کو دیا جائے اس کو ذلیل و خوار نہ سمجھیں اور کوئی ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے وہ اپنی حقارت اور ذلت محسوس کرے یا جس سے اس کو ایذا پہنچے۔

صدقہ اور خیرات کے بعد احسان جتلانا نہ صرف یہ کہ اجر و ثواب کو باقی نہیں رکھتا۔ بلکہ از خود یہ نہایت بڑا گناہ ہے۔ اس لئے بار بار حق تعالیٰ اس کی تاکید و تنبیہ فرماتے ہیں۔ صدقہ دے کر احسان جتانے کی برائی اور ممانعت حدیث شریف میں بھی آئی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کریں گے۔ نہ اُن کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے۔ نہ اُنہیں پاک کریں گے بلکہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک تو دے کر احسان جتلانے والا۔ دوسرا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ اور تہبند لٹکانے والا۔ تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھیں گے بھی نہیں۔ ایک ماں باپ کا نافرمان۔ دوسرے شراب کا عادی۔ اور تیسرے دے کر احسان جتلانے والا (نسائی) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ ماں باپ کا نافرمان۔ خیرات و صدقہ دے کر احسان جتلانے والا۔ شرابی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ بغیر سزا بھگتے اور عذاب اُٹھائے سیدھا جنت میں نہ جائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں ان گناہوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ان تمام گناہوں سے عموماً جن کے متعلق احادیث میں وعید سنائی گئی اور صدقہ دے کر احسان جتلانے سے خصوصاً بچایئے گا اور ہم سے گذشتہ میں جو کوتاہی اس معاملہ میں ہوئی ہو اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمایئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

مناسب بات کہہ دینا اور درگذر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں

قَوْلٌ	مَّعْرُوْفٌ	وَّمَغْفِرَةٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	صَدَقَةٍ	يَّتْبَعُهَآ	اَذًى	وَاللّٰهُ	غَنِيٌّ	حَلِيْمٌ
بات	اچھی	اور درگزر	بہتر	سے	خیرات	اس کے بعد ہو	ایذا دینا	اور اللہ	بے نیاز	بردبار

بدخوئی کرنے سے نہ دینا بہتر ہے

آگے صدقہ دے کر احسان جتانے اور ایذا پہنچانے کی مذمت میں مزید ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ناداری یا کسی معذوری کی حالت میں جبکہ سائل اور حاجت مند کو کچھ دینا نہ ہو تو نرم گفتاری اور شیریں کلامی سے جواب دے دینا چاہیے اور سائل کی سختی کو ٹال دینا چاہئے۔ اسے جھڑکنا۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہرگز نہ چاہئے اور ایسے الفاظ نہ کہنا چاہیے کہ تو بڑا جھگڑالو ہے۔ چٹ ہی گیا۔ پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔ ہٹہ کٹہ ہے۔ محنت مزدوری کیوں نہیں کرتا۔

مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کے اصرار اور بدخوئی پر درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے کہ بار بار اس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعنہ دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اس کو حاجت نہیں جو صدقہ اس کی راہ میں کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔ (تفسیر عثمانی)

ایک کے بدلہ سات سو

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قیامت کے دن سات سو نکیل والی اونٹنیاں پائے گا۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ نماز، روزہ، ذکر اللہ، اللہ تعالیٰ کی راہ کے خرچ پر سات سو گنا بڑھ جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

صدقات وخیرات کے صحیح ہونے اور ثواب ملنے کی شرطیں

جس طرح نماز کے لئے دو قسم کی شرائط ہیں۔ ایک شرط صحت، جیسے وضو اور طہارت اور دوسری شرط بقاء جیسے نماز میں کسی سے باتیں نہ کرنا اور کھانے پینے سے پرہیز کرنا۔ پس اگر وضو ہی نہ کرے تو سرے ہی سے نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر وضو اور طہارت کے بعد نماز شروع کی مگر ایک رکعت یا دو رکعت کے بعد نماز میں کھانا اور پینا اور بولنا شروع کر دیا تو اس کی نماز باقی نہ رہے گی۔

اسی طرح صدقات اور خیرات کے لئے بھی دو قسم کی شرطیں ہیں، ایک شرط صحت اور دوسری شرط بقاء اخلاص شرط صحت ہے۔ بغیر اخلاص کے صدقہ صحیح ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو صدقہ ریاء اور نفاق کے ساتھ دیا جائے وہ شریعت میں معتبر نہیں۔ اور من اور اذی سے پرہیز شرط بقاء ہے یعنی صدقہ اور خیرات اس وقت تک محفوظ اور باقی رہیں گے جب تک صدقہ دینے کے بعد نہ تو احسان جتایا جائے اور نہ سائل کو کسی قسم کی ایذاء پہنچائی جائے۔ اگر صدقہ دینے کے بعد احسان جتایا یا ستایا تو وہ صدقہ ضائع اور باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں صدقہ اور خیرات کے مفسدات میں سے ہیں، جیسے کھانے اور پینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح من اور اذی سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے۔ (معارف کاندھلوی)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صدق دل سے اور صحیح طریقے سے صدقات کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تُبْطِلُوْا	صَدَقٰتِكُمْ	بِالْمَنِّ	وَالْاَذٰى	كَالَّذِيْ	يُنْفِقُ	مَالَهٗ	رِئَآءَ	النَّاسِ
اے	ایمان والو	نہ ضائع کرو	اپنے خیرات	احسان جتلا کر	اور ستانا	اس شخص کی طرح جو	خرچ کرتا	اپنا مال	دکھلاوا	لوگ

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر۔ سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اس کو بالکل

وَلَا يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	صَفْوَانٍ	عَلَيْهِ	تُرَابٌ	فَاَصَابَهٗ	وَابِلٌ	فَتَرَكَهٗ
اور ایمان نہیں رکھتا	اللہ پر	اور آخرت کا دن	پس اسکی مثال	جیسی مثال	چکنا پتھر	اس پر	مٹی	پھر اس پر برسے	تیز بارش	تو اسے چھوڑ دے

صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

صاف کر دے۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راستہ نہ بتلا دیں گے۔

صَلْدًا	لَا يَقْدِرُوْنَ	عَلٰى	شَىْءٍ	مِّمَّا	كَسَبُوْا	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِى	الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ	
صاف	وہ قدرت نہیں رکھتے	پر	کوئی چیز	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور اللہ	راہ نہیں دکھاتا	کافروں کی قوم	

احسان جتانے ایذاء دینے اور دکھلاوا کرنے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے

یہاں اس آیت میں اہل ایمان کو نہایت تاکید کے ساتھ مَن اور اَذٰی یعنی صدقہ کے بعد احسان جتلانے اور تکلیف و ایذا پہنچانے سے منع فرمایا گیا کہ ایسا کرنے سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں رہتا۔ پھر ایمان والوں کو ایک منافق اور ریاکار کی مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جس طرح ایک منافق محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خیر خیرات کرتا ہے اور نہ اللہ پر اس کا ایمان ہے اور نہ یوم آخرت پر یقین ہے تو ایسے منافق ریاکار کی خیرات بالکل رائیگاں اور اکارت ہے اور اُس کے لئے کوئی ثواب آخرت نہیں۔ اور جو شخص ریاکاری سے مال خرچ کرتا ہے اُس کے عمل کے رائیگاں اور بے نتیجہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک چکنا پتھر ہو اور اس پر معمولی سی مٹی ہو۔ پھر اس پر سخت زور کی بارش ہو جائے تو وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا ایک ذرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ ظاہر ہے کہ اُس میں دانہ کیا اُگے گا۔ یہی حال ریاکاروں کے غیر مخلصانہ اور ریاکارانہ خیرات کا ہے اور ریا اور نفاق صدقہ خیرات کے ثواب کو بہا کر لے جاتا ہے اور اُن پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اور آخرت کے لحاظ سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تو یہاں سے واضح ہو گیا کہ جس صدقہ و خیرات کے بعد مستحقین پر احسان جتلاتا ہو یا اُن کو ایذا پہنچانے کی صورت ہو تو وہ صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور خیرات کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح شہرت اور نام آوری اور دکھلاوے کی نیت سے خرچ کرنا گویا مال کو ضائع کرنا ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! نفاق اور ریاکاری کی خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور کوئی کام ہم سے نام و نمود ریا اور شہرت کی نیت سے نہ ہونے دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ

اور ان لوگوں کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں مثل حالت ایک باغ کے ہے

وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمُ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰهِ	وَتَثْبِيْتًا	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	كَمَثَلِ	جَنَّةٍ
اور مثال	جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	حاصل کرنا	خوشنودی	اللہ	اور ثبات ویقین	سے	اپنے دل (جمع)	جیسے	ایک باغ

بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اس پر زور کی بارش پڑی ہو۔ پھر وہ دونا پھل لایا ہو۔ اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۔

بِرَبْوَةٍ	اَصَابَهَا	وَابِلٌ	فَاٰتَتْ	اُكُلَهَا	ضِعْفَيْنِ	فَاِنْ	لَّمْ يُصِبْهَا	وَابِلٌ	فَطَلٌّ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
بلندی پر	اس پر پڑی	تیز بارش	تو اس نے دیا	پھل	دوگنا	پھر اگر	نہ پڑی	تیز بارش	تو پھوار	اور اللہ	جو	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

قرآن حکیم کا حکیمانہ انداز

پچھلے درس میں صدقاتِ غیر مقبولہ کا حال بیان فرمایا گیا۔ آگے صدقات مقبولہ کا حال آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ اور اس کو بھی ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے۔

قرآن کریم کے طرزِ بیان کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ اچھائی کے مقابلہ میں بدی اور بدی کے مقابلہ میں اچھائی۔ اچھوں کے مقابلہ میں بدوں اور بدوں کے مقابلہ میں اچھوں۔ ایمان و اسلام کے مقابلہ میں کفر و شرک اور کفر و شرک کے مقابلہ میں اسلام و ایمان کا ذکر ہوتا ہے اور ہر ایک کا نتیجہ و انجام اس کے ساتھ بتلا دیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والے کو نیکی کی رغبت اور بدی سے نفرت ہو۔ اوپر پہلی آیت میں کافروں منافقوں اور ریاکاری کے ساتھ صدقات دینے کا بیان کیا گیا۔ اور اس کے نتیجہ میں ذکر کر دیا گیا کہ ان کی خیر خیرات سے کوئی نتیجہ آخرت حاصل نہیں۔ اُن کے بعد دوسری آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کی راہ میں مال اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہو جائے اُن کے صدقات مقبول ہیں اور ان پر اجر و ثواب آخرت کا وعدہ ہے۔ اور چونکہ مثال بیان کرنے سے مقصد خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور بات ذہن نشین ہو جاتی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے بھی کلام پاک میں جگہ بجگہ مثالیں بیان فرمائیں ہیں۔

خلوص سے کئے جانے والے صدقہ کا اجر

جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور تزکیہ نفس حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں کہ اُن کے صدقات اس طرح پھلتے پھولتے اور بارآور ہوتے ہیں جیسے ٹیلہ یعنی بلندی اور اُونچائی پر کوئی باغ واقع ہو اور اس پر موسلا دھار بارش پڑے تو اس باغ کے درخت دوگنا پھل دیتے ہیں اور اگر موسلا دھار بارش نہ ہو بلکہ خفیف بارش ہی پڑ جائے تب بھی وہ باغ کافی پھل دیتا ہے۔ گویا جس درجہ کا اخلاص ہوگا ویسا ہی اجر و ثواب ہوگا۔ محروم بہر حال کسی صورت میں نہیں۔ آخر میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں) فرما کر ظاہر فرما دیا کہ وہ مخلص۔ منافق اور ریاکار کو خوب جانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کی نیت کے اور عمل کے موافق جزا دے گا۔

اب چونکہ یہ نہایت خسارہ اور نقصان کی بات ہے کہ آپ اپنا مال بھی صدقات میں خرچ کریں اور انجام میں یعنی آخرت میں وہ صدقات نفع بخش اور سودمند بھی ثابت نہ ہوں اس لئے ریاکاروں کے اعمال کو ضائع اور بے نتیجہ ہونے پر صدقہ و خیرات کر کے احسان جتلانے پر خیرات کے ثواب کو ضائع کر دینے سے بچنے کے لئے ایک دوسری مثال سے یہ مضمون سمجھایا جاتا ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اخلاص کی بھی دولت عطا فرمائیں تاکہ ہمارا ہر کام اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ

بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا اُس کے نیچے نہریں چلتی ہوں۔ اُس شخص کے یہاں

اَيَوَدُّ	اَحَدُكُمْ	اَنْ	تَكُوْنَ	لَهٗ	جَنَّةٌ	مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّاَعْنَابٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	لَهٗ
کیاپسند کرتا ہے	تم میں سے کوئی	کہ	ہو	اس کا	ایک باغ	سے (کا)	کھجور	اور انگور	بہتی ہو	سے	اسکے نیچے	نہریں	اسکے لئے

فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

اُس باغ میں اور بھی ہر قسم کے میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آوے جس میں آگ ہو

فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ الثَّمَرٰتِ	وَاَصَابَهُ	الْكِبَرُ	وَلَهٗ	ذُرِّيَّةٌ	ضُعَفَآءُ	فَاَصَابَهَآ	اِعْصَارٌ	فِيْهِ	نَارٌ
اس میں	سے	ہر قسم کے پھل	اور اس پر آگیا	بڑھاپا	اور اسکے	بچے	بہت کمزور	تب اس پر پڑا	ایک بگولا	اس میں	آگ

فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

پھر وہ باغ جل جاوے اللہ تعالیٰ اس طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے تاکہ تم سوچا کرو

	فَاحْتَرَقَتْ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَفَكَّرُوْنَ	
	تو وہ جل گیا	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	نشانیاں	تاکہ تم	غور وفکر کرو	

اپنے اعمال کے باغ کو برباد مت کرو

اس آیت میں پھر ایک مثال باغ کی دی جاتی ہے اور اس مثال سے یہ سمجھایا جاتا ہے کہ صدقات و خیرات میں جو ہدایات گذشتہ آیت میں ذکر ہوئیں اور جو شرائط مقبولیت نفقات کی بیان ہوئیں اگر اُن کی خلاف ورزی کی گئی تو صدقہ باطل و مردود ہو جاتا ہے اور نتیجہ میں اجر و ثواب آخرت سے محروم رہ جاتا ہے۔

باغ کو تباہ و برباد ہونے مت دو

مومن کا صدقہ و خیرات عالم آخرت میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالم آخرت میں انسان بوڑھے کی طرح حسنات اور اعمال صالحہ کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور انہیں اعمال کی طرف توقع اور اُمید کی نظر ہوتی ہے لیکن اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولا اس باغ سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ تو یہاں یہ تنبیہ مقصود ہے کہ تم اپنے صدقہ و خیرات کے باغ کو تباہ و برباد مت ہونے دینا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مضمون نہ صرف صدقات و خیرات سے متعلق ہے بلکہ تمام حسنات طاعات و عبادات کے لئے عام ہے یعنی اعمال صالحہ کی کچھ شرطیں انوار و برکات کے لحاظ سے بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہر قسم کے معاصی اور سیئات سے پرہیز کرنا۔

فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کے آداب

۱- جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس مال کا حلال و پاک ہونا۔

۲- طریق سنت کے موافق خرچ کرنا۔ ۳- صحیح مصرف میں خرچ کرنا۔

۴- خیرات کے بعد جس کو خیرات دی ہے اُس پر احسان نہ جتلانا۔

۵- ایسا کوئی معاملہ نہ کرنا جس سے صدقہ وصول کرنے والے کی تحقیر و اہانت ہو یا اُس کو کوئی تکلیف و ایذا پہنچے۔

۶- جو کچھ خرچ کیا جائے اخلاص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ نام نمود شہرت اور ریا وغیرہ سے پاک ہو۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہمیں جو مال دیا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اے ایمان والو! خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اُس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اَنْفِقُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	كَسَبْتُمْ	وَمِمَّآ	اَخْرَجْنَا	لَكُمْ	مِّنَ	الْاَرْضِ
اے	جوایمان لائے	تم خرچ کرو	سے	پاکیزہ	جو	تم کماؤ	اور سے۔جو	ہم نے نکالا	تمہارے لئے	سے	زمین

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا

اور ردّی چیزوں کی طرف نیت مت لیجایا کرو کہ اُس میں سے خرچ کردو حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ۔اور یہ یقین رکھو

وَلَا	تَيَمَّمُوا	الْخَبِيْثَ	مِنْهُ	تُنْفِقُوْنَ	وَلَسْتُمْ	بِاٰخِذِيْهِ	اِلَّآ	اَنْ	تُغْمِضُوْا	فِيْهِ	وَاعْلَمُوْٓا
اور نہ	ارادہ کرو	گندی چیز	سے۔جو	تم خرچ کرتے ہو	جبکہ تم نہیں ہو	اس کو لینے والے	مگر	یہ کہ	تم چشم پوشی کرو	اس میں	اور تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں تعریف کے لائق ہیں

اَنَّ	اللّٰهَ	غَنِيٌّ	حَمِيْدٌ
کہ	اللہ	بے نیاز	خوبیوں والا

شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے موافق کھجوروں کے خوشے لا کر مسجد نبوی میں ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے تھے جسے اصحابِ صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے تھے۔کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا۔جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے۔ہاں اگر شرم ولحاظ سے بادل ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے۔اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں کا ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدہ چیزوں کا خرچ کرنا

اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ جس کے پاس عمدہ چیز ہو اس کے ہوتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھٹیا اور خراب چیزیں خیرات کے نام سے محتاجوں اور مسکینوں کو دینا درست نہیں اور اس عمل کی برائی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا گیا اگر تمہیں کوئی ایسی ردی چیز دیدے تو کیا تم اس کو پسند کروگے؟ اگر نہیں تو اپنے محتاج بھائی کے لئے کیوں پسند کرتے ہو بالخصوص جبکہ صدقات وخیرات ایک طرح سے حق تعالیٰ شانہٗ کو ہدیہ دینا ہے ہاں اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کے لئے برائی نہیں ایسی چیزوں کے خیرات کرنے میں۔

صدقہ خیرات کے حکم میں تمہاری بھلائی ہے

اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے

اس آیت کے اخیر میں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ فرما کر مزید تنبیہ فرمادی کہ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں۔وہ ان سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ غنی ہے۔اس کے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں یہ احکام محض تمہاری بھلائی اور بہبودی کے لئے نازل کرتا ہے اور وہ حمید ہے یعنی صفاتِ کمال سے متصف ہے اس لئے اُس کامل کے نام پر عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ تر چیزیں قربان کرو۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے ہم کو جو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس میں سے طیّب مال کو اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔اور بخل سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما۔یا اللہ! نفس اور شیطان کے وساوس اور اوہامِ فاسدہ سے ہماری حفاظت فرما۔اور ان پر عمل پیرا ہونے سے ہم کو کامل طور پر بچا۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا۔

اَلشَّيْطٰنُ	يَعِدُكُمُ	الْفَقْرَ	وَيَاْمُرُكُمْ	بِالْفَحْشَآءِ	وَاللّٰهُ	يَعِدُكُمْ	مَّغْفِرَةً	مِّنْهُ	وَفَضْلًا
شیطان	تم کو ڈراتا ہے	تنگدستی	اور تمہیں حکم دیتا ہے	بے حیائی کا	اور اللہ	تم سے وعدہ کرتا ہے	بخشش	اس سے (اپنی)	اور فضل

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔

وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا

شیطان کا دھوکہ دینا

شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لئے اسے اوہام و وساوس اور خیالات فاسدہ میں مبتلا کرتا ہے مثلاً کہ میں خرچ کر دوں گا تو پھر ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی۔ اس طرح گنجائش موجود ہونے پر قبل از مرگ اس واویلا کا اعتبار نہیں اور ایسے اوہام کے جال میں غلطاں و پیچاں رہنا شیطانی وسوسہ ہے۔ ہاں اگر گنجائش نہ ہو بلکہ اسباب محتاجگی موجود ہوں تو شریعت خود ایسے شخص کو نفلی صدقات سے روکتی ہے اور نہ ایسی صورت میں خرچ نہ کرنے کو بخل کہا جا سکتا ہے اور یہی نہیں کہ شیطان صرف محتاجی کا خوف و وسوسہ دلاتا ہے بلکہ وہ فحش اور بری باتوں کا بھی حکم دیتا ہے مثلاً سائلوں کو برا بھلا کہنا۔ نیک کاموں کی مذمت کرنا۔ شہوات و لذات اور نام و نمود و ریاء کے کاموں میں روپیہ اڑانا وغیرہ جملہ فحش شیطانی الہام ہیں جس کا بدیہی نتیجہ افلاس و رسوائی ہے۔ لیکن کتنا عجیب ہے کہ نیک کاموں میں اور اللہ کے راستوں میں مال خرچ کرنے سے تو افلاس اور تنگدستی سے خوف دلاتا ہے اور فحش کاموں میں بے دریغ روپیہ اڑانے سے افلاس سے نہیں ڈراتا دن رات دیکھا جاتا ہے کہ شیطانی کاموں میں صرف کرنے سے افلاس آتا ہے اور فراخ دستی دیکھی جاتی ہے۔ مگر شیطانی الہام نے کیسا برعکس معاملہ سمجھایا ہے۔

فرشتہ اور شیطان کا انسان پر تصرف

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان ابن آدم پر تصرف رکھتا ہے اور فرشتہ بھی انسان پر تصرف رکھتا ہے۔ شیطان کا تصرف تو یہ ہے کہ وہ انسان کو برائی کا وعدہ اور حکم دیتا ہے اور حق کے جھٹلانے پر آمادہ کرتا ہے اور فرشتہ کا تصرف یہ ہے کہ وہ بھلائی کا وعدہ سمجھاتا ہے اور حق کی تائید کراتا ہے۔ پس جس کے دل میں برائی کا وسوسہ پیدا ہو تو اس کو شیطان رجیم کی طرف سے سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا چاہئے یعنی اَعوذ پڑھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت پڑھی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اخلاص کی بھی دولت عطا فرمائیں تاکہ ہمارا ہر کام اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کیلئے ہو۔

یا اللہ جو مال و دولت آپ نے ہمیں دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستے میں اپنی رضا کے لئے خرچ کرنے کی ہمیں توفیق نصیب ہو اور جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے دیئے ہوئے مال میں سے آپ کے راستے میں خرچ ہو جائے اسے اپنی رحمت سے قبول فرمایئے اور اسکو ہمارے لئے باعث اجر و ثواب آخرت بنایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں۔ اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں

يُؤْتِي	الْحِكْمَةَ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَمَنْ	يُؤْتَ	الْحِكْمَةَ	فَقَدْ أُوْتِيَ	خَيْرًا	كَثِيْرًا	وَمَا	يَذَّكَّرُ	اِلَّآ	أُولُوا الْأَلْبَابِ
وہ عطا کرتا ہے	حکمت/دانائی	جسے	وہ چاہتا ہے	اور جسے	دی گئی	حکمت	تحقیق دی گئی	بھلائی	بہت	اور نہیں	نصیحت قبول کرتا	سوائے	عقل والے

دین کی سمجھ بہت بڑی دولت ہے

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا جس کو حکمت مل جائے اُس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ تو یہ لفظ حکمت قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے اور اُس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ کہیں علم نبوت کے معنی لئے گئے ہیں۔ کہیں معرفت اور فہم قرآن کے معنی لئے ہیں۔ کہیں دین کی سمجھ مراد ہے۔ کہیں علم نافع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس آیت میں حکمت سے مراد دین کی فہم اور سمجھ ہے اور دین کی فہم اور سمجھ بڑی دولت و نعمت ہے کہ اسی سے عقائد کی درستگی ہوتی ہے۔ اسی سے اعمال کی اصلاح و توفیق ہوتی ہے۔ انسان میں ایسی سمجھ بوجھ کا پیدا ہو جانا کہ دنیا کے محض ظاہری نمائشی فائدوں میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ حقیقی نفع اور نقصان کو سمجھ سکے اور اچھائی اور برائی کی راہوں کا شناسا ہو جائے۔ یہی قرآن حکمت ہے اور جسے یہ حکمت مل گئی اس نے زندگی کی بہت بڑی برکت و نعمت پالی۔

شیطانی وساوس سے بچنے کا اہتمام

آیات کا حاصل یہ ہوا کہ ایسے انفاق میں جس کی شرائط اُوپر ذکر ہوئیں ضرر اور نقصان تو بالکل نہیں اور نفع یقینی ہے کہ مغفرت بھی ملے اور فضل بھی۔ پس انسانی فہم کا مقتضا یہ ہونا چاہیے کہ ایسی حالت میں شیطانی وساوس کو ہرگز قبول نہ کرے مگر خاتمہ پر وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ فرما کر یہ بھی واضح فرما دیا کہ پند و نصیحت سننے کو تو ہر کوئی سن لیتا ہے مگر اُس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھاتے ہیں جن کو اللہ نے حکمت اور عقل دی ہے۔

اب یہاں تک انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے سلسلہ میں جو شرائط و احکام بیان فرمائے گئے آگے اُن کی تاکید ایک عجیب پیرایہ سے فرمائی جاتی ہے اور پھر انفاق کے متعلق اسکی تحقیق ہے کہ صدقہ کو ظاہر کر کے دینا چاہیے یا پوشیدہ طور سے چھپا کر جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! دین کی سمجھ اور فہم ہمیں عطا فرما اور جملہ قرآنی احکام و ہدایات کی ہم کو فرمانبرداری و پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اولوالالباب میں شامل فرما تا کہ ہم جملہ قرآنی ہدایات سن کر اس سے فائدہ اُٹھانے والے ہوں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے۔ اور بیجا کام کرنے والوں کا

وَمَآ	اَنۡفَقۡتُمۡ	مِّنۡ	نَّفَقَةٍ	اَوۡ	نَذَرۡتُمۡ	مِّنۡ نَّذۡرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَعۡلَمُهٗ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيۡنَ
اور جو	تم خرچ کروگے	سے	کوئی خیرات	یا	تم نذر مانو	کوئی نذر	تو بیشک	اللہ	اسے جانتا ہے	اور نہیں	ظالموں کیلئے

اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ

کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ اگر تم ظاہر کرکے دو صدقات کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے

مِنۡ اَنۡصَارٍ	اِنۡ	تُبۡدُوا	الصَّدَقٰتِ	فَنِعِمَّا	هِيَ	وَاِنۡ	تُخۡفُوۡهَا	وَتُؤۡتُوۡهَا	الۡفُقَرَآءَ	فَهُوَ	خَيۡرٌ	لَّكُمۡ
کوئی مددگار	اگر	ظاہر (علانیہ) کرو	خیرات	تو اچھی بات	یہ	اور اگر	تم اس کو چھپاؤ	اور وہ پہنچاؤ	تنگدست (جمع)	تو وہ	بہتر	تمہارے لئے

وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾

اور اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی دور کردیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں

	وَيُكَفِّرُ	عَنۡكُمۡ	مِّنۡ	سَيِّاٰتِكُمۡ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعۡمَلُوۡنَ	خَبِيۡرٌ	
	اور دور کردے گا	تم سے	سے کچھ	تمہارے گناہ	اور اللہ	جو کچھ	تم کرتے ہو	باخبر	

اللہ تعالیٰ سب کی نیتوں سے واقف ہے

اللہ تعالیٰ علیم ہیں تم جو صدقہ کرتے ہو خواہ فرضی ہو یا نفلی۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اخلاص سے ہو یا ریاء سے حلال طیب ہو یا ناپاک وخبیث ہو۔ اللہ کی راہ میں ہو یا شیطان کی راہ میں۔ اسی طرح تم جو نذریں مانتے ہو خواہ وہ عبادت مالیہ کی نذر ہو یا عبادت بدنیہ کی اور خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ورضا کے لئے ہو یا غیر اللہ کی تعظیم وخوشنودی کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ وہ کسی امر سے بے خبر نہیں۔ سب کو جانتا ہے اور ہر ایک پر اس کے مطابق جزا دیں گے۔

احکام الٰہی کی پیروی نہ کرنیوالوں کا کوئی مددگار نہیں

وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

یہاں ظالمین کا لفظ عام ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروری شرائط کی رعایت نہیں کرتے یعنی ریاکار خیرات کرکے احسان جتلانے والے اللہ کی راہ میں گھٹیا اور ناکارہ خراب چیز دینے والے۔ ناجائز مصارف میں دولت خرچ کرنے والے۔ سب کو وعید سنائی جاتی ہے کہ خدائی احکام کی پرواہ نہ کرکے اپنے حق میں ظلم وناانصافی کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اس ظلم کی بدانجامی سے بچا سکے۔

دوسری آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں صدقات سے نفلی صدقات مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر نفلی صدقات علانیہ غربا اور فقراء کو دیئے جائیں تو یہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس سے دوسروں کے دلوں میں بھی خیرات کا جذبہ پیدا ہوگا۔ نیک لوگ اس سخاوت کو دیکھ کر دُعاء کریں گے کہ اے اللہ ایسے سخی کو زندہ رکھ جو تیری راہ میں خرچ کرتا ہے۔ نیز دوسرے مستحقین کو جب ایسے سخی کا علم ہوگا تو وہ بھی تمہارے وجود کو اپنے لئے سہارا سمجھیں گے اور تمہارے لئے دُعا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہیں

اخیر میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم الغیب۔ خبیر وبصیر اور حاضر وناظر ہونے کے نظریہ کو پھر دہرایا ہے۔ کیونکہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں پر رغبت کرنے کا سب سے زیادہ مؤثر اور اکسیری نسخہ یہی بندہ کا اعتقاد ہوتا ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ

اُن کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ نہیں ولیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں۔ اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو۔

لَيْسَ	عَلَيْكَ	هُدٰىهُمْ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَلِاَنْفُسِكُمْ
نہیں	آپ پر	ان کی ہدایت	اور لیکن	اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور جو	تم خرچ کروگے	مال سے	تو اپنے واسطے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اور تم کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے۔ اور جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب پورا پورا تم کو مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی

وَمَا	تُنْفِقُوْنَ	اِلَّا	ابْتِغَآءَ	وَجْهِ اللّٰهِ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ خَيْرٍ	يُّوَفَّ	اِلَيْكُمْ	وَاَنْتُمْ	لَا تُظْلَمُوْنَ
اور نہ	خرچ کرو	مگر	حاصل کرنا	اللہ کی رضا	اور جو	تم خرچ کروگے	مال سے	پورا ملیگا	تمہیں	اور تم	نہ زیادتی کیجائیگی تم پر

ہدایت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تم صدقہ دینے اور بھلائی کرنے میں کافر و مسلم کی تخصیص نہ کرو۔ ان آیات میں فقراء کی تعمیم کی جارہی ہے کہ خیر خیرات دینے میں کچھ مسلمانوں ہی کی تخصیص نہیں۔ غیر مسلم بھی اگر حاجت مند ہو تو اسکے ساتھ بھی سلوک سے گریز نہ کرو۔

اس آیت میں حق تعالیٰ دو طرح کے خطاب فرماتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ فرض و واجب نہیں جس کے لئے اتنے دور دراز کے اہتمام کئے جاویں لیکن یہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہے جس کو چاہیں ہدایت پر لے آئیں یعنی آپ کا کام صرف ہدایت کا پہنچا دینا اور اس کی تبلیغ کر دینا ہے خواہ کوئی ہدایت پر آوے یا نہ آوے"۔

اس کے بعد تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ:

"اے مسلمانو! جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو کہ اس کا ثواب تم ہی کو ملے گا اور تم کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور یہ غرض ہر حاجتمند کی رفع حاجت کرنے سے حاصل ہوتی ہے پھر مسلمان فقیر کی تخصیص کیوں کی جاوے اور نیز جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب یعنی اس کا عوض اور ثواب پورا پورا تم ہی کو آخرت میں مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی (سو تم کو اپنے عوض سے مطلب رکھنا چاہئے اور عوض ہر حال میں ملے گا پھر تم کو اس سے کیا بحث کہ ہمارا صدقہ مسلمان ہی کو ملے گا۔ کافر کو نہ ملے۔ لہٰذا اس فکر میں نہ پڑو)"

صدقاتِ واجبہ صرف مسلمان مساکین کا حق ہے

یہاں اس آیت میں وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ میں خیر سے مراد مال و دولت ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اس آیت میں صدقات نافلہ اور عام خیرات کا بیان ہے۔ اور نفلی صدقہ اور خیرات کافر کو بھی دینا جائز ہے۔ رہا صدقاتِ واجبہ یا صدقۂ فطر تو اس کے مستحق صرف مسلمان فقراء اور مساکین ہیں کیونکہ مسلمان تونگروں سے زکوٰۃ کا مال لیا جاتا ہے جو مسلمان غرباء و فقراء کو ہی دینا چاہیے۔ البتہ حربی کافر کو جو اہل اسلام کو ضرر پہنچانے پر آمادہ رہتا ہو اس کو کسی قسم کا صدقہ وغیرہ دینا جائز نہیں۔ ذمی کافر یعنی غیر حربی کو صرف زکوٰۃ و عشر دینا جائز نہیں اور دوسرے صدقات سب جائز ہیں۔ (بیان القرآن)

دُعاء کیجئے: یا اللہ! جو کچھ مال و دولت آپ نے ہمیں دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کے حقوق کی ادائیگی ہر حال میں نصیب فرما۔ اور مال و دولت کے فتنہ سے بچا۔ اور اپنی رضا کے لئے اس میں سے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں۔ وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے۔ ناواقف اُن کو

لِلْفُقَرَآءِ	الَّذِيْنَ	اُحْصِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	ضَرْبًا	فِي الْاَرْضِ	يَحْسَبُهُمُ
تنگ دستوں کیلئے	جو	رُکے ہوئے	میں	اللہ کا راستہ	وہ نہیں طاقت رکھتے	چلنا پھرنا	زمین (ملک) میں	اُنہیں سمجھے

الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا

تو نگر خیال کرتا ہے اُن کے سوال سے بچنے کے سبب سے تم اُن کو اُن کے طرز سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے۔ اور جو مال خرچ کرو گے

الْجَاهِلُ	اَغْنِيَآءَ	مِنَ التَّعَفُّفِ	تَعْرِفُهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ	لَا يَسْـَٔلُوْنَ	النَّاسَ	اِلْحَافًا	وَمَا	تُنْفِقُوْا
ناواقف	مال دار	سوال سے بچنے سے	تو پہچانتا ہے انہیں	اُنکے چہرے سے	وہ سوال نہیں کرتے	لوگ	لپٹ کر	اور جو	تم خرچ کرو گے

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

بیشک اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔

مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيْمٌ
مال سے	تو بیشک	اللہ	اس کو	جاننے والا

شانِ نزول: مفسرین نے اس پہلی آیت کی شانِ نزول میں لکھا ہے کہ تقریباً چار سو حضرات مہاجرین ترکِ وطن کر کے اور تمام گھر بار اور مال ومنال سے کنارہ کش ہو کر مدینہ منورہ چلے آئے تھے اور ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ مسجد نبوی کے پاس ایک چبوترہ تھا۔ رات کو سب اُس پر پڑ رہتے اور اکثر عبادت۔ تلاوت قرآن اور احادیث نبوی اور علم دین کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا کرتے تھے۔ نہ کھانے کمانے کی پرواہ تھی اور نہ دیگر ضروریات کی فکر۔ کسی نے کھانے کو لا دیا تو کھا لیا ورنہ بھوکے سو گئے۔ پھر کہیں جہاد پر کوئی فوجی دستہ بھیجا جاتا تو اس میں شامل ہو کر یہ حضرات بھی جاتے تھے۔ ان حضرات کو اصحابِ صفہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ بہر حال ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ نہ سمجھا جائے کہ جو مانگتے نہیں تو وہ مستحق بھی نہیں۔ اس وقت اصحابِ صفہ کی جماعت آیت کریمہ میں بیان کردہ صفات کا مصداق تھیں۔

صدقات وخیرات کے مستحقین کی صفات

یہاں اس آیت میں خیرات وصدقات کا جن فقراء کو زیادہ مستحق بتلایا گیا اُن کی پانچ صفات ذکر فرمائی گئیں۔ (۱) وہ اللہ کی راہ میں بندھ گئے ہوں یعنی شب وروز یادِ الٰہی اور خدمتِ دین میں مشغول رہتے ہوں۔ (۲) وہ اپنی اس دینی مشغولیت کی وجہ سے کہیں کاروبار از قسم تجارت یا ملازمت وغیرہ کے لئے نہیں جا سکتے۔ (۳) باوجود فقر وفاقہ کے اس کشادہ پیشانی اور خوبی سے گذارتے ہیں کہ ناواقف اُن کو اس بے اعتنائی اور بے سوالی سے غنی سمجھتا ہے۔ (۴) بشریت کے تقاضہ بہر حال ان میں موجود ہیں اسلئے حاجتمندی اور فقر وفاقہ کے آثار اُن کی شکل وصورت سے جانے جا سکتے ہیں۔ (۵) اُن میں صفتِ توکل غالب ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو خیر خیرات دینے کی خاص ترغیب اس آیت میں دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زمانہ میں اس آیت کا بہترین مصداق وہ طلباء علمِ دین ہیں جو علومِ دینیہ کی تحصیل اور اس کے مشاغل دینیہ میں مشغول ہوں۔ اہلِ زمانہ کا یہ اعتراض کہ وہ بالکل نکمے قوم پر بوجھ اور کمانے کے حق میں بیکار ہیں اس کا جواب قرآن کریم میں دے دیا گیا ہے۔

اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں اُسی کا دفعیہ کیا جا رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا۔ جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی اور انہماک کی حاجت ہے اس لئے اس کے ساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کے کرنے سے علمِ دین کی خدمت ناتمام رہ جاتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جو مال ودولت ہمیں دنیا میں عطا فرما رکھا ہے اس میں اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا
جولوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ اور آشکارا سوان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس۔ اور نہ

وَلَا	رَبِّهِمْ	عِنْدَ	اَجْرُهُمْ	فَلَهُمْ	وَّعَلَانِيَةً	سِرًّا	وَالنَّهَارِ	بِالَّيْلِ	اَمْوَالَهُمْ	يُنْفِقُوْنَ	اَلَّذِيْنَ
اور نہ	ان کا رب	پاس	ان کا اجر	پس اُن کیلئے	اور ظاہر	پوشیدہ	اور دن	رات میں	اپنے مال	خرچ کرتے ہیں	جولوگ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	
ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہونگے۔	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	

شانِ نزول: دن' رات' خفیہ اور اعلانیہ ہر حال میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے

اس آیت کے شان نزول میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب مذکورہ بالا پہلی آیت لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نازل ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بہت سے دینار اصحاب صفہ کو بھیجے اور حضرت علیؓ نے آدھی رات کے وقت چھوارے ان کو بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت نازل فرمائی ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چار ہزار درہم خیرات کئے۔ ایک ہزار رات کو۔ ایک ہزار دن کو۔ ایک ہزار چھپا کر ایک ہزار علانیہ اُسوقت اس آیت کا نزول ہوا۔ تو گوشانِ نزول خاص حضرات صحابۂ کرامؓ کے متعلق ہو مگر مضمون آیت کا عام ہے اور اس آیت میں ان لوگوں کے اجرِ عظیم اور فضیلت کا بیان ہے جو اللہ کی راہ میں مال دولت خرچ کرتے ہیں۔ دن رات حاجتمندوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ صبح شام صدقات خیرات سے غربا پروری کرتے ہیں۔ اور ظاہرا و پوشیدہ جیسا بھی موقع ہو اس نیکی میں لگے رہتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کیلئے خوشخبری

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک تو وعدہ فرمایا اور ایک خوشخبری بیان فرمائی۔ وعدہ تو یہ فرمایا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی اُن لوگوں کو اُن کا اجر جو اُن کے رب کے پاس جمع ہے ملے گا۔ دیکھئے اگر کسی کا روپیہ یا مال کسی کے پاس جمع ہو تو تلف اور نقصان ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے عِنْدَ رَبِّهِمْ فرما کر یہ اطمینان دلا دیا کہ اس کا اجر پروردگار کے پاس جمع رہتا ہے۔ اس لئے کسی طرح ضائع نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور خوشخبری یہ سنائی وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی ایسے نیکی رساں بندوں کو قیامت کے دن نہ ماضی کا غم ہوگا اور نہ مستقبل کا خوف یعنی ان کو کوئی خطرہ کی بات پیش نہ آئے گی۔ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تو خاص بندے بھی بڑے خوف و خطر میں گھرے ہوں گے تو بیشک اُن کو خود تو طبعی خوف و دہشت ہو سکتی ہے مگر جس امر کا خطرہ ہے وہ پیش نہ آوے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اس خوشخبری کا مصداق بنائیں اور قیامت کے دن خوف و غم سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! جو آپ کی توفیق سے خرچ ہو جائے اسکو اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے۔ اور ہمارے لئے باعث اجر و ثواب بنا دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ 20

جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر۔

الَّذِيْنَ	يَأْكُلُوْنَ	الرِّبٰوا	لَا يَقُوْمُوْنَ	اِلَّا	كَمَا	يَقُوْمُ	الَّذِيْ	يَتَخَبَّطُهُ	الشَّيْطٰنُ	مِنَ الْمَسِّ
جولوگ	کھاتے ہیں	سود	نہ کھڑے ہونگے	مگر	جیسے	کھڑا ہوتا ہے	وہ شخص جو	اسکے حواس کھودیے ہوں	شیطان	چھونے سے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ

یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْٓا	اِنَّمَا	الْبَيْعُ	مِثْلُ	الرِّبٰوا
یہ	اسلئے کہ وہ	انہوں نے کہا	درحقیقت	تجارت	مانند	سود

سود کیا ہے؟

لفظ ربٰوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافہ کے ہیں خصوصاً سرمایہ میں اضافہ۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے اصل قرضہ پر زیادتی یا بلا وجہ مال حاصل کرنا اور مال پر زیادتی چاہنا۔ عربوں کے ہاں ایام جاہلیت میں اس سے مراد وہ زاید رقم تھی جو قرض خواہ معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ جسے آج سود کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اسے سود کی جگہ نفع کہنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن یوں لفظ بدل دینے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

قیامت میں سودخور کی حالت

الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

اس جملہ میں سودخواروں کے انجام بد اور محشر میں اُن کی رسوائی اور گمراہی کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کھڑے ہونے سے مراد محشر میں قبر سے اُٹھنا ہے کہ سودخوار جب قبر سے اُٹھے گا تو اُس پاگل اور مجنون کی طرح اُٹھے گا کہ جس کو کسی خبیث جن نے لپٹ کر خبطی اور دیوانہ سا بنا دیا۔ رہا یہ کہ اس جرم سودخواری کو اس سزا سے مناسبت کیا ہے کہ جو سودخوار کو خبطی بنا کر محشر میں اُٹھایا جائے گا تو علماء نے لکھا ہے کہ سودخوار دنیا میں پیسہ کی حرص میں اس قدر مدہوش ہوتا ہے کہ اُس کو نہ کسی غریب پر رحم آتا ہے۔ نہ کسی کی شرم مانع ہوتی ہے تو درحقیقت وہ زندگی میں مال کی لالچ میں مدہوش تھا۔ اس لئے محشر میں بھی مدہوشی کی حالت میں اُٹھایا جاوے گا۔

سودخوروں کا دہرا جرم

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ (یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے) اس جملہ میں سودخواروں کی مذکورہ بالا سزا کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ان لوگوں نے دو جرم کئے۔ ایک تو بذریعہ سود کے حرام مال کھایا۔ دوسرے اس کو حلال سمجھا اور تجارتی کاروبار اور سودی لین دین کو یکساں قرار دیا۔ آج بھی جبکہ اس زمانہ میں سودی کاروبار کی کثرت ہے۔ یہی کہا جاتا ہے کہ سود اور بیع میں فرق ہی کیا ہے؟

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اس پرفتن دور میں ہمیں ہر طرح سے سود کے معاملات سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے عقائد خصوصاً سود کے معاملے میں قرآن و سنت کی تعلیم کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اسی کا رہا۔

وَاَحَلَّ	اللّٰهُ	الْبَيْعَ	وَحَرَّمَ	الرِّبٰوا	فَمَنْ	جَاۗءَهٗ	مَوْعِظَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	فَانْتَهٰى	فَلَهٗ	مَا سَلَفَ
حالانکہ حلال کیا	اللہ	تجارت	اور حرام کیا	سود	پس جس	پہنچے اس کو	نصیحت	سے	اس کا رب	پھر وہ باز آ گیا	تو اسکے لئے	جو ہو چکا

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا۔ اور جو شخص پھر سود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے

وَاَمْرُهٗٓ	اِلَى	اللّٰهِ	وَمَنْ	عَادَ	فَاُولٰۗىِٕكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اور اسکا معاملہ	طرف	اللہ	اور جو	پھر لوٹے	تو وہی	دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

بیع اور ربوا میں فرق

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (اللہ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا) معلوم ہوا کہ بحکم خداوندی بیع اور ربوا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ باقی سود خواروں کے اپنے استدلال میں یہ کہنا کہ جس طرح بیع میں نفع و زیادتی ہوتی ہے اسی طرح سود میں بھی نفع و زیادتی ہوتی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس کا جواب بعض علماء نے خوب لکھا ہے کہ سود خوروں کی اس استدلال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی یہ کہے کہ جیسے بیوی عورت ہے اس طرح ماں بھی عورت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بیوی تو حلال ہے اور ماں حرام ہے یا یوں کہنے کہ کتا بھی ایک جانور ہے اور بکری بھی جانور ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک حلال ہے دوسرا حرام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کتنی بے عقلی کی دلیل ہوگی کہ بیع بھی مثل ربوا کے ہے۔

توبہ تائب سے مواخذہ نہیں

فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ (پس جس کو اس کے پروردگار کی جانب سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ اس فعل حرام سے باز آ گیا یعنی سود لینا بھی چھوڑ دیا اور اُسے جائز ٹھہرانے سے بھی توبہ کر لی تو اب گذشتہ گناہ پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا)

معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا) یعنی اگر صدق نیت سے باز آیا ہے اور سود خواری سے سچی توبہ کی ہے تو اللہ اسکی جزا دے گا اور اگر کسی دنیوی مصلحت یا ظاہر داری کی بنا پر ریا کارانہ توبہ کی ہے تو اس کے مطابق معاملہ ہوگا۔

نصیحت کے باوجود حرام کا ارتکاب کرنیوالے اور سود کو حلال سمجھنے والوں کی سزا

آیت کے آخیر میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو شخص اس نصیحت کے بعد پھر اُسی فعل حرام اور قول کفر کی طرف رجوع کرے یعنی ربوا کی تحریم کے بعد بھی سود سے باز نہ آئے بلکہ سود لیتا رہے۔ تو ایسے لوگ جہنمی ہیں۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے جو جہنم میں ہمیشہ رہنے کا باعث ہے۔ فقہائے اُمت نے تصریح کی ہے کہ جو شخص سود کو حلال سمجھے وہ با اجماع اُمت کافر اور مرتد ہے اور اگر سود کو حلال نہیں سمجھتا مگر چھوڑتا بھی نہیں تو مسلمانوں کے امیر یا بادشاہ اسلام کے ذمہ ایسے شخص کو قید کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ کرے اور اگر کوئی اسی قسم کی جماعت یا جتھا ہے جن کا قید کرنا مشکل ہے تو بادشاہ اسلام کے ذمہ ایسی جماعت سے جہاد اور قتال واجب ہے۔ (معارف القرآن کاندھلوی)

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہمیں ہر طرح سے حرام سے بچنے اور حلال کو حاصل کرنے کا عزم و جزم نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيۡمٍ‏ ﴿۲۷۶﴾

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کے کام کرنے والے کو

یَمۡحَقُ	اللّٰهُ	الرِّبٰوا	وَيُرۡبِى	الصَّدَقٰتِ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	كُلَّ	كَفَّارٍ	اَثِيۡمٍ
مٹاتا ہے	اللہ	سود	اور بڑھاتا ہے	خیرات	اور اللہ	پسند نہیں کرتا	ہر ایک	ناشکرا	گنہگار

سود اور صدقہ میں فرق

اس آیت میں ایک دوسرے طرز پر صدقہ وخیرات کی ترغیب اور سود لینے کی ترہیب بیان فرمائی جاتی ہے۔ تاکہ اہل اسلام سود سے کامل طور پر بچیں اور صدقات وخیرات کی طرف راغب ہوں۔

یہاں اس آیت میں سود کے ساتھ صدقہ کا ذکر ایک خاص مناسبت سے لایا گیا ہے کہ سود اور صدقہ دونوں کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور اُن کے نتائج بھی متضاد ہیں اور عموماً ان دونوں کاموں کے کرنے والوں کی غرض اور نیت اور حالات وکیفیات بھی متضاد ہوتے ہیں۔

یہاں آیت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سود کے مٹانے اور صدقات کے بڑھانے کا مطلب کیا ہے؟ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ مٹانا اور بڑھانا آخرت کے متعلق ہے۔ اور اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ صدقہ کا بڑھانا اور سود کا مٹانا آخرت کے لئے تو ہے ہی مگر اس کے کچھ آثار دُنیا میں بھی مشاہد ہو جاتے ہیں۔ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے اور اہل تجربہ کے لئے بے شمار بیانات اس بات میں مشہور و معروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ پائیدار اور دیر تک باقی نہیں رہتا کہ جس کا فائدہ اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آ کر اس کو برباد کر دیتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا کے معنی یہ ہیں کہ سود کے مال میں سے نہ کوئی صدقہ وخیر خیرات مقبول ہے اور نہ حج وجہاد اور نہ کوئی صلہ رحمی مقبول ہے۔ یہ دنیا کی بربادی ہوئی کہ سود کے روپیہ کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے۔ اُسے اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ لے لیتا ہے پھر اُسے پال کر بڑا کرتا ہے جس طرح تم لوگ اپنے بچھیروں کو پالتے ہو اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا۔

صدقہ وخیرات میں اگرچہ ظاہراً مال کم ہوتا اور گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں مال بڑھتا ہے۔ اس لئے کہ صدقہ وخیرات سے جس قدر نکلتا ہے اس سے کہیں زائد اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے دیتا ہے اور برکت کی حقیقت یہ ہے کہ تھوڑے مال میں کام بہت نکل جائیں۔ سو یہ مشاہدہ ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے والوں کے مال میں بے شمار برکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کافر و گناہ گار ناپسند ہیں: یہ قوانین خداوندی بتلانے کے بعد آیت کے اخیر میں ارشاد ہوا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيۡمٍ یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو۔ کسی گناہ کا کام کرنے والے کو۔ گویا اس میں اشارہ فرما دیا کہ جو لوگ سود کو حرام ہی نہ سمجھیں بلکہ حلال جانیں وہ کفر میں مبتلا ہیں اور جو حرام سمجھنے کے باوجود عملاً اس میں مبتلا ہیں وہ گنہگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا اثر دونوں قسم کے لوگوں پر عذاب آخرت کی شکل میں ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع کامل ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی اُن کے لئے اُن کا ثواب ہوگا اُن کے

إِنَّ	الَّذِينَ آمَنُوا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَأَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَآتَوُا	الزَّكٰوةَ	لَهُمْ	أَجْرُهُمْ	عِنْدَ
بیشک	جولوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	نیک	اور اُنہوں نے قائم کی	نماز	اور ادا کی	زکوٰۃ	انکے لئے	ان کا اجر	پاس

رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

پروردگار کے نزدیک اور اُن پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے

رَبِّهِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ	يَحْزَنُونَ
ان کا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ وہ	غمگین ہوں گے

قرآن حکیم کا مخصوص اسلوب بیان

یہ طرز بیان قرآن کریم کے امتیازی اوصاف میں سے ہے کہ ایک نوع کے بیان کے بعد اس کی ضد کو کفر میں مبتلا ہونے والوں کے مقابلہ میں ایمان والوں کا اور بدکاروں کے مقابلہ میں نیکو کاروں کا اور سود خوروں کے مقابل زکوٰۃ وصدقات دینے والوں کا بیان کیا جاتا ہے تاکہ اچھے برے۔ حق ناحق کا صاف صاف اظہار ہو جائے اور ترغیب وترہیب اور انذار و بشارت بدرجۂ کامل حاصل ہو جائے۔

اس لئے سود خوروں کے مقابل اس پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

ایمان اور اعمال صالح والوں کے لئے بشارت

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے یعنی اپنے عقائد کو شریعت اسلامیہ اور قرآنی تعلیم کے موافق رکھا اور حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام سمجھا اور فرائض الٰہیہ کے پابند رہے بالخصوص نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور اجر و ثواب عطا فرمائیں گے اور ان کا کوئی عمل ضائع نہ جائے گا۔ اپنے پروردگار کے پاس وہ ہر نیک عمل کا ثواب جمع پائیں گے اور آخرت میں ان پر کوئی خطرہ واقع ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ خاطر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار اور مخلص و فرمانبردار بندوں کے لئے قرآن کریم میں متعدد جگہ یہ بشارت سنائی ہے اور وعدہ فرمایا ہے جو یہاں بھی دہرایا گیا ہے یعنی وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یعنی قیامت کے دن تمام دُکھ درد سے امن میں رہیں گے اور کوئی خوف وخطر اُن پر واقع نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے گا۔ برخلاف اس کے گذشتہ آیات میں سود خوروں اور نافرمانوں کے متعلق أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ. وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ فرمایا گیا یعنی وہ جہنمی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے یعنی مبغوض رکھتے ہیں ایسے کفر اور گناہ کرنے والوں کو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں قرآن کی عظمت عطا فرما اور اس ملک میں ہمیں قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرما۔

یا اللہ! جو اہل اسلام اس سود کے کاروبار میں مبتلا ہیں اُن کے دلوں کو ہدایت نصیب فرما اور سودی کاروبار کے بالکلیہ ترک کرنے کی اُنہیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ دین کی طرف سے اُن کی آنکھیں کھول دے۔ اور اُن کو دین و دُنیا کی تباہی و بربادی سے بچالے۔ آمین وَآخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اُس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم نہ کرو گے تو

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَذَرُوْا	مَا بَقِيَ	مِنَ	الرِّبٰوٓا	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	فَاِنْ	لَّمْ تَفْعَلُوْا
اے	جو ایمان لائے (ایمان والے)	تم ڈرو	اللہ	اور چھوڑ دو	جو باقی رہ گیا	سے	سود	اگر	تم ہو	ایمان والے	پھر اگر	تم نہ چھوڑو گے

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔ اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

فَاْذَنُوْا	بِحَرْبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَاِنْ	تُبْتُمْ	فَلَكُمْ	رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ	لَا تَظْلِمُوْنَ	وَلَا تُظْلَمُوْنَ
تو خبردار ہو جاؤ	جنگ کیلئے	سے	اللہ	اور اس کا رسول	اور اگر	تم نے توبہ کرلی	تو تمہارے لئے	تمہارے اصل زر	نہ تم ظلم کرو	اور نہ تم پر ظلم کیا جائیگا

شانِ نزول: دو قبیلوں کے قبل از اسلام کئے گئے سودی لین دین کا فیصلہ

ان دونوں آیات زیرِ تفسیر کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایامِ جاہلیت میں عرب میں قبیلہ بنو ثقیف سودی کاروبار میں سب سے زیادہ معروف تھا اور اسی قبیلہ نے بحالت کفر کہا تھا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ جب ۹ ہجری میں یہ مسلمان ہو گئے اور ایک دوسرا قبیلہ بنو مغیرہ ان کا حریف تھا وہ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سودی کاروبار تو سب ہی نے چھوڑ دیا تھا لیکن پچھلے معاملات میں بنو ثقیف کی سود کی رقم بنو مغیرہ کے ذمہ لازم تھی انہوں نے اپنا بقایا سود کا مطالبہ بنو مغیرہ سے کیا۔ بنو مغیرہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم سود ادا نہیں کریں گے کیونکہ سود کا جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے یہ جھگڑا مکہ میں پیش آیا اور مقدمہ امیر مکہ کی عدالت میں پیش ہوا چونکہ سابق معاملہ کی رقم سود کا مسئلہ اس وقت تک قرآن پاک میں صاف مذکور نہ تھا اس لئے امیر مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ عریضہ لکھا اور اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا فیصلہ کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ عریضہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ ان آیات میں نازل فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایا رقم کا لین دین بھی جائز نہیں۔ چنانچہ سب حضرات صحابہؓ نے یہ قرآنی حکم سن کر اس کے مطابق اپنے مطالبات بھی چھوڑ دیئے۔

یہاں اس بقایا سود کے چھوڑ دینے کے حکم کو يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ سے شروع کیا گیا ہے جس میں خوف خدا کا حوالہ دے کر سود چھوڑنے کے حکم کو آسان کرنے کی تدبیر فرمائی گئی۔

سود نہ چھوڑنے پر وعید

پھر بقایا سود چھوڑ دینے کے حکم کے بعد بطور تاکید شدید کے فرمایا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مسلمان ہو) جس میں صاف اشارہ اس طرف ہو گیا کہ سود کی پچھلی رقم بھی وصول کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اس کے بعد اس حکم کی ممانعت کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ یہ ایسی وعید شدید ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم و گناہ پر ایسی وعید کہیں قرآن و حدیث میں نہیں۔ جس سے سود خواری کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوا۔

اس سلسلہ کی چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جو سود کا ایک درہم کھاتا ہے۔ وہ چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جو گوشت مال حرام سے بنا ہو اُس کے لئے آگ ہی زیادہ مستحق ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مسلمان کی آبروریزی سود سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں سود جیسی وباء سے محفوظ فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ‌ ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ‏ ۝

اور اگر تنگدست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور یہ کہ معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو خبر ہو

وَاِنۡ	كَانَ	ذُوۡ عُسۡرَةٍ	فَنَظِرَةٌ	اِلٰى	مَيۡسَرَةٍ	وَاَنۡ	تَصَدَّقُوۡا	خَيۡرٌ	لَّـكُمۡ	اِنۡ	كُنۡتُمۡ	تَعۡلَمُوۡنَ
اوراگر	ہو	تنگدست	تو مہلت	تک	کشادگی	اوراگر	تم بخش دو	بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے

تنگدست مقروض پر نرمی کرنا

گذشتہ آیت میں بتایا سود کی رقم وصول کرنے کی جب ممانعت ہوگئی تو بعض قرض دینے والوں نے اپنی اصلی رقم کی واپسی کا سخت مطالبہ شروع کیا اور اپنے قرضداروں کو مہلت نہ دیتے اور کہتے جب ہم نے سود چھوڑ دیا تو اصل قرض کے وصول کرنے میں کیوں مہلت دیں اور کیوں اپنی اصلی رقم کا سختی کے ساتھ مطالبہ نہ کریں۔ اُس وقت پہلی آیت زیر تفسیر نازل ہوئی اور اہل اسلام کو تلقین کی گئی کہ اگر مقروض تنگ دست ہو اور فوری طور پر تمہارا راس المال واپس نہ کر سکتا ہو تو اُسے کچھ مہلت دے دو۔ اور جب وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو جائے اُس وقت اُس سے اپنا حق وصول کرلو۔ گویا اس میں پہلے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے میں نرمی برتنے کی تلقین فرمائی اور پھر مزید اصلی مطالبہ ہی سے دست بردار ہو جانے کی ترغیب دی گئی اور بتلایا گیا کہ اگر مقروض اتنا غریب ہو کہ قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو تم اُسے معاف کر دو۔ اس طرح تمہیں اور زیادہ ثواب ملے گا یعنی مہلت دینے کی نسبت اس میں زیادہ ثواب ہے۔

نرمی کرنے کی دو صورتیں

یہاں یہ تو وجوبی حکم ہے کہ اگر کوئی قرضدار تنگ دست ہو اور اصل مال فوراً ادا نہ کر سکتا ہو تو اُس کو کچھ مدت کے واسطے مہلت دینی چاہئے کہ اس کو مال میسر آجائے اور وہ فراخ وسعت ہو جائے۔ اور جب اُن کو گنجائش ہو جائے تو مطالبہ کی اجازت ہے۔ دوسرا حکم قرض دینے والوں کو استحبابی ہے اور وہ یہ کہ مقروض کو عسرت کی وجہ سے اگر قرض بالکل معاف ہی کر دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ یعنی کسی تنگدست قرضدار کو قرض کے مطالبہ سے سبکدوش کر دینا یہ بہت ہی باعث اجر و ثواب ہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ غریبوں' مسکینوں' ناداروں اور مجبور الحال لوگوں کے ساتھ رحم و کرم اور غمخواری و ہمدردی کا معاملہ کیا جائے اور نادار مقروض کو مہلت دی جائے جب تک کہ اس میں گنجائش ادائیگی کی ہو۔

تنگدست پر نرمی کرنے والے کی فضیلت

احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی قرضدار کو مہلت دینے اور قرض معاف کر دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص قیامت کے دن خدا کے عرش کا سایہ چاہتا ہو وہ یا تو تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مفلس مدیون کو مہلت دے گا تو اس کو ہر روز اتنی رقم کا صدقہ کا ثواب ملیگا جتنی اس مدیون کے ذمہ واجب ہے اور یہ حساب میعاد قرض پورا ہونے سے پہلے مہلت دینے کا ہے اور جب میعاد قرض پوری ہو جائے اور وہ شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اُس وقت اگر کوئی مہلت دیگا تو اس کو ہر روز اس کی دُگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دُعا قبول ہو یا اُس کی مصیبت دور ہو تو اس کو چاہیے کہ تنگ دست مدیون کو مہلت دیدے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ہر طرح کے سودی معاملہ سے دُنیا میں بچنا نصیب فرمائیں اور ضرورتمندوں اور حاجتمندوں کی صدقات و خیرات سے امداد کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور اُس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اُس کا کیا ہوا پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا

وَاتَّقُوْا	يَوْمًا	تُرْجَعُوْنَ	فِيْهِ	اِلَى اللّٰهِ	ثُمَّ	تُوَفّٰى	كُلُّ نَفْسٍ	مَا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ
اور تم ڈرو	وہ دن	تم لوٹائے جاؤ گے	اس میں	اللہ کی طرف	پھر	پورا دیا جائیگا	ہر شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	ظلم نہ کیے جائینگے

آخرت کی پیشی کیلئے تیار رہو:

جو احکام بسلسلہ ربٰوا اور قرض یہاں تک بیان ہوئے ان کو اس آیت پر ختم فرمایا جاتا ہے۔

تم پیشی کے لئے اپنی کارگذاری درست رکھو اور کسی قسم کی خلاف ورزی مت کرو۔ گویا جو احکام وقوانین سود یا قرض سے متعلق یہاں تک بیان ہوئے اُن کو بیان کر کے قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی اعمال کے حساب اور آخرت کے عذاب وثواب ذکر کر کے مسلمانوں کے دلوں اور ذہنوں کو ان قوانین واحکام پر خوشی سے عمل پیرا ہونے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا وہ خاص طرز ہے جس میں وہ دنیا بھر کے قانون کی کتابوں سے ممتاز ہے۔ ایک انسان کی نظر میں جب دنیا و مافیہا کا زوال اور فنا بیٹھ جائے۔ اور آخرت کی طرف سب کا رجوع کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہونا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا اور بلآخر جزا وسزا کا ملنا اس کے دل میں جم جائے تو وہ کبھی احکام خداوندی اور کلام الٰہیہ کی خلاف ورزی قصداً دلیرانہ اور بے باکانہ ہرگز نہیں کر سکتا اسلئے ایک دُنیا کے حریص اور دلدادہ کو ہوش میں لانے کا مؤثر علاج سوائے آخرت کی یاد کے اور کچھ نہیں تو اس خاتمہ کی آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر تم مفلس قرض دار کو قرض کے بار سے سبکدوش کر دو گے تو اُمید رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کرنے میں جو تم سے تساہل ہو گیا ہے۔ یا تم ادا نہ کر سکے ہو۔ یا نسیان ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو معاف فرما دیں گے۔ تم اگر اپنے حقوقِ واجبہ سے مخلوق سے دست بردار ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حقوق تم سے معاف فرما دیں گے۔ ورنہ تم کو کیا حق ہے کہ مخلوق خدا سے اپنے حق تو وصول کرو اور خدا کے حقوق ادا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حقوقِ واجبہ سے اپنی مخلوق سے دست بردار ہو جانے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں تا کہ قیامت میں حق تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے حقوق کی معافی ہم کو عطا فرما دیں آمین۔

خاصیت قرآن کریم کی سب سے آخری آیت

بعض روایت سے ثابت ہے کہ پورے قرآن کریم میں سب سے آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہی آیت ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد ایک روایت کے مطابق نو راتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی میں رہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت ہے۔ اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور اس کے اکتیس روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں جملہ قرآنی احکام وہدایات کی پابندی ہر حال میں ظاہراً اور باطناً نصیب فرما اور ہر معاملہ میں آخرت کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں دُنیا میں اُن اعمال کی توفیق عطا فرما دے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا وخوشنودی اور مغفرت ورحمت کے حصول کا ذریعہ بن جائیں اور اُن اعمال سے کامل طور پر بچالے کہ جو قیامت میں آپ کے ناراضگی اور غصہ وغضب کا سبب ہوں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ

اے ایمان والو! جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔ اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں کوئی لکھنے والا

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	تَدَايَنْتُمْ	بِدَيْنٍ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	فَاكْتُبُوْهُ	وَلْيَكْتُبْ	بَّيْنَكُمْ	كَاتِبٌ
اے	وہ جو کہ	ایمان لائے	جب	تم معاملہ کرو	اُدھار کا	تک	ایک مدت	مقررہ	تو اسے لکھ لیا کرو	اور چاہئے کہ لکھے	تمہارے درمیان	کاتب

بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ

انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے۔

	بِالْعَدْلِ	وَلَا يَاْبَ	كَاتِبٌ	اَنْ يَّكْتُبَ	كَمَا	عَلَّمَهُ	اللّٰهُ	فَلْيَكْتُبْ	
	انصاف سے	اور نہ انکار کرے	کاتب	کہ وہ لکھے	جیسے	اس کو سکھایا	اللہ	چاہئے کہ لکھ دے	

امور معاشرت تمدن کی تکمیل

یہ پوری آیت جس کے صرف ایک حصہ کی تفسیر اس درس میں ہے قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی آیت ہے۔ اس پوری آیت میں دین یعنی اُدھار کے لین دین کے احکام۔ اس کی کتابت اور اس پر شہادت وغیرہ کے احکام مذکور ہیں۔ گویا اس آیت میں امور معاشرت اور تمدن کی تکمیل۔ باہمی صلح اور میل ملاپ۔ دیانت اور سچائی اور بندوں کی مصالحت کا ایک بے بہا خزانہ مضمر ہے جو دنیا کا کوئی قانون آج تک پیش نہ کر سکا۔ نہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ کمالات شریعت اسلامیہ ہی کے احکامات میں ہیں۔ مگر اس بدنصیبی کو کیا کہیے کہ جو آج خود مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کو اس کی قدر و منزلت نہیں اور اتباع شریعت سے جس کا نام از روئے حقارت "ملاپن" رکھ لیا ہے دور بھاگتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

اُدھار لین دین کے اصول وضوابط

آیت کے اس جزو سے ایک وقت مقررہ کے لئے ادھار کرنے کے معاملہ کا جواز بیان کیا گیا۔ آیت میں اُدھار کے معاملہ کے لکھنے کا جو حکم ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ لکھنا مستحب ہے۔ فرض و واجب کے درجہ میں نہیں۔ اس لئے اگر کوئی نہ لکھے لکھاوے تو گنہگار نہیں۔ یہ حکم لکھنے کا استحبابی ہے۔

(۱) جب آپس میں اُدھار کا کوئی معاملہ کسی معین مدت کے لئے کیا جائے تو اسکو لکھ لیا جائے۔

(۲) جب اُدھار کا معاملہ کیا جائے تو اُس کی میعاد ضرور مقرر کی جائے۔ غیر معین مدت کے لئے اُدھار لینا دینا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑے فساد کا دروازہ کھلتا ہے۔

(۳) کاتب یعنی اُدھار کا معاملہ لکھنے والے کو ہدایت کی گئی کہ انصاف کے ساتھ غیر جانبدار ہو کر لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ یہ کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت بھی استحباب کے درجہ میں ہے۔ اس واسطے اگر کاتب لکھنے پر اُجرت لے تو جائز ہے۔ بقیہ احکام اگلے درس میں ان شاء اللہ بیان ہونگے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ

اور وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے۔ پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا

وَلْيُمْلِلِ	الَّذِىْ	عَلَيْهِ الْحَقُّ	وَلْيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ	وَلَا	يَبْخَسْ	مِنْهُ	شَيْـًٔا	فَاِنْ	كَانَ	الَّذِىْ
اور لکھاتا جائے	وہ جو	اس پر حق	اور ڈرے	اللہ	اپنا رب	اور نہ	کم کرے	اس سے	کچھ	پھر اگر	ہے	وہ جو

عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ

وہ اگر خفیف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے۔

عَلَيْهِ الْحَقُّ	سَفِيْهًا	اَوْ	ضَعِيْفًا	اَوْ	لَا يَسْتَطِيْعُ	اَنْ	يُّمِلَّ هُوَ	فَلْيُمْلِلْ	وَلِيُّهٗ	بِالْعَدْلِ
اس پر حق	بے عقل	یا	کمزور	یا	قدرت نہیں رکھتا	کہ	لکھائے وہ	تو چاہیے کہ لکھائے	اسکا سرپرست	انصاف سے

اس آیت کے کچھ حصے کی تفسیر مکمل بیان ہو چکی اب آیت کے اس حصے میں کچھ مزید مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

دستاویز کی کتابت کا ذمہ دار

(۴) دستاویز کی کتابت اُس شخص کے ذمہ ہے کہ جسکے ذمہ اُدھار ہے۔

خفیف العقل کے ساتھ معاملہ کا طریقہ:

(۵) اگر ادھار کا معاملہ کسی خفیف العقل سے ہے یعنی ادھار لینے والا اگر مجنون ہے کہ جو نیم پاگل ہو یا نابالغ بچہ ہو یا بہت بوڑھا ہو جو سٹھیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اُن کی طرف سے اُن کے ولی یا سرپرست یا وکیل ومختار کو انصاف کے ساتھ معاملہ لکھنے یا لکھا دینے کا حکم دیا گیا۔ ان لوگوں کیلئے ایسے معاملات شرعاً صحیح ونافذ ہونے کیلئے ولی شرعی کی اجازت درکار ہے۔ الحاصل چونکہ یہ لین دین کا معاملہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ہر اُس امر کی تعلیم دی جا رہی ہے جو حقوق العباد کی خاطر خواہ ادائیگی میں معین ہو۔ اس سے حقوق العباد کی اہمیت بھی ظاہر ہے کہ جس کی تکمیل کے لئے حق تعالیٰ آداب و احکام تعلیم فرما رہے ہیں۔ اب آیت کے اس جزو میں تو ایسے معاملات میں لکھنے لکھوانے کے اہم اصول بیان تھے۔ آگے آیت کے دوسرے جزو میں بتلایا گیا کہ دستاویز کی صرف تحریر کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں اور اس سلسلہ میں ضابطہ شہادت کے چند اہم اصول بتلائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ! مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے قلوب کو ایمان وتقویٰ کے نور سے منور فرما۔ حق تعالیٰ ہمیں ان قرآنی ہدایات کی قدر ومنزلت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ

اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کرلیا کرو۔ پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو

وَاسْتَشْهِدُوْا	شَهِيْدَيْنِ	مِنْ	رِّجَالِكُمْ	فَاِنْ	لَّمْ يَكُوْنَا	رَجُلَيْنِ	فَرَجُلٌ	وَّامْرَاَتٰنِ	مِمَّنْ
اور گواہ کرلو	دو گواہ	سے	اپنے مرد	پھر اگر	نہ ہوں	دو مرد	تو ایک مرد	اور دو عورتیں	سے۔ جو

تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى

تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی بھول جائے تو اُن میں سے ایک دوسرے کو یاد دلا دے۔

تَرْضَوْنَ	مِنَ	الشُّهَدَآءِ	اَنْ	تَضِلَّ	اِحْدٰىهُمَا	فَتُذَكِّرَ	اِحْدٰىهُمَا	الْاُخْرٰى	
تم پسند کرو	سے	گواہ (جمع)	اگر	بھول جائے	ان میں سے ایک	تو یاد دلا دے	ان میں سے ایک	دوسری	

گواہ سے متعلق چند مسائل

گواہی اور شہادت کے احکام میں بہت کچھ تفصیل ہے لیکن چند خاص باتیں جو آیت مذکورہ اور مسئلہ شہادت سے متعلق ہیں وہ یہاں بیان کی جاتی ہیں۔ (۱) یہاں جو دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بنانے کا حکم ہے۔ یہ حکم استحبابی ہے۔

زنا کی شہادت میں چار مردوں کی گواہی ضروری ہے

(۲) سوائے شہادت زنا کے ہر امر کی شہادت کے لئے دو ثقہ مسلمانوں کی گواہی کافی ہے۔ البتہ زنا کی شہادت کے لئے چار مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ کیونکہ زنا کا تعلق مرد و عورت دونوں سے ہے اس لئے چار آدمیوں کی گواہی ضروری ہوئی گویا دو گواہ مرد کے زنا کے لئے اور دو گواہ عورت کے زنا کے لئے۔

بقیہ حدود میں دو مردوں کی گواہی کافی

(۳) سوائے زنا کے حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی کافی ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ عورت نہ ہو کیونکہ حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

(۴) باقی ان کے سوا تمام معاملات میں خواہ مالی ہوں یا غیر مالی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی کی دیانت وایمانداری کی توفیق نصیب فرمادیں۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی امراض سے بچائیں۔ یا اللہ! ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْــَٔـــمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ

اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب بلائے جایا کریں۔ اور تم اس کے لکھنے سے اُکتایا مت کرو خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو

وَلَا يَأْبَ	الشُّهَدَآءُ	اِذَا	مَا دُعُوْا	وَلَا	تَسْــَٔـــمُوْٓا	اَنْ	تَكْتُبُوْهُ	صَغِيْرًا	اَوْ	كَبِيْرًا	اِلٰٓى	اَجَلِهٖ
اور نہ انکار کریں	گواہ	جب	وہ بلائے جائیں	اور نہ	سستی کرو	کہ	تم لکھو	چھوٹا	یا	بڑا	تک	ایک میعاد

گواہوں کی ذمہ داری

(۱) شرعاً اصل مدار ثبوت دعویٰ یہی گواہ ہیں۔ گو دستاویز نہ ہو اور خاص دستاویز بدون گواہوں کے ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں۔ دستاویز لکھنا صرف یادداشت کی آسانی کے لئے ہے کہ اس کا مضمون دیکھ کر یا سن کر طبعی طور پر اکثر تمام واقعہ یاد آجاتا ہے۔ (بیان القرآن)

(۲) گواہوں میں یہ صفات ہونا چاہئیں۔ اسلام۔ عقل۔ بلوغ۔ آزادی (یعنی غلام نہ ہونا)۔ عدالت یعنی بوجہ دین داری کے معتبر ہونا۔ (بیان القرآن)

(۳) گواہ بننے کے لئے بلانے پر چلا جانا مستحب ہے۔ البتہ گواہ بن جانے کے بعد گواہی ادا کرنے کے لئے جانا یہ بعض صورتوں میں فرض ہے۔

(۴) کاتب یا گواہ کو تکلیف دینا یا ضرر پہنچانا حرام ہے۔

اسلام کا مثالی نظامِ عدالت

اس آیت مذکورہ کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عدالت میں جس طرح گواہ کو گواہی دینے پر مجبور کیا ہے۔ اور گواہی چھپانے کو سخت گناہ قرار دیا ہے اسی طرح اس کا بھی انتظام کیا کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ اسی دوطرفہ احتیاط کا یہ اثر تھا کہ ہر معاملہ میں سچے اور بے غرض گواہ مل جائیں اور فیصلے جلد اور آسان ہو جائیں۔ آج کی دُنیا نے اس قرآنی اصول کو نظر انداز کر دیا ہے تو سارا نظام عدالت برباد ہو گیا۔ واقعہ کے سچے اور اصلی گواہ ملنا تقریباً مفقود ہو گیا۔ ہر شخص گواہی سے جی چرانے پر مجبور ہو گیا وجہ یہ کہ جس کا نام گواہی میں آ گیا اگر معاملہ پولیس اور فوجداری کا ہے تو روز وقت بیوقت تھانیدار صاحب اس کو بلا بھیجتے ہیں۔ دیوانی عدالتوں میں بھی گواہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے جیسے یہ کوئی مجرم ہے۔ پھر روز روز مقدمہ کی پیشیاں بدلتی ہیں۔ گواہ بیچارہ اپنے کاروبار مزدوری اور ضروریات چھوڑ کر آنے پر مجبور ہے ورنہ گرفتار کیا جائے۔ اس لئے کہ شریف کاروباری آدمی کسی معاملہ کا گواہ بننا اپنے لئے ایک عذاب سمجھتے ہیں۔ صرف پیشہ ور گواہ ملتے ہیں جس کے ہاں جھوٹ سچ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم نے ان بنیادی ضروریات کو اہمیت کے ساتھ بتلا کر ان تمام خرابیوں کا انسداد فرمایا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور تمدن و معاشرت کی جو تعلیم اس آیت میں دی گئی ہے اس پر ہمیں عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو

ذٰلِكُمْ	اَقْسَطُ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاَقْوَمُ	لِلشَّهَادَةِ	وَاَدْنٰٓى	اَلَّا	تَرْتَابُوْٓا	اِلَّآ اَنْ	تَكُوْنَ	تِجَارَةً
یہ	زیادہ انصاف	اللہ کے نزدیک	اور زیادہ مضبوط	گواہی کے لئے	اور زیادہ قریب	کہ نہ	شبہ میں پڑو	سوائے کہ	ہو	سودا

حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ

جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ اور خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو۔

حَاضِرَةً	تُدِيْرُوْنَهَا	بَيْنَكُمْ	فَلَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	وَاَشْهِدُوْٓا	اِذَا	تَبَايَعْتُمْ
حاضر (ہاتھوں ہاتھ)	جسے تم لیتے رہتے ہو	آپس میں	تو نہیں	تم پر	کوئی گناہ	کہ تم وہ نہ لکھو	اور تم گواہ کر لو	جب	تم سودا کرو

معاملات کے لکھ لینے کا فائدہ:

گزشتہ درس میں گواہ بنانے اور معاملہ لین دین کو لکھنے کا حکم دیا گیا اب آگے مزید فرمایا گیا کہ یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم معاملہ کے متعلق کسی شبہ میں نہ پڑو اس لئے لکھ ہی لینا اچھا ہے مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست رکھنے والا ہے۔ جس کو تم باہم لیتے دیتے ہو تو اسکے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام اور مضرت نہیں اور اتنا اس میں بھی ضرور کیا کرو کہ اس کے خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو۔

نقد معاملہ ہو تو لکھنا ضروری نہیں ہے:

یعنی اگر سوداگری کا معاملہ دست بدست ہو جنس کے بدلے جنس یا نقد کی طرح معاملہ ہو مگر ادھار کا قصہ نہ ہو تو اب نہ لکھنے میں گناہ نہیں مگر گواہ بنا لینا اس وقت بھی چاہئے کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی نزاع آئندہ پیش آئے تو کام آئے اور لکھنے والا اور گواہ نقصان نہ کرے یعنی مدعی اور مدعی علیہ میں سے کسی کا بھی نقصان نہ کرے بلکہ جو حق واجبی ہو وہ ہی ادا کریں۔ (تفسیر عثمانی)

بیع کرتے وقت گواہ قائم کر لینا بہتر ہے

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ: یعنی جب تم باہم خرید و فروخت کرتے ہو تو ایسے موقع پر گواہی کرا لینا بہتر ہوگی۔ یہاں گواہی کرا لینے کا جو حکم ہے یہ وجوب کے لئے نہیں صرف استحباب کیلئے ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں جملہ حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور خصوصاً لین دین کے معاملے میں دیانت و امانت سے کام لینے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ! ہمیں صدق دل سے اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمارے لئے اپنے پیارے مذہب اسلام پر چلنا آسان بنا دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ

اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے۔ اور نہ کسی گواہ کو۔ اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو تعلیم فرماتا ہے۔

وَلَا يُضَآرَّ	كَاتِبٌ	وَّلَا	شَهِيْدٌ	وَاِنْ	تَفْعَلُوْا	فَاِنَّهٗ	فُسُوْقٌ	بِكُمْ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَيُعَلِّمُكُمُ	اللّٰهُ
اور نہ تکلیف دی جائے	لکھنے والے	اور نہ	گواہ کو	اور اگر	تم کرو گے	تو بیشک یہ	گناہ	تم پر	اور تم ڈرو	اللہ	اور سکھاتا ہے	اللہ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ	
اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔	اور اللہ	ہر چیز	جاننے والا	

لکھنے والے اور گواہ کو ہدایت:

یہاں گواہ اور کاتب کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ جس طرح ہم نے اُوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ کتابت اور شہادت سے انکار نہ کریں اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو اس میں گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور جن کاموں سے اُس نے منع کر دیا ہے وہ مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو احکام مفیدہ کی تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں تو وہ مطیع اور عاصی کو بھی جانتے ہیں۔ ہر ایک کو مناسب جزا دیں گے۔

ڈر اور اسکی حکمت:

آیت کے اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ فرما کر (یعنی ڈرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اصول سیکھ کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے) آیت کا خاتمہ خوف خداوندی پر کیا جیسا کہ قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔

پوری آیت کے احکام کا خلاصہ:

الغرض قرض سے متعلق پوری آیت کے احکام کا خلاصہ مندرجۂ ذیل دفعات ہیں۔

۱- جب کسی میعاد کے لئے لین دین کیا جائے تو اُس کے لئے لکھا پڑھی اور گواہی ہونا چاہیے۔

۲- اگر کوئی فریق نابالغ یا ناسمجھ ہو تو اس کا کارندہ یا ولی اس کام یعنی کتابت و شہادت کا انجام دے۔

۳- کاتب دیانتداری کے ساتھ اپنا فرض انجام دے۔

۴- گواہی دینے سے انکار نہ کرنا چاہئے اور شہادت کو چھپانا حرام ہے۔

۵- اس کا بندوبست کرنا چاہئے کہ کاتب یا گواہ کو اہل معاملہ نقصان نہ پہنچا سکیں۔

۶- گواہی کے لئے اگر دو مرد معتبر سلیقہ کے دستیاب نہ ہو سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر حال میں امانت اور سچائی پر قائم رکھنا اور شہادت کی اہمیت جو قرآن پاک نے بتلائی ہے اس پر ہمیں عمل پیرا ہونے کا عزم و ہمت نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں ہیں جو قبضہ میں دی جائیں اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے

وَاِنْ	كُنْتُمْ	عَلٰى	سَفَرٍ	وَّلَمْ	تَجِدُوْا	كَاتِبًا	فَرِهٰنٌ	مَّقْبُوْضَةٌ	فَاِنْ	اَمِنَ	بَعْضُكُمْ	بَعْضًا
اور اگر	تم ہو	پر	سفر	اور نہ	تم پاؤ	کوئی لکھنے والا	تو گروی رکھنا	قبضہ میں	پھر اگر	اعتبار کرے	تمہارا کوئی	کسی کا

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے۔

فَلْيُؤَدِّ	الَّذِى	اؤْتُمِنَ	اَمَانَتَهٗ	وَلْيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ
تو چاہئے کہ لوٹا دے	جو شخص	امین بنایا گیا	اس کی امانت	اور ڈرے	اللہ	اپنا رب

تحریری دستاویز کے علاوہ اطمینان کی ایک اور صورت:

سابقہ درس میں لین دین کے لکھنے اور گواہ بنانے کا ذکر تھا۔ اس آیت میں اطمینان کی ایک دوسری صورت کا اظہار کیا گیا ہے یعنی قرض لینے کے لئے کسی چیز کا رہن رکھ دینا۔

رہن کا مطلب

رہن اُردو زبان میں بھی عام استعمال ہوتا ہے۔ جس کو گروی رکھ دینا بھی کہتے ہیں یعنی قرض کے سلسلہ میں ضمانت کے طور پر قرض خواہ کو کچھ دے دینا۔ مثلاً زیور۔ مکان۔ جائیداد۔ ہتھیار وغیرہ۔ جمہور علمائے مفسرین کے نزدیک رہن رکھنا سفر و حضر دونوں میں جائز ہے۔ لیکن اس کی ضرورت اکثر سفر میں زیادہ ہوتی ہے جہاں نہ کاتب ملتا ہے۔ نہ گواہ تو اطمینان کے لئے کوئی چیز رہن رکھ دی جاتی ہے۔ رہن کے متعلق یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ شریعت اسلامیہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتی رہن صرف ضمانت کی حد تک رکھا جاسکتا ہے۔

رہن رکھنے کا طریقہ و مسائل

معاملات دین کے سلسلہ میں اس آیت میں آخری ہدایات دی گئی ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ اگر حالتِ سفر میں تم کسی سے معاملہ بالدین کرو اور دستاویز لکھنے والا نہ مل سکے تو پھر جس کے ذمہ حق ہے اُس سے کوئی چیز مثلاً زیور۔ ہتھیار وغیرہ رہن رکھ لو تا کہ تمہیں اطمینان ہو جائے اور اپنے حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ یہاں آیت میں سفر کی قید اتفاقی ہے کوئی سفر میں یہ احتمال قوی ہے کہ کاتب میسر نہ آسکے۔ اس لئے رہن رکھنا حالت سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حضر میں بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر لکھنے والا بھی مل جائے تو بھی رہن رکھنا اور قرض لینا جائز ہے۔ پھر ہدایت دی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو امین سمجھ کر اُس سے اُدھار کا معاملہ کرتا ہے اور اس سے کسی قسم کی دستاویز نہیں لیتا۔ بلکہ اس کی امانت و دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے معاملہ کرے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے اور خدا سے ڈرے۔ نہ اُس کے حق میں کمی کرے نہ ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ: دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے کن کن موقعوں پر خوف خدا کی تاکید کی ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی پر کتنا زور دیا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر معاملہ میں قرآنی احکام کے اتباع کی توفیق مرحمت فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝

اور شہادت کا اخفا مت کرو۔اور جو شخص اُس کا اخفا کرے گا اُس کا قلب گنہگار ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں۔

وَلَا تَكْتُمُوا	الشَّهَادَةَ	وَمَنْ	يَكْتُمْهَا	فَإِنَّهُ	آثِمٌ	قَلْبُهُ	وَاللَّهُ	بِمَا	تَعْمَلُونَ	عَلِيمٌ
اور تم نہ چھپاؤ	گواہی	اور جو	اسے چھپائے گا	تو بیشک	گنہگار	اس کا دل	اور اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	جاننے والا

سچی گواہی چھپاؤ نہیں اور جھوٹی گواہی دو نہیں

ایک صحت مند معاشرہ کیلئے لازمی ہے کہ اس کا ہر فرد سچی گواہی دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہے۔یہاں شہادت کو نہ چھپانے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور شہادت کا اخفاء دو طرح سے ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے۔دوسرے یہ کہ غلط بیان کرے۔دونوں صورتوں میں اصلی واقعہ مخفی ہو گیا اور دونوں صورتیں حرام ہیں۔شریعت کی نگاہ میں گواہی چھپانا اور جھوٹی گواہی دینا دونوں سخت ترین جرم ہیں۔

گواہی سے متعلقہ ہدایات و تعلیمات

۱-جب کسی حقدار کا حق بدون شہادت کے ضائع ہونے لگے اور وہ خود درخواست بھی شہادت دینے کی کرے۔اُس وقت ادائے شہادت سے انکار حرام ہے (بیان القرآن)

۲-چونکہ ادائے شہادت واجب ہے لہٰذا اس پر اُجرت لینا جائز نہیں۔البتہ آمد و رفت کا خرچ اور خوراک بقدر حاجت صاحب معاملہ کے ذمہ ہے۔اور اگر زیادہ آ جائے تو بقیہ واپس کر دے (بیان القرآن)

۳-گواہی کے چھپانے پر دل کو یہاں اس لئے گنہگار فرمایا کہ کوئی شخص اس کو خالی زبان ہی کا گناہ نہ سمجھ لے کیونکہ اول ارادہ تو دل ہی سے ہوا ہے (بیان القرآن) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی دینا تو کبیرہ گناہوں میں بدتر گناہ ہے مگر اخفائے شہادت بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

نیز گواہی نہ چھپانے کا یہ حکم تمام قانونی معاملات کے لئے عام ہے مثلاً نکاح' مہر' وصیت وغیرہ صرف رہن کے معاملہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور اس گناہ کبیرہ سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔آج آپ اپنی عدالتوں کا حال دیکھ لیجئے کہ کس طرح گناہ کبیرہ علانیہ اور بے دھڑک سرزد ہوتا ہے۔اور تھوڑے سے دُنیا کے لالچ میں جیسی چاہے گواہی دلوا لیجئے۔اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

الغرض یہاں جتنی بھی ہدایات دی گئی ہیں سب سے مقصد کائنات انسانی کے حقوق کا تحفظ لوازم تمدن کی تکمیل۔اخلاق فاضلہ کی تعلیم اور کسی کے حق تلفی نہ ہونے دینے کی تلقین مقصود ہے تاکہ عالم میں فتنہ فساد جنگ و جدال۔بے ایمانی و بددیانتی پیدا نہ ہو اور تمہارے بڑے چھوٹے اپنے اپنے حقوق کے ساتھ رہیں۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ :تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا بخوبی جاننے والا ہے خواہ تم گواہی چھپا کر گناہ کا عمل کرو یا حق کی گواہی دیکر نیکی کا عمل کرو ہر ایک اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور اپنے اسی علم کامل کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کو دیانت و امانت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔خصوصاً اخفائے شہادت یا تبدیلی شہادت کے جرم سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی' قلبی و جسمانی ہر طرح کے گناہ سے بچنا نصیب فرما۔اور ہر حال میں اپنے علیم و خبیر ہونے کا استحضار نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ

اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب

لِلّٰهِ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَاِنْ	تُبْدُوْا	مَا	فِیْۤ	اَنْفُسِكُمْ	اَوْ	تُخْفُوْهُ	یُحَاسِبْكُمْ	بِهِ
اللہ کیلئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور اگر	تم ظاہر کرو	جو	میں	تمہارے دل	یا	تم اسے چھپاؤ	تمہارے حساب لیگا	اس کا

اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾

لیں گے۔ پھر جس کے لیے منظور ہوگا بخش دیں گے۔ اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

اللّٰهُ	فَیَغْفِرُ	لِمَنْ	یَّشَآءُ	وَیُعَذِّبُ	مَنْ	یَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰی	كُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرٌ	
اللہ	پھر بخش دیگا	جس کو	وہ چاہے	وہ عذاب دے گا	جس کو	وہ چاہے	اور اللہ	پر	ہر چیز	قدرت رکھنے والا	

توحید کامل کے عقیدہ کا اعادہ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ: قرآن کریم کے طویل ترین سورۃ سورۂ بقرہ کا اب آخری رکوع شروع ہو رہا ہے۔ یہاں عقیدۂ توحید کا ایک بار پھر اعادہ کیا جا رہا ہے۔ سورۃ کا آغاز اصول دین سے متعلق جامع تعلیم سے ہوا تھا۔ سورۃ کا اختتام بھی اسی جامعیت کے ساتھ بنیادی عقائد کے ثبوت وتاکید کے ساتھ ہو رہا ہے۔

نیز یہ آیت ایک حیثیت سے گذشتہ آیات شہادت کا تکملہ ہے جس میں انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ شہادت کا چھپانا جرم عظیم ہے۔ اگر کسی نے معاملہ کو جانتے ہوئے شہادت کو چھپایا تو رب علیم وخبیر اس کا حساب لے گا۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ: یہ چھپانے اور ظاہر کرنے کا فرق تو بندوں کے کا اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو دونوں حالتیں برابر ہیں۔

اس بات کی مزید تفسیر وتشریح تفسیر مظہری میں اس طرح لکھی ہے کہ انسان پر جو اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کئے گئے ہیں یا حرام کئے گئے ہیں وہ کچھ تو ظاہری اعضاء وجوارح سے متعلق ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ تمام معاملات اسی قسم میں داخل ہیں اور کچھ اعمال واحکام وہ بھی ہیں جو انسان کے قلب اور باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ صبر وشکر۔ تواضع وقناعت وسخاوت وغیرہ اور اسی طرح اخلاق رذیلہ۔ کبر وحسد۔ بغض۔ حب دنیا حرص وطمع وغیرہ یہ سب چیزیں جو قطعی حرام ہیں ان سب کا تعلق بھی انسان کے اعضاء وجوارح سے نہیں بلکہ قلب اور باطن سے ہے۔

فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ: اس جملہ میں مغفرت کا ذکر عذاب سے پہلے کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ کی صفت بخشش ورحمت، صفت غضب پر مقدم ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں دل سے اور زبان سے اپنے جملہ احکام کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اپنی مغفرت ورحمت سے ہم کو نوازیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی۔ سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے سب پیغمبروں کے ساتھ

اٰمَنَ	الرَّسُوْلُ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْهِ	مِنْ	رَّبِّهٖ	وَالْمُؤْمِنُوْنَ	كُلٌّ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ	وَرُسُلِهٖ
مان لیا	رسول	جو کچھ	اترا	اس کی طرف	سے	اس کا رب	اور مومن (جمع)	سب	ایمان لائے	اللہ پر	اور اس کے فرشتے	اور اس کی کتابیں	اور اس کے رسول

شان نزول

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں گزشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب ان سے پہلی آیت نازل ہوئی اور اس میں وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فرمایا گیا یعنی جو کہ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ ہر حال میں اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے تو صحابۂ کرامؓ ان الفاظ قرآنی کے عموم سے یہ سمجھ کر کہ انسان کے دل میں غیر اختیاری طور پر اگر کوئی خیال آجائے گا تو اس کا بھی حساب ہوگا گھبرا اُٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم سخت مشکل ہے اختیاری امور سے تو بچ سکتے ہیں مگر دل کے خیالات اور غیر اختیاری وساوس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کو سن کر فرمایا کہ تم بنی اسرائیل کی طرح انکار مت کرو اور دل وجان سے اُس کے حکم کو قبول کرلو۔

اور دل وجان سے کہو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ کلمات زبان پر جاری ہوگئے مطلب ان کا یہ ہے کہ ہم ایمان لائے اور اللہ کے حکم کی اطاعت کی یعنی اپنی مشکل کے اندیشہ کو چھوڑ کر ارشاد کی تعمیل میں آمادگی واطاعت ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہوئی تب یہ آیتیں اتریں پہلی آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ اس میں رسول کریم اور صحابہ کرام جن کو اشکال پیش آیا تھا ان کے ایمان کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی دوسری آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا الخ میں فرمایا کہ طاقت سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی۔ اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال پائے اور اس پر عمل نہ کرے۔ تو گناہ نہیں ہے۔ اور بھول چوک بھی معاف ہے۔

مذکورہ آیت اور اسکے بعد آنیوالی آیت کے چند فضائل

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رات کو یہ دونوں آیات پڑھ لیں تو یہ اس کے لئے کافی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیات پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانۂ خاص سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔ اس لئے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ کوئی آدمی جس کو کچھ بھی عقل ہو وہ سورۂ بقرہ کی ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! مذکورہ آیات کی برکات وانوارات سے ہمیں کامل طور پر مستفید فرما۔

یا اللہ ہمیں قرآنی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے اور پھر عمل کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۗ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

کہ ہم اُسکے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے پیغمبروں کے ساتھ

لَا نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْ رُّسُلِهٖ	وَقَالُوْا	سَمِعْنَا	وَاَطَعْنَا	غُفْرَانَكَ	رَبَّنَا	وَاِلَيْكَ	الْمَصِيْرُ	
نہیں ہم فرق کرتے	درمیان	کسی ایک	اسکے رسول کے	اور انہوں نے کہا	ہم نے سنا	اور ہم نے اطاعت کی	تیری بخشش	ہمارے رب	اور تیری طرف	لوٹ کر جانا	

مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف

یہاں جو طرز بیان مدح صحابہ میں اختیار کیا گیا کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا ذکر فرمایا گیا تو علماء نے لکھا ہے کہ مقصود تو اس مقام پر مدح مومنین کی تھی لیکن اُن کی تقویت مدح کے لئے اُن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کر دیا جس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا کامل ہونا تو بلاشبہ یقینی ہے۔ اسی طرح صحابہ کا ایمان بھی کامل ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ ایمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا ذکر کیا جاوے گو دونوں کا کامل ہونا ایک مرتبہ میں نہ ہو۔ صحابہ کا کامل ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکمل یعنی بہت ہی کامل۔

پھر دوسری بات جس پر صحابہ کرام کی مدح فرمائی گئی یہ بتلائی گئی کہ پچھلی اُمتوں کی طرح یہ ایسا نہ کریں گے کہ اللہ کے رسولوں میں باہمی تفرقہ ڈالیں کہ بعض کو نبی مانیں اور بعض کو نہ مانیں جیسا یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا یا جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کو نبی مانا لیکن نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہ مانا لیکن صحابہ کی یہ مدح فرمائی گئی کہ یہ اللہ کے کسی رسول کا انکار نہیں کرتے۔ پھر تیسری بات جس پر صحابہ کرام کی تعریف فرمائی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق اُن کا بخوشی زبان سے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ کہنا تھا یعنی ہم نے حکم سُنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

آیت کی جامعیت

اس جامع آیت میں ایمان کے تمام لوازم بیان ہو گئے ہیں۔ اٰمَنَ بِاللّٰهِ: اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں کی تصدیق قرآنی تصریحات اور نبوی تعلیمات کی جائے۔ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ: فرشتہ ایک نوری مخلوق ہے جس سے گناہ کا امکان نہیں ہے۔ مشرک قوموں کو اکثر فرشتوں کے معاملہ میں غلط فہمی ہوئی اُنہوں نے فرشتوں کو خدائی کارندے سمجھنے کے بجائے انہیں کائنات کے مختلف شعبوں میں متصرف سمجھنے لگے۔ وَكُتُبِهٖ آسمانی کتابوں کے بارے میں بڑی لے دے ہوتی آئی ہے کسی قوم نے سرے سے ان کا انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ خدا تو ہے لیکن اس نے کوئی ہدایت نامہ نہیں بھیجا اور بہت سی قوموں نے ان کتابوں کو انسانی ذہن کی پیداوار قرار دیا جنہیں چند بڑے اور سمجھدار لوگوں نے مل کر لکھ لیا۔ وَرُسُلِهٖ رسالت کا عقیدہ بھی مشرک قوموں نے بالکل مسخ کر دیا تھا۔ دنیا رسولوں کو بھول چکی تھی اور اس کی قائل رہ گئی تھی کہ جس کے ذریعہ سے ہدایت اور نجات ہوتی ہے وہ یا تو خدا کا اکلوتا بیٹا ہوتا ہے یا خود خدا کسی انسانی یا حیوانی قالب میں۔ قرآن نے آکر بتایا کہ یہ انسان اور بندے ہی ہوتے ہیں جن پر اللہ کی وحی نازل ہوتی رہتی ہے۔ آیت سے واضح ہو گیا کہ ایمان کے ضروری ارکان چار ہیں (۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالملائکۃ (۳) ایمان بالکتب (۴) ایمان بالرسل۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! جب آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا ہے تو اسلام و ایمان کی حقیقی روح ہم کو نصیب فرما۔
یا اللہ! صبر و استقلال کی دولت ہم کو نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔ اس کو ثواب اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے۔ اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب

لَا يُكَلِّفُ	اللّٰهُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَعَلَيْهَا	مَا اكْتَسَبَتْ	رَبَّنَا	لَا تُؤَاخِذْنَا	اِنْ
نہیں تکلیف دیتا	اللہ	کسی کو	مگر	اس کی گنجائش	اسکے لئے	جو	اس نے کمایا	اور اس پر	جو اس نے کمایا	اے ہمارے رب	تو نہ پکڑ ہمیں	اگر

نَسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

ہم پر داروگیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں۔

نَسِيْنَآ	اَوْ	اَخْطَاْنَا
ہم بھول جائیں	یا	ہم چوکیں

آدمی اسی کا مکلف ہے جو اسکے اختیار میں ہے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ یعنی ہم نے جو گذشتہ آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں میں بھی محاسبہ ہوگا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو احکام شرعیہ میں مکلف نہیں بناتا مگر اُسی کا جو اُس کی طاقت و اختیار میں ہو۔ اُس کو ثواب بھی اُسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اُسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا۔ تو اس تفسیر سے جو قرآن نے خود بیان کردی صحابہ کرام کو اطمینان ہوگیا کہ غیر اختیاری وساوس و خیالات کا حساب کتاب اور ان پر عذاب ثواب نہ ہوگا اور حدیث سے اس کی مزید توضیح ہوگئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میری اُمت سے ان باتوں سے درگذر فرمایا ہے جو دل میں خیالات پیدا ہوں جب تک عمل نہ کرے یا زبان سے تکلم نہ کرے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا : حدیث میں ثابت ہے اور اجماع بھی منعقد ہے کہ اس امت کے خطا اور نسیان اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے ہاں البتہ جو فرائض ہیں وہ بھول چوک سے ساقط نہیں ہوتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو نماز سے سو جائے یا نماز پڑھنی بھول جائے تو جب اٹھے اور یاد آئے تو پڑھ لے۔

ایک خاص دُعاء کی تعلیم

سورۃ کے خاتمہ پر بالکل اخیر میں قرآن کریم نے مومنین کو ایک خاص دُعاء کی تلقین فرمائی کہ مسلمانوں کو اس طرح دُعاء کرنی چاہیے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ ... عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ یعنی اے ہمارے رب ہم پر داروگیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں۔ اے ہمارے رب اور ہماری یہ بھی درخواست ہے کہ ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ ہم پر کوئی ایسا بار تکلیف کا دُنیا یا آخرت میں نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگذر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کیجئے ہم پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں۔ اور کارساز طرفدار ہوتا ہے سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔ گویا خاتمہ سورۃ پر حق جل شانہٗ نے اہل اسلام کو یہ دُعاء سکھلائی کہ اپنی تقصیرات کو پیش نظر رکھ کر اس طرح دُعاء مانگا کرو کہ تجھی سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر ہم تیرے کسی حکم کو بھول جائیں اور بھولے سے اس کی تعمیل نہ کرسکیں یا کسی غفلت اور کوتاہی کی بناء پر چوک جائیں اور ٹھیک عمل کرنے پر غلطی کر جائیں تو اے اللہ ہمارے سہو اور نسیان پر مواخذہ اور داروگیر نہ فرمانا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ! اے ہمارے رب ہمارے بھول چوک اور خطاؤں گناہوں اور لغزشوں پر ہمارا مواخذہ نہ فرمایئے اور ہمیں بخش دیجئے وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ

اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے

رَبَّنَا	وَلَا	تَحْمِلْ	عَلَيْنَآ	اِصْرًا	كَمَا	حَمَلْتَهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِنَا	رَبَّنَا	وَلَا	تُحَمِّلْنَا	مَا	لَا طَاقَةَ
اے ہمارے رب	اور نہ	ڈال	ہم پر	بوجھ	جیسے	تو نے ڈالا	پر	جو لوگ	ہم سے پہلے	اے ہمارے رب	اور نہ	ہم سے اٹھوا	جو	نہ طاقت

لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

جس کی ہم کو سہارنہ ہو اور درگذر کیجئے ہم سے۔ اور بخش دیجئے ہم کو۔ اور رحم کیجئے ہم پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے

لَنَا	بِهٖ	وَاعْفُ	عَنَّا	وَاغْفِرْ لَنَا	وَارْحَمْنَا	اَنْتَ	مَوْلٰىنَا	فَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ
ہم کو	اسکی	اور درگزر کر تو	ہم سے	اور بخش دے ہمیں	اور ہم پر رحم کر	تو	ہمارا آقا	پس مدد کر ہماری	پر	قوم	کافر (ع)

اے اللہ ہم پر سخت حکم نہ بھیج

اے پروردگار ہمارے سروں پر احکام شاقہ کا بار گراں نہ رکھنا جیسا کہ آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا۔ اے پروردگار ہمارے سروں پر وہ بوجھ جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو مت رکھنا اور ہماری طاقت وقوت سے بڑھ کر ہم کو مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا نہ فرمانا۔

یہاں پہلے لوگوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ بنی اسرائیل جب بھول چوک سے بھی کوئی گناہ کر بیٹھتے تو فوراً کوئی سزا مل جاتی۔ ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں اور زکوۃ میں چوتھائی مال دینے کا حکم تھا۔ یہ بھی حکم تھا کہ کپڑے پر نجاست لگ جائے تو کپڑے کو کاٹ دیا جائے۔ فضل الٰہی ہے کہ بطفیل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت مرحومہ پر توبہ کا آسان طریقہ رکھا گیا اور ہر گناہ کی معافی کا دروازہ توبہ خالص سے کھلا رکھا۔

اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما

آگے مزید دُعاء کی تعلیم یہ فرمائی گئی کہ اے ہمارے پروردگار چونکہ احکام شاقہ اور ناقابل برداشت مصائب کے نزول کا سبب بھی ہمارے ہی گناہ ہیں اس لئے تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری پردہ پوشی فرما۔ آپ ہی ہمارے آقا اور ولی نعمت اور دوست ہیں پس آپ ہماری اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں خاص مدد کیجئے اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہم کو فتح ونصرت عطا فرمایئے۔

سورۂ بقرہ کی فضیلت

سورۂ بقرہ جو قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ ہے اور تقریباً ڈھائی پارہ کی ہے اور جس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوعات ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر ہے قرآن پاک کا میزان ہے تم لوگ اس کو سیکھو اس کا سیکھنا برکت ہے اور اس کو چھوڑ دینا باعث حسرت ہے۔ باطلین اس کی تاب نہیں لا سکتے۔ عرض کیا گیا باطلین کون ہیں فرمایا جادوگر۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے اس پڑھنے اور سُننے کو قبول فرمائے اور ہمارے قلوب کو انوار قرآنیہ سے منور فرمائے اور ہمارے دلوں میں قرآنی اتباع کا ذوق وشوق عطا فرمائے اور اس کا پڑھنا سُننا ہم سب کے لئے نجات ومغفرت ورحمت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اٰیَاتُھَا ۲۰۰	(۳) سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِیَّۃٌ (۸۹)	رُکُوْعَاتُھَا ۲۰
۲۰۰ آیات	سورۂ آل عمران مدنی ہے اور اس میں	۲۰ رکوعات ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب قرآن کریم کی تیسری سورت آل عمران کا بیان شروع ہوتا ہے۔
وجہ تسمیہ: اس سورت کے چوتھے رکوع میں آل عمران کا ذکر آیا ہے۔ عمران حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے والد کا نام تھا اور عمران حضرت مریم کے والد کا بھی نام تھا۔ اور ان دونوں "عمرانوں" کے درمیان قریب ۱۸سو سال کا فصل ہوا ہے۔ علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں سورت میں عمران کے مصداق کون ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد مراد ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت مریم کے والد مراد ہیں۔ بہرحال چونکہ سورت میں آل عمران کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر سورت کا نام آل عمران قرار پایا۔ اس سورت کا نام مجادلہ بھی ہے اس لئے کہ یہ سورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مجادلہ اور مباحثہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ شان نزول سے واضح ہوگا۔
فضیلت: سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کا نام احادیث میں زَھْرَاوَیْنَ آیا ہے جس کے معنی ہیں دو روشن سورتیں۔ اب قرآن کریم کی سورتیں تو ساری ہی روشن ہیں مگر علماء نے لکھا ہے کہ غالباً سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے انوار و تجلیات باہم ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اسلئے غالباً ان دونوں سورتوں کا نام زَھْرَاوَیْنَ رکھا گیا ہو۔

شانِ نزول: عیسائیوں کے عقائد کی تردید

گذشتہ سورۂ بقرہ میں خاص طور پر بنی اسرائیل یعنی یہود سے خطاب تھا۔ اس سورت میں خطاب عیسائیوں یعنی نصاریٰ کی طرف ہے۔ اس سورت کے ابتدائی حصہ یعنی ۸۳ آیات کے نزول کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت جن کی تعداد تقریباً ۶۰ کی تھی مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی بحث و مناظرہ کے لئے آئی۔ (نجران یمن کے علاقہ میں ایک مقام کا نام ہے) گفتگو کرنے والے تین بڑے سردار تھے جو حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت کے قائل تھے اور حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے استدلال میں یوں کہا۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔
(۲) بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ (۳) غیب کی باتیں بتاتے تھے۔
(۴) مٹی کی مورتیں بنا کر ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر پرند بن جاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا ہونے پر یوں استدلال کیا۔
(۱) وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔
(۲) حضرت عیسیٰ نے گہوارہ میں کلام کیا۔ اُن سے پیشتر کسی نے گہوارہ میں کلام نہیں کیا۔ یہ بھی خدا کی بیٹے ہونے کی دلیل ہے۔

مسئلہ تثلیث یعنی حضرت عیسیٰ کے ثالث ثلاثہ یعنی تین خداؤں میں سے ایک ہونے پر یہ استدلال کیا کہ خدا جا بجا کہتا ہے کہ ہم نے یہ کام کیا۔ ہم نے یہ حکم دیا ہم نے یہ پیدا کیا۔ ہم نے یہ مقدر کیا۔ یہ تمام صیغے جمع کے ہیں اور جمع کا اول درجہ تین ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تنہا نہیں ہے اور اس کے ساتھ عیسیٰ اور مریم بھی ہیں ورنہ وہ یوں کہتا کہ میں نے یہ کیا۔ میں نے حکم دیا۔ میں نے پیدا کیا۔ میں نے مقدر کیا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ نے ہمیں مذہب اسلام جیسی عظیم دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ ہمارا مرنا جینا اسکی تعلیمات کے مطابق بنا دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجران کے وفد کو دلائل کے جوابات دینا:

یہ اس مایۂ ناز وفد کے دلائل تھے جنکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

(۱) کیا تم کو معلوم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ وفد نے کہا کیوں نہیں۔

(۲) پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے۔ کبھی بھی اس کو موت نہیں آسکتی اور عیسیٰ علیہ السلام کو ضرور موت اور فنا آنے والی ہے۔ وفد نے اقرار کیا کہ بیشک یہ صحیح ہے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ نے نصاریٰ کے الزام کے لئے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے عقیدہ کے موافق تو عیسیٰ علیہ السلام کو موت آچکی ہے کیونکہ نصاریٰ کے عقیدہ کے موافق حضرت عیسیٰ مصلوب اور مقتول ہو کر مر چکے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ باطل ہے اور خلاف واقعہ ہے۔

(۳) پھر آپ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہی ہر چیز کے وجود کو تھامنے والے اور اس کے محافظ و نگراں اور رزق رساں ہیں۔ انہوں نے کہا۔ بیشک۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بتلاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک وقادر تھے یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مخلوقات کو وجود عطا کیا ہے اور کیا اپنی قدرت وطاقت سے مخلوق کے لئے سامان بقا پیدا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

(۴) پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر زمین وآسمان کی کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیشک۔ آپ نے فرمایا کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے بجز اس چیز کے جس کا خدا تعالیٰ نے ان کو علم دے دیا تھا کوئی اور شے بھی جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

(۵) پھر آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت اپنی مرضی کے موافق ان کی والدہ کے پیٹ میں بنائی اور

(۶) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ نہ پاخانہ پیشاب کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بیشک۔

(۷) پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو اسی طرح پیٹ میں رکھا جس طرح ایک عورت اپنے بچہ کو پیٹ میں رکھتی ہے اور پھر اس کو جنتی ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور بچوں کی طرح ان کو غذا دی گئی اور پھر بڑے ہوئے اور وہ کھاتے تھے۔ پیتے تھے اور پیشاب پاخانہ کرتے تھے۔ انہوں نے اقرار کیا کہ بیشک صحیح ہے۔

(۸) اخیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو ان سب باتوں کا اقرار ہے تو بتاؤ کہ ایسا ہو کہ عیسیٰ خدا کیسے ہوئے جیسا تمہارا گمان ہے؟

تو درحقیقت آپ کے ان ارشادات سے اُن لوگوں نے حق کو خوب پہچان لیا مگر جان بوجھ کر انکار کیا اور جوابات سن کر خاموش ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اب بھی تم کو میرے دعوے رسالت میں کچھ شبہ باقی ہے تو آؤ ہم اور تم اپنی اولاد کو لے کر باہر میدان میں نکلیں اور خدا سے دُعاء کریں کہ جھوٹے پر خدا کی مار ہو۔ عیسائی یہ سن کر کہنے لگے کہ ہم اس کا جواب مشورہ کے بعد دیں گے۔ چنانچہ باہمی مشورہ کے بعد اس پر راضی نہ ہوئے اور نجران کو واپس چلے گئے۔ اسی دوران میں سورۂ آل عمران کی ابتدا سے ۸۳ آیات تک نازل ہوئیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنی معرفت حقیقی ہمیں عطا فرما اور اپنی بندگی کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۙ

الٓمّٓ	اللّٰہُ	لَآ	اِلٰہَ	اِلَّا ہُوَ	الۡحَیُّ	الۡقَیُّوۡمُ
الف لام میم	اللہ	نہیں	معبود	اسکے سوا	زندہ	سنبھالنے والا

الٓمّٓ ۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ جاوید ہیں سب چیزوں کو سنبھالنے والے ہیں

بسم اللہ کی تفسیر آغاز درس میں گذر چکی ہے اس لئے مراجعت کرلی جائے۔

حروف مقطعات

الٓمّٓ ۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان گذشتہ سورۂ بقرہ کے ابتدائی درس میں ہو چکا ہے۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ حروف مقطعات اسرار اور رموز خداوندی میں سے ہیں۔ جس کا علم خداوند تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ ہاں ہوسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا ہو اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حروف کی تفسیر و تشریح میں صراحۃً کچھ منقول نہیں۔ الغرض ان حروف کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ہیں۔ ان کے معنی کی تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

عیسائیوں کے عقیدے کا رد

اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ جاوید ہیں۔ سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں۔ اس جملہ کی تفسیر و تشریح پوری طرح سورۂ بقرہ کی آیت الکرسی میں کی گئی ہے۔

یہاں اس سورت میں اس ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدہ کا رد فرمایا ہے۔ جن کے تین عقیدے یہ تھے۔

(۱) اول عقیدہ تثلیث یعنی خدا۔ اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں مل کر خدا بنتے ہیں۔ (۲) دوم مسیح خدا ہے۔ جو انسان کی شکل میں آیا ہے۔ (۳) سوم مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ (مَعَاذَ اللّٰہِ تَعَالٰی)

آج کل کے عیسائیوں کی اکثریت بجز چند فرقوں کے یہی عقیدہ رکھتی ہے۔ اس آیت نے ان تینوں عقیدوں کو باطل کر دیا۔ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ سے پہلا عقیدہ باطل ہو گیا۔ پھر حَیُّ اور قَیُّوۡمُ کے ارشاد سے دوسرے اور تیسرے عقیدہ کو غلط کر دیا گیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے گویا وہ اپنی پیدائش میں ماں کے محتاج ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فنا ہے تو وہ قیوم نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حَیُّ اور قَیُّوۡمُ بتلا کر دلیل عقل کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو اَزَلاً اور اَبَدًا موجود نہ ہو بلکہ خود اپنی حفاظت اور پرورش میں بھی دوسروں کا محتاج ہو وہ اُلوہیت کی عزت سے کیسے ہمکنار ہو سکتا ہے کیونکہ بندگی اور عبادت کہتے ہیں غایت تذلّل کو اور غایت تذلّل اُسی کے سامنے کیا جا سکتا ہے جس کو غایت عزت نصیب ہو اور غایت عزت اُسی کا حصہ ہو سکتا ہے جس میں غایت درجہ کمال ہو اور ہر نقص اور عیب سے پاک ہو لیکن حیات اور بقا میں دوسروں کا محتاج ہونا یہ ایک نقص ہے جو انتہائی عزت کے منافی ہے۔ اسلئے ناقص ذات اُلوہیت کی انتہائی عزت کے منافی ہے۔ اسلئے ناقص ذات اُلوہیت کی انتہائی عزت کی سزاوار کیسے ہو سکتی ہے۔ پس اس آیت میں توحید ذات باری تعالیٰ کی عقلی دلیل ذکر فرما کر معبودان باطلہ کے معبود نہ ہونے کی عقلی دلیل دی گئی اور جس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اس مناسبت سے نصاریٰ کے عقائد الوہیت عیسیٰ اور ابنیت عیسیٰ اور مسئلہ تثلیث کا صاف رَدّ اور بطلان فرمایا گیا۔

اب اگلی آیت میں توحید کی دلیل نقلی مذکور ہے اس طرح کہ تمام کتب الٰہیہ جو منزل من اللہ ہیں اور تمام انبیاء جن کا نبی ہونا معجزات سے ثابت ہے متفق ہیں توحید پر۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! آپ کی ذات عالی وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ ہے۔ کوئی آپ کی ذات و صفات میں شریک و ساجھی نہیں۔

یا اللہ ہمیں توحید کاملہ نصیب فرما۔ اور غلط عقائد سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ مِنْ قَبْلُ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اس کے قبل

نَزَّلَ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ	وَاَنْزَلَ	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	مِنْ قَبْلُ
اس نے اتاری	آپ پر	کتاب	حق کیساتھ	تصدیق کرتی	اس کیلئے جو	اس سے پہلی	اور اس نے اتاری	توریت	اور انجیل	اس سے پہلے

هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬

لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے معجزات۔

هُدًى	لِّلنَّاسِ	وَاَنْزَلَ	الْفُرْقَانَ	
ہدایت	لوگوں کیلئے	اور اُتارا	فرقان	

توحید کے اثبات اور عیسائیوں کے رد کی نقلی دلیل

گذشتہ ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کی عقلی دلیل ذکر فرما کر عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق الوہیت کے عقیدہ کا رد فرمایا تھا۔

اب اُسی مضمون کو دلیل نقلی سے ثابت فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ

ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے اُن آسمانی کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور اسی طرح بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اسکے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تصدیق کے واسطے بھیجے معجزات۔

دلیل نقلی توحید کی یہاں یہ بیان کی گئی کہ قرآن میں جو فطری اصول ہدایت بیان کئے گئے ہیں جیسے ذات وصفات باری تعالیٰ۔ رسالت انبیاء۔ حشر ونشر۔ جزا وسزا وغیرہ وہ اسی طرح ہیں جیسے قرآن سے پہلے گذشتہ آسمانی کتب میں بیان کی گئی تھیں۔ الوہیت مسیح یا ابنیت مسیح کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی قرآن میں ہے' اس طرح یہ قرآن گذشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق وتوثیق کرنے والا ہے لہٰذا توریت وانجیل کے ماننے والوں کو اس کی گنجائش نہیں کہ وہ اسلئے اس قرآن کو رد کردیں اور توریت وانجیل کا سہارا لیکر حضرت مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگیں۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ: نَزَّلَ کا مصدر تنزیل ہے۔ یہ لفظ قرآن پاک کیلئے' قرآن کریم میں کثرت سے آیا ہے۔ تنزیل کے معنی میں تدریج اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل ہونے کا تخیل ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ سابقہ آسمانی کتابوں کے لئے اَنْزَلَ کا لفظ آیا ہے۔

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ : یعنی ہر زمانہ کے مطابق ایسی چیزیں اتاریں جو حق وباطل حلال وحرام اور جھوٹ وسچ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوں۔ اس میں قرآن کریم' کتب سماویہ اور انبیاء کے معجزات وغیرہ سب داخل ہو گئے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر جینا مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④

بیشک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے اُن کے لئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ والے ہیں بدلہ لینے والے ہیں

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	ذُو انْتِقَامٍ
بیشک	جنہوں نے	انکار کیا	آیتوں سے	اللہ	انکے لئے	عذاب	سخت	اور اللہ	زبردست	بدلہ لینے والا

عیسائیوں کی تردید کے لئے عقلی دلیل:

آیت کے اخیر میں حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ بے شک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ان کے لئے عذاب شدید ہے اور اس بات کو کوئی قابل تعجب اور بعید نہ سمجھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غلبہ اور قدرت والے ہیں اور انتقام لینے والے ہیں پس غلبہ کی وجہ سے ان کو عذاب پر قدرت ہے اور منتقم ہونے کی وجہ سے اس کا وقوع بھی ہوگا۔ ایسے مجرموں کو سزا دیئے بغیر چھوڑے گا نہیں اور نہ وہ اس کے زبردست اقتدار سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکیں گے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہوگا کیونکہ جو اقتدار اور اختیار کلی خدا کے لئے ثابت کیا گیا ہے ظاہر ہے وہ مسیح میں نہیں پایا جاتا بلکہ خود عیسائیوں کے اپنے قول کے مطابق حضرت مسیح کسی کو سزا کیا دے سکتے خود اپنے کو باوجود تضرع اور الحاح کے دشمنوں اور ظالموں کے پنجہ سے نہ چھڑا سکے اور بقول نصاریٰ سولی پر چڑھا دیئے گئے استغفر اللہ والعیاذ باللہ۔ پھر خدا یا خدا کا بیٹا کیسے بن سکتے ہیں؟ بیٹا وہی کہلاتا ہے جو باپ کی نوع سے ہو لہٰذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہونا چاہئے ایک عاجز مخلوق کو حقیقۃً قادر مطلق کا بیٹا کہنا باپ اور بیٹے دونوں پر سخت عیب لگاتا ہے۔

واضح نادانی اور گمراہی:

ایک عاجز اور مظلوم اور مغلوب کو جس پر اُس کے دشمن غالب آ گئے ہوں خدا کہنا یا خداوند قادر مطلق کا بیٹا کہنا یہ کھلی ہوئی نادانی اور گمراہی ہے۔ دنیا کے عقلاء کے نزدیک خدائی اور ذلت کا جمع ہونا ناممکن اور محال ہے۔ الغرض عقلاً ونقلاً حق تعالیٰ نے مسئلہ توحید کا اثبات فرمایا اور بتلایا کہ خدا کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حی اور قیوم اور قادر مطلق اور عزیز و منتقم ہو اسی سلسلہ میں یہی مضمون توحید اور قدرت خداوندی کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام سے نوازا اور یہودیت و نصرانیت سے بچایا۔ یا اللہ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے دین اسلام اور قرآن کریم کی سچی عزت و عظمت عطا فرما۔ اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی محبت عطا فرما تا کہ ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب ہو۔ اور یہودیت و نصرانیت جو امت مسلمہ میں مختلف طریقوں سے گھس آئی ہے اس سے اجتناب اور نفرت و کراہت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي

بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری صورت بناتا ہے

إِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَخْفٰى	عَلَيْهِ	شَيْءٌ	فِي الْأَرْضِ	وَلَا	فِي السَّمَآءِ	هُوَ	الَّذِي	يُصَوِّرُكُمْ	فِي
بیشک	اللہ	نہیں چھپی ہوئی	اس پر	کوئی چیز	زمین میں	اور نہ	آسمان میں	وہی ہے	جو کہ	صورت بناتا ہے تمہاری	میں

الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے وہ غلبہ والے ہیں حکمت والے ہیں

الْأَرْحَامِ	كَيْفَ	يَشَآءُ	لَا إِلٰهَ	إِلَّا هُوَ	الْعَزِيزُ	الْحَكِيمُ
رحم (جمع)	جیسے	وہ چاہے	نہیں معبود	اسکے سوا	زبردست	حکمت والا

عقیدۂ تثلیث وغیرہ کی تردید کے دیگر دلائل:

یہاں ان آیات میں بھی لوازم الوہیت اور دلائل وحدانیت کا بیان فرمایا گیا اور اس امر کا اظہار کیا گیا کہ اللہ کی ذات عالم کل ہے۔ کائنات کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ اور ساتھ ہی وہ قادر مطلق اور حکیم کامل ہے۔ جس طرح اقتضاء حکمت ہوتا ہے ویسے ہی ہر شخص کی شکل صورت اور کیفیت جسمانی رحم مادر میں بنا دیتا ہے۔ اس کی کوئی صفت حکمت سے خالی نہیں لہٰذا وہی واحد قدوس۔ معبود مطلق اور الٰہ برحق واحد لاشریک ہے۔

اس طرح ثبوت وحدانیت والوہیت باری تعالیٰ کے ساتھ نصاریٰ کے عقائد فاسدہ یعنی "عقیدہ تثلیث" اور "الوہیت مسیح" وغیرہ کا بھی رد ہو گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر نعوذ باللہ خدا ہوتے تو ان سے بھی کوئی بات مخفی نہ ہوتی حالانکہ ان پر بہت سی باتیں مخفی تھیں جیسا کہ خود عیسائیوں کی انجیل سے ثابت ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ (یعنی وہی جس طرح چاہتا ہے ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں بناتا ہے) فرما کر یہ اشارہ کر دیا کہ اگر مسیح نعوذ باللہ خدا ہوتے تو وہ رحم مادر میں رہ کر انسانی شکل کیوں قبول کرتے۔ عام بچوں کی طرح کھاتا اور پیتا اور سوتا جاگتا ہو معاذ اللہ معاذ اللہ وہ کس طرح خدائے قدوس اور خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل بھی پیش کرتے تھے کہ جب ان کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو خدا ہی اُن کا باپ ہے۔

اس آیت میں اُن کی اس دلیل باطل کا بھی جواب اور رد ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے رحم میں جس طرح چاہے انسان کا نقشہ تیار کرے خواہ ماں باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف ماں کی قوت سے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے بنایا۔ حضرت حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو ایسے خالق و مالک اور حکیم کی حکمتوں میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔ تو یہاں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور جب پیدا کرنے سے پیدا ہوئے تو پھر خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! بیشک آپ ہی حی قیوم ہیں۔ آپ ہی عالم کل قادر مطلق اور حکیم کامل ہیں۔ آپ کی یکتائی اور صفات میں نہ کوئی شریک ہے نہ سہیم۔ یا اللہ ہماری بخشش فرمادیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہی ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں

هُوَ	الَّذِیْٓ	اَنْزَلَ	عَلَیْكَ	الْكِتٰبَ	مِنْهُ	اٰیٰتٌ	مُّحْكَمٰتٌ	هُنَّ	اُمُّ الْكِتٰبِ	وَ اُخَرُ	مُتَشٰبِهٰتٌ
وہی	جس	نازل کی	آپ پر	کتاب	اس سے (میں)	آیتیں	محکم (پختہ)	وہ	کتاب کی اصل	اور دوسری	متشابہ

عیسائیوں کا آخری استدلال اور اسکا جواب

جب نجران کے عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واضح دلائل سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے کہ آخر آپ کے قرآن میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا ''روح اللہ'' اور ''کلمۃ اللہ'' ہونا مذکور ہے اور ان الفاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شرکت الوہیت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں ان شکوک وشبہات کو ختم کر دیا۔ اور ان کی اس حجت کا جواب ایک عام قاعدہ کی صورت میں دیا گیا جس کے سمجھ لینے سے بہت سے شکوک وشبہات دور ہو سکتے ہیں۔

آیات قرآنیہ کی دو اقسام

ایک وہ کہ جن کا مفہوم ومراد بالکل واضح، صریح، ظاہر اور بین ہو۔ جن کے مطالب اور معنی مقرر ہیں ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں یہ اصل بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں ان آیات کو اُم الکتب بھی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری تعلیمات اور اصل اصول یہی آیات ہوتی ہیں اور ہدایت وعمل کے لئے محکمات ہی اصل وکافی ہیں۔ دوسری آیت وہ ہیں جن کے مفہوم ومطلب میں مختلف پہلو نکلتے ہوں اور وہ حقائق ومطالب انسانی حواس سے ادراک نہ کئے جا سکتے ہوں مثلاً خدا کی ہستی۔ اُس کی صفات۔ مرنے کے بعد کی زندگی قبر وآخرت کے احوال۔ جنت ودوزخ کی کیفیات وغیرہ۔ جب یہ چیزیں انسانی عقل وشعور کی گرفت اور سمجھ سے باہر ہیں تو یہی ممکن ہے کہ ان کے لئے پیرائیہ بیان تشبیہ ومجاز کا اختیار کیا جائے تا کہ کسی درجہ میں انسانی عقل وفہم کے لئے قابل سمجھنے کے ہو سکے۔ اس قسم کی آیات متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کو پہلی قسم کی آیات کی روشنی میں سمجھا جائے۔ جو معنی اس کے خلاف پڑیں ان کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو آیات محکمات کے خلاف نہ ہو اور کوئی ایسی تاویل اور توجیہ صحیح نہ سمجھی جائے گی جو دین کے مسلمہ اصول اور واضح وصریح آیات محکمات کے خلاف ہو۔

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ کی نسبت تصریح:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ (زخرف) (وہ صرف ایک بندہ ہیں جن پر ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے) دوسری جگہ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (بیشک عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک مثل آدم کے حال کے ہے۔ اللہ نے ان کو یعنی آدم کو مٹی سے بنایا۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (کہا عیسیٰ نے میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور اس نے مجھے نبی بنایا) ایک اور جگہ ارشاد ہے ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ۔ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ۔ (یہ ہیں عیسیٰ بن مریم کچی بات جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ بالکل پاک ہے)

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَآءَ

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اُس کے اُسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہیں شورش ڈھونڈھنے

فَاَمَّا	الَّذِیْنَ	فِیْ	قُلُوْبِھِمْ	زَیْغٌ	فَیَتَّبِعُوْنَ	مَاتَشَابَہَ	مِنْہُ	ابْتِغَآءَ	الْفِتْنَۃِ	وَابْتِغَآءَ	
پس جو	جو لوگ	میں	انکے دل	کجی	سو وہ پیروی کرتے ہیں	متشابہات	اس سے	چاہنا (غرض)	فساد۔گمراہی	ڈھونڈنا	

تَاْوِیْلِہٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ

کی غرض سے اور اس کے مطلب ڈھونڈھنے کی غرض ہے

تَاْوِیْلِہٖ	وَمَا	یَعْلَمُ	تَاْوِیْلَہٗٓ	اِلَّا	اللّٰہُ	
اسکا مطلب	اور نہیں	جانتا	اسکا مطلب	سوائے	اللہ	

دلوں کے ٹیڑھے لوگ

الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ الخ: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔اس جملہ کا کھلا ہوا اور براہ راست اشارہ عیسائیوں کی طرف ہے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی صاف، واضح اور صریح ہدایات توحید کی پس پشت ڈال دی اور ان کی بعض تشبیہات کو توڑ مروڑ کر اصل قرار دے لیا تھا۔لیکن بہر حال آیت کے الفاظ عام اور وسیع ہیں ہر کج رائے اور ہر کج رو، ہر زندیق اور بدعتی اس کے تحت میں آ جاتا ہے۔جن کے دلوں میں حق کی طلب نہیں ہوتی وہ اس اُدھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں کہ دین میں کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کریں اور خود دین پر چلنے کی بجائے دین کو اپنی راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔

متشابہات کا حکم

غرض کہ ان آیات اور ان ہی کے مثل اور بہت سی آیات جن میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کا بندہ اور بشر ہونا اور اللہ کا برگزیدہ نبی ہونا۔اور خدا کے سوا کوئی معبود نہ ہونا اور نہ اسکے اولاد ہونا نہایت واضح اور صاف صاف بیان فرمایا ہے اس طرح آیات محکمات میں صاف طور پر غیر اللہ کی الوہیت اور ابنیت کا ردّ فرمایا گیا ہے۔اب اگر کوئی شخص ان تمام محکمات سے آنکھیں بند کر کے صرف "کلمۃ اللہ" اور "روح اللہ" جیسے متشابہات کو لے دوڑے اور اس کا وہ معنی لینے لگے جو محکمات قرآنیہ اور مسلمہ اصول دینیہ کے منافی ہوں تو یہ اس کی کجروی اور ہٹ دھرمی ہوگی۔

تو خلاصہ جواب یہ ہوا کہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی فی نفسہٖ کلمات متشابہات سے ہیں اور یہاں وہ مراد لی جائے گی اور ان کی وہ تاویل حق ہوگی جو آیات محکمات سے ثابت اور ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے خلاف جیسا کہ نصاریٰ نے سمجھا۔الغرض یہاں اس آیت میں تعلیم یہ دی گئی کہ جو راسخین فی العلم ہیں یعنی علم دین میں پختہ کار اور فہیم ہیں وہ محکمات اور متشابہات دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں اور انکا ایمان و یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیتیں ایک ہی سرچشمہ سے لی ہیں اور وہ متشابہات کو محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو حصہ ان کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہی بہتر اور حقیقی مراد جاننے والا ہے۔متشابہات کی تحقیق و تفتیش میں نہیں پڑتے بلکہ اجمالاً ایسی آیات پر ایمان لے آتے ہیں کہ یہ بھی اللہ کا کلام ہے۔اس کے برخلاف جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن ہے جنکو راسخین فی العلم کے مقابلہ میں زائغین کہا گیا ہے وہ محکمات سے آنکھیں بند کر کے متشابہات کی کھوج کرید میں لگے رہتے ہیں اور ان سے اپنی خواہش کے مطابق مفہوم و معنی نکال کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے اور گمراہی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ قرآنی انوار سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ

اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں

اُولُوا الْاَلْبَابِ	اِلَّآ	یَذَّکَّرُ	وَمَا	رَبِّنَا	مِنْ عِنْدِ	کُلٌّ	بِہٖ	اٰمَنَّا	یَقُوْلُوْنَ	فِی الْعِلْمِ	وَالرّٰسِخُوْنَ
عقل والے	مگر	سمجھے	اور نہیں	ہمارا رب	سے۔ پاس (طرف)	سب	اس پر	ہم ایمان لائے	کہتے ہیں	علم میں	اور مضبوط

راسخین فی العلم کون ہیں

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو کہ جو متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یعنی ان کی تفتیش میں لگے ہوئے ہیں تو تم ان سے بچو اور دور رہو کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔ اٰلھمی راسخین فی العلم کون ہیں؟ اس کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین فی العلم جن کا آیت میں ذکر ہے وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی قسم اور نذر میں پورا ہو اور زبان کا سچا ہو اور دل اس کا جادۂ محبت و وفا پر قائم اور مستقیم ہو اور اس کا شکم اور اس کی شرم گاہ حرام اور مشتبہ سے عفیف اور پاک ہو پس ایسا شخص راسخین فی العلم میں سے ہے۔ یعنی علم میں پختہ اور ثابت قدم وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا حال و قال یہ ہو کہ جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا اور برخلاف راسخین فی العلم کے زائغین کا گروہ وہ ہے کہ جو انسانی خواہشوں کی وجہ سے کجی اور گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور حق بات ان کے دلوں میں نہیں اترتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں زائغین کے گروہ سے بچائیں اور راسخین فی العلم کے گروہ میں شامل فرمائیں آمین۔

اہل حق اور ان کی صفات

علماء نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ ملحد۔ اور زندیق۔ رافضی و خارجی اور تمام بدعتی فرقے زائغین کے گروہ میں شامل ہیں جب کہ اہل حق راسخین فی العلم میں داخل ہیں جس کا صحیح مصداق اہل سنت والجماعت ہیں کہ جو کتاب و سنت کے محکمات کو مضبوط پکڑتے ہیں اور متشابہات کو محکمات کے ساتھ ملا کر آیات کے معنی لیتے ہیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع نہیں کرتے بلکہ صحابہؓ اور تابعین کے نقش قدم پر چلتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا پس جس شخص کا علم و فہم خلفائے راشدین اور صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اجماع سے ٹکراتا ہو تو سمجھ لو کہ ایسا شخص زائغین میں سے ہے اور حدیث نبوی کی نصیحت کے موافق اس سے بچتے رہو۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ جو لوگ راسخین فی العلم ہیں یعنی علم دین میں پختہ اور فہیم ہیں وہ قرآنی تعلیمات و ہدایات کا مرکز و محور محکمات کو مانتے ہیں اور متشابہات کو بھی حق مانتے ہیں لیکن متشابہات کے معانی اور ان کے حقیقت مطلب ان کے فہم و ادراک سے باہر ہیں اس لئے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے حقیقی مفہوم کو خدا کے علم کے سپرد کرتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور قرآنی انوار سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ

اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں۔ اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایئے۔ بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں اے ہمارے پروردگار آپ بلاشبہ

رَبَّنَا	لَا	تُزِغْ	قُلُوْبَنَا	بَعْدَ	اِذْ	هَدَيْتَنَا	وَهَبْ	لَنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	رَحْمَةً	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْوَهَّابُ	رَبَّنَآ	اِنَّكَ
اے ہمارے رب	نہ	پھیر	ہمارے دل	بعد	جب	تو نے ہمیں ہدایت دی	اور عنایت فرما	ہمیں	سے	اپنے پاس	رحمت	بیشک تو	تو	سب سے بڑا دینے والا	اے ہمارے رب	بیشک تو

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

تمام آدمیوں کو جمع کرنے والے ہیں اس دن میں جس میں ذرا شک نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدہ کو

جَامِعُ	النَّاسِ	لِيَوْمٍ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ	الْمِيْعَادَ
جمع کرنیوالا	لوگوں	اس دن	نہیں شک	اس میں	بیشک	اللہ نہیں خلاف کرتا	وعدہ

راسخین فی العلم کی دُعاء

راسخین فی العلم کی مدح وتعریف میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اپنے کمال علمی یا قوت ایمانی پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت وہدایت کے طلبگار رہتے ہیں اور جس بات کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہیں آتا اُن کو خدائے حکیم وعلیم کے حوالہ کرتے ہیں۔ اور باوجود اس کے وہ خائف رہتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ متشابہات سے متعلق مبادا کسی نفسانی خواہش کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے حق تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار بعد اس کے کہ آپ نے کتاب نازل فرما کر ہم کو ہدایت بخشی اس توفیق کی ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو باطل کی طرف مائل نہ کرنا اور کجی وگمراہی میں مبتلا نہ فرمانا۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنے دلوں پر اطمینان نہیں دلوں کا ہدایت پانا اور حق کو قبول کرنا اور اس پر مستقیم رہنا یہ سب آپ کی توفیق وتائید سے ہے۔ اے ہمارے پروردگار یہ دُعا ودرخواست کجی سے بچنے کی اور حق پر قائم رہنے کی کسی دنیاوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کے واسطے طالب دُعاء ہیں۔ بلاشبہ آپ یوم قیامت میں تمام اولین و آخرین انسانوں کو میدان حشر میں جمع کرنے والے ہیں اور اے اللہ آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب کو جمع کر کے حق و باطل کا دوٹوک اور عملی فیصلہ فرمائیں گے۔ جن میں زائغین اور راسخین فی العلم کے اختلاف کا فیصلہ بھی شامل ہے۔ اس لئے ہمیں ڈر ہے کہ ہم زائغین اور مجرمین کا راستہ نہ اختیار کرلیں اور ہمیں اپنے دلوں پر اطمینان نہیں۔ دل کے پلٹنے میں کچھ دیر نہیں لگتی اس لئے آپ ہی سے استقامت فی الحق اور کجی سے محفوظ رہنے کی دعا ودرخواست کرتے ہیں۔ آپ ہی اپنی رحمت سے ہماری دستگیری فرمائیں"۔

یہاں اس دُعاء میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بندۂ حق کو اپنے رب کریم سے دو باتوں کی درخواست کرنی چاہئے ایک تو یہ کہ جب ایک بار ہدایت نصیب ہو جائے اور حق معلوم ہو جائے تو پھر دل میں کجی نہ پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے رحمت فرمائیں۔

صفاتی نام وھاب: اس قرآنی دُعاء میں استقامت اور طلب رحمت کی تعلیم کیساتھ ایک مزید ادب یہ بتلایا گیا کہ حق تعالیٰ کو اس کے صفاتی نام وَهَّاب سے پکارا جائے اور اس کی شان وَهَّابِیَّتْ کے واسطہ سے دعاء کی جائے اسی واسطے اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ تعلیم فرمایا۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے خدا۔ ہمارے دلوں کو اپنی ہدایت سے منور فرما دے۔ یا اللہ تو اپنی رحمت سے ہمیں دین کی فہم وسمجھ عطا فرما دے۔ اور پھر ہدایت کے بعد ہمیں اس پر استقامت بھی نصیب فرما دے اے اللہ ہماری دستگیری فرما اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ

بالیقین جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز اُن کے کام نہیں آسکتے اُن کا مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی اور ایسے لوگ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ	تُغْنِيَ	عَنْهُمْ	اَمْوَالُهُمْ	وَ لَآ	اَوْلَادُهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا	وَ اُولٰٓئِكَ
بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	ہرگز نہ	کام آسکیں گے	ان کے	ان کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	سے	اللہ	کچھ	اور وہی

هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝	هُمْ	وَقُوْدُ	النَّارِ
جہنم کا سوختہ ہوں گے۔	وہ	ایندھن	آگ (دوزخ)

عیسائی پادریوں کو دولت پرستی پر تنبیہ

قیامت کے ذکر کے ساتھ کافروں کا انجام بھی بتلا دیا کہ ان کو کوئی چیز دنیا و آخرت میں خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ جیسا کہ میں ابتداء سورۃ میں لکھ چکا ہوں۔ ان آیات میں اصلی خطاب وفد "نجران" کو تھا جسے عیسائی مذہب و قوم کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت کہنا چاہئے۔ (۲) امام فخر الدین رازی نے محمد بن اسحاق کی سیرت سے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ وفد "نجران" سے بقصد مدینہ روانہ ہوا تو انکا بڑا پادری ابو حارثہ بن علقمہ خچر پر سوار تھا خچر نے ٹھوکر کھائی تو اسکے بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا "تَعِسَ الْاَبْعَدُ" (ابعد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ العیاذ باللہ) ابو حارثہ نے کہا "تَعِسَتْ اُمُّکَ" کرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا۔ ابو حارثہ نے کہا واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہی نبی منتظر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی تھی۔ کرز نے کہا پھر مانتے کیوں نہیں؟ بولا "لِاَنَّ هٰؤُلَاۤءِ الْمُلُوْکَ اَعْطَوْنَا اَمْوَالًا كَثِيْرَةً وَاَكْرَمُوْنَا فَلَوْ اٰمَنَّا بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم لَاَخَذُوْا مِنَّا كُلَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاۤءِ" (اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو یہ بادشاہ جو بے شمار دولت ہمیں دے رہے ہیں اور اعزاز و اکرام کر رہے ہیں سب واپس کر لیں گے) کرز نے اس کلمہ کو اپنے دل میں رکھا اور آخر کار یہی کلمہ ان کے اسلام کا سبب ہوا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ان آیات میں ابو حارثہ کے ان ہی کلمات کا جواب ہے گویا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ان کے فاسد عقیدہ کا رد کر کے متنبہ فرما دیا کہ وضوح حق کے بعد جو لوگ محض دنیوی متاع (اموال و اولاد وغیرہ) کی خاطر ایمان نہیں لاتے وہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتھے نہ ان کو دنیا میں خدائی سزا سے بچا سکتے ہیں نہ آخرت میں عذاب عظیم سے۔ چنانچہ اس کی تازہ مثال ابھی "بدر" کے موقع پر مسلمان اور مشرکین کی لڑائی میں دیکھ چکے ہو۔ دنیا کی بہار محض چند روزہ ہے۔ مستقبل کی کامیابی ان ہی کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ دور تک یہ مضمون چلا گیا ہے اور عموم الفاظ کے اعتبار سے یہود و مشرکین وغیرہ دوسرے کفار کو بھی خطاب میں لپیٹ لیا گیا۔ گو اصلی مخاطب نصاریٰ نجران تھے۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے ہمیں دنیا میں اسلام و ایمان سے نوازا اور شرک و کفر کی گمراہیوں سے بچایا یا اللہ ہمیں اسلام کی سچی محبت نصیب فرما۔ اور تا زیست ہمیں اسلام پر استقامت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا۔ اور ان سے پہلے والے لوگوں کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دارو گیر فرمائی اُن کے گناہوں کے سبب اور اللہ تعالیٰ

كَدَاْبِ	اٰلِ فِرْعَوْنَ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	فَاَخَذَھُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ
جیسے۔ معاملہ	فرعون والے	اور وہ جو کہ	سے۔ ان سے پہلے	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتیں	سو انہیں پکڑا	اللہ	ان کے گناہوں پر	اور اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

سخت سزا دینے والے ہیں آپ ان کفر کرنے والوں سے فرمادیجئے کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے اور وہ ہے برا ٹھکانا

شَدِيْدُ	الْعِقَابِ	قُلْ	لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	سَتُغْلَبُوْنَ	وَتُحْشَرُوْنَ	اِلٰى	جَهَنَّمَ	وَبِئْسَ	الْمِهَادُ
سخت	عذاب	کہہ دیں	وہ جو کہ	انہوں نے کفر کیا	عنقریب تم مغلوب ہوگے	اور تم ہانکے جاؤ گے	طرف	جہنم	اور برا	ٹھکانہ

وقت کے فرعونوں کا حشر فرعونوں والا ہوگا: یعنی وقت آگیا ہے کہ تم سب' کیا یہودؔ کیا نصاریٰ اور کیا مشرکین عنقریب خدائی لشکر کے سامنے مغلوب ہوکر ہتھیار ڈالو گے' یہ تو دنیا کی ذلت ہوئی اور آخرت میں جو گرم مکان تیار ہے وہ الگ رہا بعض روایات میں ہے کہ "بدر" سے فاتحانہ واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا کہ تم حق کو قبول کرلو ورنہ جو حال قریش کا ہوا تمہارا ہوگا۔ کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دھوکہ میں نہ رہیے کہ تم نے قریش کے چند نا تجربکاروں پر فتح حاصل کرلی۔ ہم سے مقابلہ ہوا تو پتہ لگ جائے گا کہ ہم (جنگ آزمودہ سپاہی اور بہادر) آدمی ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "بدر" کی فتح دیکھ کر "یہودؔ" کچھ تصدیق کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ پھر کہا کہ جلدی مت کرو' دیکھو آئندہ کیا ہوتا ہے۔ دوسرے سال "احد" کی عارضی پسپائی دیکھ کر ان کے دل سخت ہوگئے اور حوصلے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑائی کا سامان کیا۔ کعب بن اشرف ساٹھ سواروں کے ساتھ مکہ معظمہ جا کر ابو سفیان وغیرہ سرداران قریش سے ملا اور کہا ہم تم ایک ہیں۔ متحدہ محاذ قائم کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بہر حال تھوڑے ہی دنوں بعد خدا نے دکھلا دیا کہ جزیرۃ العرب میں مشرک کا نام نہ رہا۔ "قریظہ" کے بدعہد یہود تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ "بنی نضیر" جلا وطن ہوئے' نجران کے عیسائیوں نے ذلیل ہو کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا کی بڑی بڑی مغرور و متکبر قومیں مسلمانوں کی بلندی و برتری کا اعتراف کرتی رہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ.

غلبہ اسلام کی نوید: ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ صاحبہ حضرت ام الفضلؓ کا بیان ہے کہ مکہ شریف میں ایک رات رسول اللہ کھڑے ہوگئے اور باآواز بلند فرمانے لگے لوگو! کیا میں نے خدا تعالیٰ کی باتیں تم تک پہنچا دیں؟ لوگو! کیا میں نے تبلیغ کردی؟ لوگو! کیا میں وحدانیت و رسالت پہنچا چکا؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ہاں حضورؐ! بیشک آپؐ نے خدا تعالیٰ کا دین ہمیں پہنچایا۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا سنو خدا تعالیٰ کی قسم اسلام غالب ہوگا اور خوب پھیلے گا یہاں تک کہ کفر اپنی جگہ جا چھپے گا۔ مسلمان اسلام کو لے کر سمندروں کو چیرتے پھاڑتے نکل جائیں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے یاد رکھو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن کو سیکھیں گے پڑھیں گے پھر تکبر بڑائی اور خود بینی کے طور پر کہنے لگیں گے ہم قاری ہیں ہم عالم ہیں، کون ہے جو ہم سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ 22

بیشک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے

قَدْ كَانَ	لَكُمْ	اٰيَةٌ	فِىْ	فِئَتَيْنِ	الْتَقَتَا	فِئَةٌ	تُقَاتِلُ	فِىْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَ	اُخْرٰى	كَافِرَةٌ	يَّرَوْنَهُمْ
البتہ ہے	تمہارے لئے	ایک نشانی	میں	دو گروہ	وہ باہم مقابل ہوئے	ایک گروہ	لڑتا تھا	میں	اللہ کی راہ	اور	دوسرا	کافر	وہ انہیں دکھائی دیتے

مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصے زیادہ ہیں کھلی آنکھیں دیکھنا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیتے ہیں بلاشک اس میں بڑی عبرت ہے دانش بینش والے لوگوں کو

مِّثْلَيْهِمْ	رَاْىَ الْعَيْنِ	وَ	اللّٰهُ	يُؤَيِّدُ	بِنَصْرِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	اِنَّ	فِىْ	ذٰلِكَ	لَعِبْرَةً	لِّاُولِى الْاَبْصَارِ
ان کے دو چند	کھلی آنکھیں	اور	اللہ	تائید کرتا ہے	اپنی مدد	جسے	وہ چاہتا ہے	بیشک	میں	اس	ایک عبرت	دیکھنے والوں کیلئے

غزوۂ بدر کا سبب: ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو ۳۱۳ صحابہ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت جس میں ۷۷ مہاجر اور ۲۳۶ انصار تھے ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے خود بنفسِ نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ ادھر قریشی قافلہ کے سردار کو اس کی اطلاع ہو گئی اسلئے قافلہ نے اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ قریش پہلے ہی سے مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گانٹھ رہے تھے اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً قریب ایک ہزار نوجوانوں کا ایک لشکر جس میں سات سو اونٹ اور سو گھوڑے سوار تھے اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور متمول سب شریک تھے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ تمام صحابہ نے اپنی جان و مال کو پیش کر دیا۔ اس پر آپ نے مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا حکم فرما دیا۔ بدر کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ابوسفیان سردار قافلہ تو اپنے تجارتی قافلہ کو لے کر نکل گیا اور قریش کا ایک بڑا لشکر اسی میدان بدر کے دوسرے کنارہ پر آ پہنچا ہے۔

قافلہ کے نکل جانے کے بعد بھی ابوجہل سردار مکہ نے قریش کو یہی مشورہ دیا کہ اب مسلمانوں سے جنگ کو ملتوی نہ کیا جائے۔

مقامِ عبرت: اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشا یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور کامل توکل اور استقلال سے خدا کے وعدہ (فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ) پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے اگر ان کی پوری تعداد جو تگنی تھی منکشف ہوتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا۔ اور یہ فریقین کا دوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی جیسا کہ سورۂ انفال میں آئے گا بہر حال ایک قلیل اور بے سر و سامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں ان پیشین گوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں۔ اس طرح مظفر و منصور کرنا، آنکھیں رکھنے والوں کیلئے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ صحابہ کرام اور خصوصاً اصحاب بدر میں رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقبولیت کے طفیل میں ہمیں بھی اسلام اور ایمان سے سچی محبت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے

زُيِّنَ	لِلنَّاسِ	حُبُّ	الشَّهَوٰتِ	مِنَ	النِّسَآءِ	وَالْبَنِيْنَ	وَالْقَنَاطِيْرِ	الْمُقَنْطَرَةِ	مِنَ	الذَّهَبِ	وَالْفِضَّةِ
خوشنما کردی گئی	لوگوں کیلئے	محبت	مرغوب چیزیں	سے (مثلاً)	عورتیں	اور بیٹے	اور ڈھیر	جمع کیے ہوئے	سے	سونا	اور چاندی

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ہوئے مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی یہ سب استعمال کی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے

وَالْخَيْلِ	الْمُسَوَّمَةِ	وَالْاَنْعَامِ	وَالْحَرْثِ	ذٰلِكَ	مَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَاللّٰهُ	عِنْدَهٗ	حُسْنُ	الْمَاٰبِ
اور گھوڑے	نشان زدہ	اور مویشی	اور کھیتی	یہ	سازوسامان	زندگی	دنیا	اور اللہ	اسکے پاس	اچھا	ٹھکانہ

لوگوں کے لئے مرغوب اشیاء

یہاں آیت میں دنیا کی چند اہم مرغوب چیزوں کا نام لیا گیا ہے جن چیزوں کا نام اس جگہ لیا گیا ہے وہ عام طور پر انسانی رغبت ومحبت کا مرکز ہیں اور ان میں سب سے پہلے عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ دنیاوی لذتوں اور شہوتوں کی یہ منتہٰی ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میرے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں کہ جو مردوں کے لئے ضرررساں ہو"۔ دوسرے درجہ میں بیٹوں کی محبت ہے۔ لوگ یہی خواہش کرتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہوں۔ اس کے بعد تیسرے درجہ میں سونے اور چاندی کے جمع ہوئے خزانوں کی محبت ہے۔ چوتھے درجہ میں خوبصورت اور فربہ گھوڑوں اور سواریوں کی محبت ہے کہ جو سفر اور سیر وتفریح کا ذریعہ ہیں۔ پھر پانچویں درجہ میں چوپایوں اور مواشی کی محبت ہے یعنی اونٹ گائے بھینس بھیڑ اور بکری کی محبت ہے جو انسان کا ذریعہ معاش ہیں۔

مقام امتحان

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی محبت طبعی طور پر انسانوں کے دلوں میں ڈال دی ہے اور اس فضل خداوندی میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں اور سب سے بڑی حکمت جو قرآن کریم میں بتلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان چیزوں سے محبت طبعی طور پر انسان کے دل میں پیدا کر کے اس کا امتحان لیا جائے کہ کون ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے۔ خدا سے اور منعم حقیقی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور کون ان چیزوں کی اصلی حقیقت اور ان کے آنی فانی پر مطلع ہو کر ان کی فکر بقدر ضرورت کر کے ان کو آخرت کی درستی کے کام میں لگاتا ہے۔ اور ان چیزوں کو اپنے خالق و رازق کی معرفت اور محبت کا ذریعہ بناتا ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ: امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ انسان کا اصل مرجع تو جنت ہی ہے اس لئے کہ اللہ نے خلقت کی تکوین رحمت ہی کے لئے کی ہے نہ کہ عذاب کے لئے اور دوزخ محض ضمناً اور ثانوی حیثیت سے مرجع ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے دلوں کو ہدایت وتوفیق بخشیں اور دنیا وآخرت کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر کھول دیں اے اللہ اس دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی بقا کا یقین کامل عطا فرمادے۔ اے اللہ اس دنیا میں جو کچھ ہمیں آپ نے عطا فرمایا ہے اس سب کو اپنی مرضیات کا ذریعہ بنانے کی توفیق حسن ہمیں عطا فرمادے۔ اور ان کے فتنہ، نقصان اور خسارہ سے ہمیں بچالے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

آپ فرما دیجیے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو بہتر ہو ان چیزوں سے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں اُن کے مالک کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں

قُلْ	اَؤُنَبِّئُكُمْ	بِخَيْرٍ	مِّنْ	ذٰلِكُمْ	لِلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
کہہ دیں	کیا میں تمہیں بتاؤں	بہتر	سے	اس	ان لوگوں کیلئے جو	پرہیزگار ہیں	پاس	ان کا رب	باغات	جاری ہیں	سے	انکے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝

ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں بندوں کو

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَاَزْوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ	وَّرِضْوَانٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِالْعِبَادِ
ہمیشہ رہینگے	اس میں	اور بیبیاں	پاک	اور خوشنودی	سے	اللہ	اور اللہ	دیکھنے والا	بندوں کو

آخرت کی دائمی نعمتیں: باغ و بہار، حوریں اور رضائے الٰہی

ان آیات میں دنیا کی نعمتوں کے مقابل آخرت کی نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے اور ان کی طرف رغبت دلائی جا رہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے عام انسانوں سے خطاب ہے۔

یہاں آخرت کی نعمتیں ذکر کرنے سے پہلے لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا فرمایا یعنی یہ آخرت کی نعمتیں اُن کے لئے ہیں جو پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں۔ خوفِ خدا پر رحمتِ الٰہی کے مرتب و متوجہ ہونے کا ذکر قرآن مجید ہی میں نہیں بلکہ اگلے صحیفوں میں بھی بار بار آیا ہے۔

پہلی نعمت جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی بہشت کے باغات جن میں ہر طرح کی راحت و آرام کے سامان موجود ہیں اور جن میں قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ کہیں صاف شفاف شہد کی کہیں دودھ کی۔ کہیں شیریں اور ٹھنڈے پانی کی۔

دوسری نعمت خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فرمائی یعنی جنتی ان بہشت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے۔

تیسری نعمت وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ فرمائی یعنی وہاں خوبصورت اور خوش سیرت ہر کثافت و نجاست سے پاک صاف بیبیاں ہوں گی۔ یعنی مادی نظر رکھنے والے انسان کے دماغ میں جو لذتیں و فرحتیں آ سکتی ہیں وہ سب وہاں ہوں گی۔ پانچویں اور آخری نعمت: ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر اور سب سے بالا نعمت ارشاد فرمائی وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی حاصل ہوگی جس سے دل کو نہایت درجہ اطمینان مسرت اور خوشی ہوگی کہ اس کے بعد حق تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی خوف اور کھٹکا ہی نہ ہوگا۔

قرآن مجید نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ اہل جنت کے لئے راحت و لذت کا سامان ہر قسم کا ہوگا۔ مادی لطف کا بھی ذہنی لطف کا بھی اور روحانی لطف کا بھی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اخروی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور جنت کی لازوال راحتیں ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٦ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ

ایسے لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں

اَلَّذِیْنَ	یَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اِنَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاغْفِرْ	لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَقِنَا	عَذَابَ	النَّارِ	اَلصّٰبِرِیْنَ	وَالصّٰدِقِیْنَ
جو لوگ	کہتے ہیں	اے ہمارے رب	بیشک ہم	ایمان لائے	سو بخشدے	ہمیں	ہمارے گناہ	اور ہمیں بچا	عذاب	دوزخ	صبر کرنیوالے	اور سچے

وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝١٧

اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں

وَالْقٰنِتِیْنَ	وَالْمُنْفِقِیْنَ	وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ	بِالْاَسْحَارِ
اور حکم بجالانیوالے	اور خرچ کرنیوالے	اور بخشش مانگنے والے	پچھلی رات میں

اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالوں کی چھ صفات

یہاں آیت میں متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والے بندوں کی چھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صفت: ایک یہ کہ یہ لوگ اپنے تقویٰ و پرہیزگاری پر گھمنڈ و ناز کرنے کی بجائے عجز و انکسار کا نمونہ بنے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دست بدعا رہتے ہیں۔

دوسری صفت: خدا کی راہ میں شدائد اور مصائب کا تحمل کرنے والے ہوتے ہیں۔

تیسری صفت: والصدقین فرمائی یعنی یہ لوگ زبان دل اور نیت کے سچے اور راستباز ہوتے ہیں۔ جھوٹ' فریب اور منافقت سے قطعی طور پر کلی پرہیز کرتے ہیں۔

چوتھی صفت: وَالْقٰنِتِیْنَ فرمائی یعنی یہ لوگ عبادت الٰہی میں خشوع اور خضوع کے ساتھ سرگرم رہتے ہیں۔ اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی سے اس کے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔

پانچویں صفت: وَالْمُنْفِقِیْنَ فرمائی یعنی خدا کی دی ہوئی دولت کو خدا کے حکم کے مطابق خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ زکوۃ کے علاوہ صدقات وخیرات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ بخل وکنجوسی سے کام نہیں لیتے۔

چھٹی صفت: وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ فرمائی یعنی وہ لوگ پچھلی رات میں خواب غفلت اور راحت و آرام چھوڑ کر اٹھتے ہیں اور باوجود اپنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کے اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

الغرض یہ چھ صفات رکھنے والے خدا کے خاص بندے ہیں جن کے واسطے نعمائے آخرت کا وعدہ حق تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔

گویا اس میں یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ یہ صفات بندوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ متقین کی فہرست میں شامل ہوسکیں اور اللہ تعالیٰ کی اخروی نعمتوں کے مستحق بن سکیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اپنے متقین بندوں میں شامل فرمالیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں بھی اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما اور ایمان و اسلام کی برکت سے ہمارے ظاہری و باطنی تمام گناہوں کی مغفرت فرما۔ یا اللہ ہمیں اپنے حقیقی بندوں میں شامل فرمالے اور تقویٰ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اُس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

شَهِدَ	اللّٰهُ	اَنَّهٗ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	وَاُولُوا الْعِلْمِ	قَآئِمًۢا	بِالْقِسْطِ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ
گواہی دی	اللہ	کہ وہ	نہیں معبود	سوائے۔اُس	اور فرشتے	اور علم والے	قائم (حاکم)	انصاف کیساتھ	نہیں معبود	سوائے اُس	زبردست	حکمت والا

شانِ نزول: دو یہودی علماء کا مسلمان ہونا

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہود کے دو بڑے عالم ملک شام کے رہنے والے مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے۔ انکو اطلاع ملی کہ یہاں کوئی بزرگ ہیں، جن کو لوگ نبی کہتے ہیں۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ پر نظر پڑتے ہی وہ تمام صفات اُن کے سامنے آ گئیں۔ جو توراۃ میں آپ کے لئے بیان کی گئی تھیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ احمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں محمد ہوں اور احمد ہوں۔ پھر اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں۔ اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریافت کرو۔ تو اُنہوں نے سوال کیا بتلایئے کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت یعنی گواہی کون سی ہے؟ اس سوال کے جواب میں اُسی وقت یہی آیت شہادت نازل ہوئی۔ آپ نے اُن کو پڑھ کر سنادی۔ جسے سن کر وہ دونوں اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

فضیلت: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آیت الکرسی اور آیت شھد اللہ (یعنی یہی آیت زیرِ تفسیر) اور قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پڑھے (جو اسی سورۂ آل عمران میں اس آیت سے سات آیات کے بعد آئی ہیں یعنی ۲۶ ویں و ۲۷ ویں آیات) تو اللہ تعالیٰ اسکے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں جگہ دیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے جن میں سے کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے (روح المعانی)

یہاں شہادت کا مطلب

یہاں اس آیت میں توحید خداوندی کا مضمون ایک خاص انداز سے بیان فرمایا گیا ہے کہ اس پر تین شہادتوں کا ذکر ہے۔ ایک خود اللہ جل شانہٗ کی شہادت دوسرے اُسکے فرشتوں کی شہادت اور تیسرے اہل علم کی شہادت۔ اللہ تعالیٰ کا خود اپنی توحید کی شہادت دینے کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے خود آسمان زمین اور ان کے اندر کی کائنات کو اپنے وجود اور توحید کے لئے شاہد بنا رکھا ہے ہر چیز اور ہر مخلوق الٰہی بزبانِ حال اپنے خالق کے وجود و وحدت کو بیان کر رہی ہے اور تمام مصنوعات اللہ تعالیٰ کی توحید کی کھلی نشانیاں ہیں۔

دوسرا مطلب اللہ تعالیٰ کی شہادت کا یہ ہے کہ اسکی طرف سے بھیجے ہوئے رسول اور کتابیں بھی اس کی توحید پر شاہد ہیں اور یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو گویا خدا اسکی شہادت اس بات پر ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ جس بات کی آپ نے خود شہادت دی اور آپ کے ملائکہ نے شہادت دی۔ اور آپ کے تمام انبیاء و رُسل اور اولیاء اور صلحاء اور علماء نے شہادت دی۔ اے اللہ ہم بھی شہادت دیتے ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ اے اللہ ہماری اس شہادت کو قبول فرمالے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

بلاشبہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی

إِنَّ	الدِّينَ	عِندَ اللَّهِ	الْإِسْلَامُ	وَمَا	اخْتَلَفَ	الَّذِينَ	أُوتُوا الْكِتَابَ	إِلَّا	مِن بَعْدِ	مَا جَاءَهُمُ
بیشک	دین	اللہ کے نزدیک	اسلام	اور نہیں	اختلاف کیا	وہ جنہیں	کتاب دی گئی	مگر	بعد سے	جب آ گیا اُن کے پاس

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾

محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اسکا حساب لینے والے ہیں

	الْعِلْمُ	بَغْيًا	بَيْنَهُمْ	وَمَن	يَكْفُرْ	بِآيَاتِ	اللَّهِ	فَإِنَّ	اللَّهَ	سَرِيعُ	الْحِسَابِ	
	علم	ضد	آپس میں	اور جو	انکار کرے	حکم (جمع)	اللہ	تو بیشک	اللہ	جلد	حساب	

دین حق و مقبول اسلام ہی ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ بلاشبہ دین حق و مقبول اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ نہ کہ یہودیت یا نصرانیت اس لئے کہ "اسلام" کے معنی اپنے آپ کو ایک خدا کے حوالہ اور سپرد کر دینے کے ہیں۔ اور مسلم یا مسلمان اسی بندہ کو کہتے ہیں جس نے ہمہ تن اپنے آپ کو خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہو۔ اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دی ہو۔ یوں تو شروع سے آخر تک تمام انبیاء و رسل اور اللہ کے ہادی اور پیغمبر یہی دین اسلام لے کر آئے۔ لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیا کو جامع اور اکمل ترین اور عالمگیر اور ناقابل تنسیخ ہدایات دیں اور توحید کا اعلیٰ سبق دیا اس وجہ سے وہ خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم اور ملقب ہوئیں۔

اہل کتاب کا حسد:

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنی اہل کتاب نے جو اختلاف کیا اس طرح سے کہ اسلام کو باطل کہا تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو اسلام کے حق ہونے کی دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے اس وجہ سے نہیں کہ ان کو اس معاملہ میں کوئی لاعلمی۔ جہل یا اشتباہ رہ گیا تھا بلکہ اُن کو اپنی کتاب توراۃ و انجیل سے اور دوسرے ذرائع سے پوری طرح اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا علم ہو چکا تھا لیکن مسلمانوں سے حسد اور حب جاہ و مال نے ان کو اس اختلاف میں مبتلا کیا ہے ان کو یہ جلن ہے کہ نبوت بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی نبوت کے ٹھیکیدار تو صرف بنی اسرائیل ہیں تو اُن کی یہ مخالفت نادانی سے نہیں۔ بلکہ عناداً جان بوجھ کر ہے۔ اخیر میں ارشاد ہوا وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کریگا (جیسا ان لوگوں نے کیا) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد اس کا حساب لینے والے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے حساب کا انجام عذاب ہوگا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیرو تھے وہ بھی اور کہئے اہل کتاب سے اور مشرکین عرب سے کہ کیا تم بھی

فَاِنْ	حَآجُّوْكَ	فَقُلْ	اَسْلَمْتُ	وَجْهِيَ	لِلّٰهِ	وَمَنِ	اتَّبَعَنِ	وَقُلْ	لِّلَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	وَالْاُمِّيّٖنَ
پھر اگر	وہ آپ سے جھگڑیں	تو کہدیں	میں نے جھکا دیا	اپنا منہ	اللہ کیلئے	اور جس	میری پیروی کی	اور کہدیں	وہ جو کہ	کتاب دیئے گئے	اوراُن پڑھ

ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اسلام لاتے ہو سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں تو وہ لوگ بھی راہ پر آ جاویں گے اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں سو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ خود دیکھ لیں گے بندوں کو

ءَاَسْلَمْتُمْ	فَاِنْ	اَسْلَمُوْا	فَقَدِ اهْتَدَوْا	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	عَلَيْكَ	الْبَلٰغُ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِالْعِبَادِ
کیا تم اسلام لائے	پس اگر	وہ اسلام لائے	تو انہوں نے راہ پالی	اور اگر	وہ منہ پھیریں	تو صرف	آپ پر	پہنچادینا	اوراللہ	دیکھنے والا	بندوں کو

دلیل اور حجت کے بعد عناد کرنیوالوں کا جواب

اب اتمام حجت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ جب دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت واضح ہو چکی ہے تو اسکے بعد بھی منکرین اسلام اگر آپ سے کٹ حجتی اور کج بحثی کیے جائیں اور دین کے معاملہ میں خوانخواہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان کی حجت بازی اور ساری بیہودہ گفتگو کے جواب میں فرمادیں کہ میں نے اور میرے متبعین نے تو اسلام اور توحید کی راہ اختیار کر لی ہے۔ ہمارے تو سب کام خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں۔ ہم نے تو اپنی زندگیاں اس وحدہٗ لاشریک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کر دی ہیں۔ پس اگر تم اے یہود و نصاریٰ تمام انبیاء کی تعلیم کے خلاف کسی کو خدا اور خدا کا بیٹا بناتے ہو تو بناؤ۔ ہم تو اس سے بری اور بیزار ہیں۔ اگر تم اسلام کو قبول نہیں کرتے اپنے باطل عقائد ہی پر اڑے رہتے ہو تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ سب بندوں کو دیکھتا ہے۔ ان کے احوال سے واقف ہے۔ دین و دنیا میں ان کے اعمال و افعال کی ویسی ہی جزاو سزا دے گا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلی دی گئی کہ اگر یہ منکرین اسلام دین حق کو قبول نہیں کرتے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ آپ کا کام احکام الٰہی کا پہنچا دینا تھا اور دلائل و براہین سے واضح کر دینا تھا سو آپ کر چکے اور اپنی ذمہ داری سے بری ہو چکے اب خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ اللہ تعالیٰ خود ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دیں گے۔

مختلف منکرین کے لئے مختلف لائحہ عمل ہے

اس آیت کے تحت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ کوئی شخص یہاں یہ شبہ نہ کرے کہ منکرین کے مقابلہ میں اتنا کہہ دینا کب کافی ہو سکتا ہے کہ تم مانو یا نہ مانو میں مان چکا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ ہر منکر کے مقابلہ میں نہیں فرمایا گیا بلکہ خاص ان منکرین کے مقابلہ میں کہا گیا ہے جن کا انکار کسی شبہ یا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ بعد اقامت دلائل کے محض عناد اور عداوت سے تھا۔ جب ان کو کوئی شبہ نہیں تو ان کے سامنے مکرر دلائل بیان کرنا بے کار ہے اُس وقت یہی آخری جواب ہے کہ بھائی تم مانو یا نہ مانو ہم تو مان چکے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شر سے بچا کر اسلام و ایمان نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو اسلام کی حقیقت نصیب فرما آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ایسے شخصوں کو

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَيَقْتُلُوْنَ	النَّبِيّٖنَ	بِغَيْرِ حَقٍّ	وَّيَقْتُلُوْنَ	الَّذِيْنَ	يَاْمُرُوْنَ
بیشک	وہ جو	انکار کرتے ہیں	آیتوں کا	اللہ	اور قتل کرتے ہیں	نبیوں کو	ناحق	اور قتل کرتے ہیں	جو لوگ	حکم کرتے ہیں

بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

جو اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سو ایسے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک سزائے دردناک کی

بِالْقِسْطِ	مِنَ النَّاسِ	فَبَشِّرْهُمْ	بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ
انصاف کا	لوگوں سے	سو انہیں خوشخبری دیں	عذاب	دردناک

یہودیوں کا سنگین جرم انبیاء کو قتل کرنا

ان آیات میں کلام یہود کی طرف ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور ان کو الزام دینے کے لئے اُن افعال شنیعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے مرتکب ان کے اسلاف ہوئے تھے اور بتلایا جاتا ہے کہ احکام الٰہیہ سے منکر ہو کر انبیاء اور انصاف پسند ناصحین سے مقابلہ کرنا اور پرلے درجہ کی شقاوت وسنگدلی سے ان کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنا یہ کوئی معمولی جرم نہیں۔ ایسے لوگ سخت دردناک عذاب کے مستحق اور دونوں جہان کی کامیابی سے محروم ہیں ان کی محنت برباد اور ان کی کوششیں اکارت ہوں گی اور دنیا وآخرت میں جب سزا ملے گی تو ان کو کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔

قیامت میں سب سے بڑے عذاب کا مستحق

حدیث میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کس کو ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے خدا کے نبی کو قتل کیا ہو یا اس شخص کو قتل کیا ہو جو اوامر ونواہی پر پابند رہنے کی نصیحت کرتا ہو یعنی جس نے اچھی بات کا حکم کیا اور بری بات سے منع کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ سے وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ تک (یعنی مذکورہ بالا آیات) اور یہ ارشاد فرمایا اے ابوعبیدہ بنی اسرائیل نے شروع دن میں ۴۳ انبیاء کو یکدم قتل کر ڈالا تھا۔ اس پر بنی اسرائیل کے ۱۷۰ عابد زاہد اور صلحاء کھڑے ہوئے اور ان قاتلوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تو اُسی وقت سورج غروب ہونے سے پہلے ان قاتلوں نے ان کو بھی قتل کر ڈالا۔

فائدہ: اَلَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ: یعنی لوگوں کو اخلاق و معاملات میں عدل کی ہدایتیں کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد انبیاء اور ان کے نائبین ہیں۔ آیت سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ سابق امتوں میں امر بالمعروف واجب تھا اور یہ فرض انبیاء اور اُن کے نائبین انجام دیتے تھے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ جن جرائم کی مرتکب گذشتہ امتیں ہوئی ہیں اُن سے اس امت مسلمہ کو کامل طور پر بچنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔

اور ہمیں اپنے علماء وصلحاء کا اکرام واحترام نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ٘ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۝

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سب اعمال غارت ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا

اُولٰٓئِكَ	الَّذِیْنَ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	فِی الدُّنْیَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِیْنَ
یہی	وہ جو کہ	ضائع ہو گئے	ان کے عمل	دنیا میں	اور آخرت	اور انہیں	ان کا	کوئی	مددگار

انبیاء وعلماء کے قاتلوں کی سزا

مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو تو کتابیں ملی تھیں باقی ان میں سے اور کسی نبی پر کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ وحی آتی تھی۔ ہر فرقہ کے واسطے ایک ہی زمانہ میں بہت سے انبیاء ہوا کرتے تھے۔ ہر شہر میں ۵۰، ۵۰۔۱۰۰، ۱۰۰ تک کی تعداد میں ہوا کرتے تھے اور ہر نبی اپنے آدمیوں کو نصیحت کرتا تھا لیکن اس قوم بنی اسرائیل میں کچھ شقی ایسے بھی ہوتے تھے کہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے اور کچھ لوگ جو اُن کو نصیحت کرتے تو ان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں قاتلوں کا تذکرہ ان آیات میں فرمایا ہے اور یہود مدینہ کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے منکر ہو کر پیغمبر اور دوسرے نبی اور انصاف پسند لوگوں یعنی علمائے امت سے مقابلہ کرنا اور نصیحت کرنے والوں سے جھگڑنا اور انہیں جان سے مار دینے کے درپے ہونا یہ بہت بڑا ظلم ہے ایسے مجرموں کو سخت سزا ملے گی۔

یہ واقعات قرآن کریم اس لئے پیش کرتا ہے کہ منکرین اسلام یعنی یہود مدینہ دیکھ لیں کہ ان کے اجداد اسلاف میں کیسے سیہ کار تھے اور ایسے لوگوں کے تمام اعمال حسنہ دنیا اور آخرت میں بیکار اور ضائع گئے یعنی دونوں جہان کی کامیابی سے محروم رہے اور دنیا و آخرت کی ذلتیں سر پڑیں۔ آخرت میں عذاب الٰہی سے بچانے والا اُن کو کوئی نہ ہوگا اور نہ دنیا میں خدا کے مواخذہ سے ان کو کوئی بچا سکا۔ بخت نصر ایک بادشاہ گذرا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ نے ان یہود پر مسلط فرمایا جس نے ۷۰ ہزار یہود کو ایک دن میں فنا کیا۔

جرم وسزا میں مطابقت

یہاں آیت میں انبیاء اور علماء وصلحاء کے قاتلین کی دو سزائیں ذکر کی گئیں ایک حبط اعمال دوسرے وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ انبیاء کرام چونکہ منبع رشد و ہدایت تھے اس لئے اُن کے قتل پر حبط اعمال کی سزا ملی اور علماء چونکہ انبیاء کرام کے اعوان وانصار اور معین و مددگار تھے اس لئے علماء کے قتل کی سزا میں وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ فرمایا یعنی ان کو خدا کی سزا سے کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔ ان واقعات میں اہل اسلام کے لئے بھی عبرت کا سامان ہے کہ جو گناہ جرائم گذشتہ قوموں نے کئے ہیں اُن سے کامل طور پر ہم بچتے رہیں تا کہ ایسا نہ ہو کہ جس سزا میں وہ مبتلا ہوئے کہیں وہ ہم پر نازل نہ ہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک کی سچی فرمانبرداری اور اتباع نصیب فرما۔ اور اس اتباع کی برکت سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ہمیں کامیابی اور سرخروئی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ

کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا اور اس کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے پھر ان میں سے

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِينَ	أُوتُوا	نَصِيبًا	مِّنَ	الْكِتَابِ	يُدْعَوْنَ	إِلَىٰ	كِتَابِ اللَّهِ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ	يَتَوَلَّىٰ
کیا نہیں دیکھا	طرف (کی)	وہ لوگ جو	دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	بلائے جاتے ہیں	طرف	اللہ کی کتاب	تاکہ وہ فیصلہ کرے	انکے درمیان	پھر	پھر جاتا ہے

فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾

بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے

فَرِيقٌ	مِّنْهُمْ	وَهُم	مُّعْرِضُونَ
ایک فریق	ان سے	اور وہ	منہ پھیرنے والے

شانِ نزول: شانِ نزول سے متعلق یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں سے کسی مالدار یہودی نے ایک یہودن سے زنا کیا توریت میں زنا کی سزا رجم تھی یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔ چونکہ یہ دونوں مجرم خاندانی اور مالدار تھے اسلئے یہود کو انکا سنگسار کرنا گوارا نہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے کہ آپ فیصلہ کر دیں۔ اور ایسا انہوں نے اس خیال سے کیا کہ وہ یہ سمجھے تھے کہ قرآن کی رو سے انکی ہلکی سزا ہوگی۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن کر یہود کہنے لگے کہ آپ نے ہم پر ظلم کیا۔ ان کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان توریت فیصلہ کن ہے اس کا فیصلہ توریت پر رکھو کہنے لگے کہ ہاں یہ انصاف کی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر توریت کا کون بڑا عالم ہے۔ بولے عبداللہ ابن صوریا۔ چنانچہ اس کو بلوایا گیا اور توریت بھی منگوائی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت کا وہ پارہ جس میں رجم کی آیت تھی ابن صوریا سے فرمایا پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا جب آیت رجم تک پہنچا تو اس پر ہتھیلی رکھ لی اور آگے بڑھ گیا۔ یعنی رجم کی عبارت کو چھوڑ کر آگے پیچھے کی عبارتیں پڑھ دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام جو یہود کے بڑے عالم تھے اور اب اسلام لا چکے تھے انہوں نے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے آیت رجم کو چھوڑ دیا ہے اور پھر خود اٹھ کر اور اسکا ہاتھ ہٹا کر آیت رجم پڑھ دی جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں اور گواہ موجود ہوں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے اور اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک انتظار کیا جائے۔ اس پر یہودی ذلیل ہوئے اور دونوں زانی مرد اور عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سنگسار کر دیے گئے۔ جس پر یہود سخت ناراض ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس آیت میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

اہل کتاب کی بناوٹی حق پرستی

حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہے کہ یہ اہل کتاب حق پرستی کے مدعی ہیں حالانکہ انہوں نے مذہب انبیاء میں تحریف کر کے اپنی طرف سے من گھڑت عقیدے بنا رکھے ہیں۔ یہود تورات پر ایمان کے مدعی ہیں لیکن جب تورات کے احکام کی پابندی کی دعوت ان کو دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی کے فیصلہ کو مان لو تو اس کو بھی نہیں مانتے اور غصہ سے منہ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو جب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق ان کا یہ حال ہے تو قرآن و اسلام کے متعلق انکے خیالات بد کا کیا ٹھکانا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان و اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی۔ اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی۔

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَنْ تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّآ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ	وَّغَرَّهُمْ	فِيْ	دِيْنِهِمْ	مَّا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ
یہ	اسلئے کہ وہ	کہتے ہیں	ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی	آگ	مگر	چند دن	گنتی کے	اور انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	میں	ان کا دین	جو	وہ گھڑتے تھے

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

باتوں نے سوان کا کیا حال ہوگا جب کہ ہم ان کو اس دن میں جمع کرلیں گے جس میں ذرا شبہ نہیں اور پورا پورا بدلہ مل جاویگا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا

فَكَيْفَ	اِذَا	جَمَعْنٰهُمْ	لِيَوْمٍ	لَّا رَيْبَ	فِيْهِ	وَ	وُفِّيَتْ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ
سو کیا	جب	انہیں ہم جمع کرینگے	اس دن	نہیں شک	اس میں	اور	پورا پائے گا	ہر	شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	حق تلفی نہ ہوگی

یہود کی گمراہی کا سبب: درحقیقت یہود کی بے دینی اور گمراہی کا سبب یہ ہے کہ انکے مذہبی پیشوا اور اسلاف نے دین الٰہی میں تراش خراش کر کے اپنی طرف سے چند ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں۔ مثلاً ان یہود کا قول ہے کہ اوّل تو ہمیں سزا ملے ہی گی نہیں اور اگر ملی بھی تو صرف چند دنوں کے لئے یعنی ۷ دن یا ۴۰ دن، ہم صرف جہنم میں رہیں گے کیونکہ ہم حضرت ابراہیم کی نسل میں ہیں اسکے علاوہ حضرت یعقوب سے خدا نے وعدہ کرلیا ہے کہ تیری اولاد کو دوزخ میں نہیں ڈالوں گا مگر صرف قسم پوری کرنے کو۔

یہود کے ان باطل اور من گھڑت عقائد کی تردید فرما دی گئی اور صاف صاف بتلا دیا گیا کہ اپنے عقائد اور اعمال کی سزا قیامت میں ہر ایک کو ملے گی اور اس تک انکو اپنے تراشیدہ اقوال اور دین الٰہی میں ترمیم کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

ایک شبہ کا جواب: ان آیات کے شان نزول کے تحت جو واقعہ مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض قوانین سابقہ کتب الٰہیہ کے قوانین کے مطابق ہیں اور غیر مسلموں کا باہمی فیصلہ ان کی مذہبی کتاب کے موافق ہونا چاہئے۔ اب یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی یہودی اور یہودن کو جو کافر تھے ان کو اسلامی قانون کے موافق کیوں رجم کروا دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ مذکورہ میں یہودی زانی اور زانیہ کا رجم شریعت اسلامیہ کے حکم سے نہ تھا اور نہ اُن پر اسلامی حکم جاری کیا گیا تھا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مشرکین عرب کو زنا کی وجہ سے رجم کیا اس واقعہ میں خود یہودی کی کتاب کا حکم اُن پر جاری فرمایا اور وہ بھی اسلئے کہ اس معاملہ میں خود انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حَکم اور حاکم مان لیا تھا۔ چنانچہ اب بھی اسلامی حکومت میں اگر کفار کا کوئی آپس کا مقدمہ اسلامی حاکم کے پاس آئے تو اسلامی حاکم کفار صاحب مقدمہ پر اُن کے مذہب کے موافق احکام جاری کرے گا مثلاً کفار کے میراث کے احکام اُن کے مذہب کے مطابق اُن پر جاری ہوں گے نہ کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق۔ الغرض اس آیت اور گذشتہ آیات میں اہل کتاب و منکرین اسلام کی سرکشی عناد اور تعصب کا ذکر ہوا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنے دین محمدی پر سچائی و پختگی کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور یوم قیامت میں ہمارے ساتھ رحم و کرم و مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور جس کو

قُلِ	اللّٰهُمَّ	مٰلِكَ	الْمُلْكِ	تُؤْتِى	الْمُلْكَ	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَنْزِعُ	الْمُلْكَ	مِمَّنْ	تَشَآءُ	وَتُعِزُّ	مَنْ	تَشَآءُ
آپ کہیں	اے اللہ	مالک	ملک	تو دے	ملک	جسے	تو چاہے	اور چھین لے	ملک	جس سے	تو چاہے	اور عزت دے	جسے	تو چاہے

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

وَتُذِلُّ	مَنْ	تَشَآءُ	بِيَدِكَ	الْخَيْرُ	اِنَّكَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىْءٍ	قَدِيْرٌ
اور ذلیل کر دے	جسے	تو چاہے	تیرے ہاتھ میں	تمام بھلائی	بیشک تو	پر	ہر	چیز	قادر

یہود کی دنیا پرستی کا علاج:

جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے وفد نجران کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ نے کہا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو روم کے بادشاہ جو ہماری عزت اور مالی خدمت کرتے ہیں سب بند کر دیں گے۔ شاید یہاں دعاء ومناجات کے رنگ میں اس کا جواب دیا کہ جن بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی دی ہوئی عزتوں پر تم مفتون ہو رہے ہو تو خوب سمجھ لو کہ کل سلطنت وعزت کا اصلی مالک خداوند قدوس ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے سلب کر لے کیا یہ امکان نہیں کہ روم وفارس کی سلطنتیں اور عزتیں چھین کر مسلمانوں کو دے دی جائیں بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دی جائیں گی۔

آج مسلمانوں کی موجودہ بے سروسامانی اور دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے بیشک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اسی لئے یہود منافقین مذاق اڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ سے ڈر کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصر وکسریٰ کے تاج وتخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے چند ہی سال میں دکھلا دیا کہ روم وفارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اس نے اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی تھیں فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مادی سلطنت وعزت کیا چیز ہے جب خداوند قادر وحکیم نے روحانی سلطنت وعزت کا آخری مقام (یعنی منصب نبوت و رسالت) بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسمٰعیل میں پہنچا دیا تو روم وعجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کر دینا کیا مستبعد ہے گویا یہ دعا ایک طرح کی پیشینگوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کایا پلٹ ہونے والی ہے۔ جو قوم دنیا سے الگ تھلگ پڑی تھی عزتوں اور سلطنتوں کی مالک ہوگی، اور جو بادشاہت کر رہے تھے ان کو اپنی بداعمالیوں کی بدولت پستی وذلت کے غار میں گرایا جائے گا۔ (تنبیہ) بِيَدِكَ الْخَيْرُ بیشک خدا کے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر وخوبی ہے اور شر کا پیدا کرنا بھی اس کے اعتبار سے خیر ہی ہے۔ کیونکہ مجموعہ عالم کے اعتبار سے اس میں ہزارہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ فی الحدیث الصحیح اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِىْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ. ﴿تفسیر عثمانی﴾

دُعاء کیجئے

یا اللہ! مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے قلوب کو ایمان وتقویٰ کے نور سے منور فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

آپ رات کو دن میں داخل کردیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کردیتے ہیں اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں اور بے جان چیز کو جاندار سے

تُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِی النَّهَارِ	وَتُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِی الَّيْلِ	وَتُخْرِجُ	الْحَیَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَتُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ
تو داخل کرتا ہے	رات	دن میں	اور داخل کرتا ہے تو	دن	رات میں	اور تو نکالتا ہے	جاندار	سے	بے جان	اور تو نکالتا ہے	بے جان	سے

الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

نکال لیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔

الْحَیِّ	وَتَرْزُقُ	مَنْ	تَشَآءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ
جاندار	اور تو رزق دیتا ہے	جسے	تو چاہے	بے حساب

یہودیوں کی خام خیالوں کا سدباب

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ : یعنی کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے کبھی اس کا عکس کرتا ہے، مثلاً ایک موسم میں ۱۴ گھنٹے کی رات اور دس گھنٹہ کا دن ہے۔ چند ماہ بعد رات کے چار گھنٹہ کاٹ کر دن میں داخل کردیے۔ اب رات دس گھنٹہ کی رہ گئی اور دن ۱۴ گھنٹہ کا ہوگیا۔ یہ سب الٹ پھیر تیرے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ شمس وقمر وغیرہ تمام سیارات بدون تیرے ارادہ کے ذرا حرکت نہیں کرسکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات۔ جاہل قوموں نے رات اور دن دونوں کو دیوی دیوتاؤں کی حیثیت دے رکھی ہے آیت میں ضمناً ان خرافات کا بھی رد آ گیا۔

وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ یعنی بیضہ کو مرغی سے، مرغی کو بیضہ سے آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے، ناقص کو کامل سے نکالنا تیری ہی قدرت کا کام ہے۔

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہود سمجھتے تھے کہ پہلے جو بزرگی ہم میں تھی وہ ہی ہمیشہ رہے گی، یہ لوگ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں، اللہ تعالیٰ قدیر وعزیز اور مختار ہے جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور ذلیل کردے۔ اور جاہلوں میں کامل پیدا کرے (جیسے عرب کے اُمیوں میں سے کیے) اور کاملوں میں سے جاہل (جیسے بنی اسرائیل میں ہوا) اور جس کو چاہے (حسی ومعنوی) رزق بے حساب دیوے۔ لہٰذا غرور اور آرزوں پر رہنا بے وقوفی ہے۔

فضائل: اب اخیر میں ان تلاوت کردہ آیات کی کچھ فضیلت خصوصی بھی سن لیجئے۔ امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسیؔ اور سورۂ آل عمران کی دو آیتیں۔ ایک شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور دوسری قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک (یعنی آیت زیر تفسیر) پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانا جنت میں بنا دوں گا اور اس کو اپنے خطیرۃ القدس میں جگہ دوں گا اور ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد ودشمن سے پناہ دوں گا اور اُن پر اس کو غالب رکھوں گا۔ نیز بزرگان دین نے لکھا ہے کہ اس آیت کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس پر مداومت کرے اللہ تعالیٰ اسکو قرض سے سبکدوش فرماتا ہے بعض بزرگوں نے یہ تخصیص بھی کی ہے کہ نماز کے بعد سات بار پڑھے اور اس عمل کو ادائیگی قرض کے لئے مجرب لکھا ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! دشمنان دین واسلام کی قوت وشوکت کو پاش پاش فرمادے۔ اے اللہ دشمنان دین کو آپس میں ٹکرا دے اور ان کی قوتوں کو پامال فرمادے۔ اے اللہ اہل اسلام کو پھر غلبہ اور شوکت عطا فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ

مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں

لَا یَتَّخِذِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الْكٰفِرِیْنَ	اَوْلِیَآءَ	مِنْ دُوْنِ	الْمُؤْمِنِیْنَ	وَمَنْ	یَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	فَلَیْسَ	مِنَ
نہ بنائیں	مومن (جمع)	کافر (جمع)	دوست (جمع)	علاوہ (چھوڑ کر)	مومن (جمع)	اور جو	کرے	ایسا	تو نہیں	سے

اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾

نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم اُن سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اللّٰهِ	فِیْ شَیْءٍ	اِلَّاۤ	اَنْ	تَتَّقُوْا	مِنْهُمْ	تُقٰىةً	وَیُحَذِّرُكُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ	وَاِلَى	اللّٰهِ	الْمَصِیْرُ
اللہ	کوئی تعلق	سوائے	کہ	بچاؤ کرو	ان سے	بچاؤ	اور ڈراتا ہے تمہیں	اللہ	اپنی ذات	اور طرف	اللہ	لوٹ جانا

کفار سے دوستی مت کرو: ان آیات سے احکام حسب ذیل معلوم ہوئے۔(۱) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کو چھوڑ کر اسلام نور ہدایت ہے اور کفر ظلمت اور اجتماع ضدین عقلاً ونقلاً محال ہے۔(۲) مذکورہ بالا حکم کی مخالفت پر یہ وعید سنائی گئی کہ جو کوئی یہ کام کرے یعنی کافروں کو دوست بنائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی سروکار نہیں۔(۳) مذکورہ بالا حکم سے ایک صورت استثنیٰ کی بھی ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ محض تدبیر اور انتظام کے درجہ میں کافروں سے ظاہری دوستی کی اس حد تک اجازت ہے کہ جہاں تک اُن کے شر اور ضرر سے بچنے کے لئے بقدر حاجت حفاظتی تدبیر کی ضرورت ہے یعنی محض ظاہری تعلق شر اور ضرر سے بچنے کے لئے پیدا کرنا جائز ہے باقی دلی تعلق اور قلبی محبت کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔

کفار کے ساتھ معاملات و تعلقات کی مختلف نوعیتیں: علماء مفسرین نے کفار کے ساتھ معاملات کی تفصیل میں حسب ذیل پانچ درجات بیان کئے ہیں۔ پہلا معاملہ کافروں کی ملت اور مذہب کو اچھا جان کر اُن سے تعلق قلبی یا دلی مودت ومحبت کی جائے یہ قطعاً حرام ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ کافروں کے مذہب کو تو برا سمجھتا ہو مگر دنیوی معاملات میں خوش خلقی اور حسن سلوک سے کافروں کے ساتھ پیش آتا ہو یہ اسلامی رواداری ہے۔ تیسرے کافروں کے مذہب کو برا جانتا ہو مگر کسی دنیوی لالچ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اُن کی مدد کرتا ہو اور مسلمانوں کے راز اُن کو بتلاتا ہو یہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر انہیں افعال پر قائم رہیگا تو کفر کا اندیشہ ہے۔ چوتھے کافروں کی طرف دلی میلان نہ ہو نہ اُن کے مذہب کو اچھا جانتا ہو لیکن کفار کی حکومت ہو یا اس شخص کو جانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ظاہری تعلق اُس حد تک جائز ہے کہ احکام اسلامی میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ پانچویں غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور ہمدردی خیر خواہی اور نفع رسانی کے معاملات کرنا یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

خلاصہ اس سب تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ قلبی اور دلی دوستی ومحبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں اور احسان و ہمدردی اور نفع رسانی بجز اہل حرب کے سب کے ساتھ جائز ہے۔ اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی جائز ہے جبکہ اُس کا مقصد غیر مسلم مہمان کی خاطر داری یا اُن کو اسلامی معاملات یا دینی نفع پہنچانا مقصود ہو یا اپنے آپ کو اُن کے کسی نقصان اور ضرر سے بچانا مقصود ہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ایمان و اسلام کی سچی محبت نصیب فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

قُلْ	اِنْ	تُخْفُوْا	مَا	فِيْ	صُدُوْرِكُمْ	اَوْ	تُبْدُوْهُ	يَعْلَمْهُ	اللّٰهُ	وَيَعْلَمُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ
کہدیں	اگرتم	چھپاؤ	جو	میں	تمہارے سینے (دل)	یا	تم ظاہر کرو	اسے جانتا ہے	اللہ	اور وہ جانتا ہے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے ہیں جس روز کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی اس بات کی تمنا

وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	يَوْمَ	تَجِدُ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَا	عَمِلَتْ	مِنْ	خَيْرٍ	مُحْضَرًا	وَمَا	عَمِلَتْ	مِنْ
اور اللہ	پر	ہر	چیز	قادر	دن	پائے گا	ہر	شخص	جو	اس نے کی	سے (کوئی)	نیکی	موجود	اور جو	اسنے کی	سے کوئی

سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۝

کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت ہوتی اور خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں پر

سُوْٓءٍ	تَوَدُّ	لَوْ اَنَّ	بَيْنَهَا	وَ	بَيْنَهٗ	اَمَدًا	بَعِيْدًا	وَيُحَذِّرُكُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ	وَاللّٰهُ	رَءُوْفٌ	بِالْعِبَادِ
برائی	آرزو کریگا	کاش کہ	اسکے درمیان	اور	اسکے درمیان	فاصلہ	دور	اور تمہیں ڈراتا ہے	اللہ	اپنی ذات	اور اللہ	شفقت کرنیوالا	بندوں پر

اللہ تعالیٰ کا علم تمام عالم پر محیط ہے

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم دل ہی دل میں پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اُس کو زبان و جوارح سے ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کو ہر حال میں جانتے ہیں اور اسی کی کیا تخصیص ہے وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کوئی چیز اُن سے مخفی نہیں اور علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی رکھتے ہیں سو اگر تم کسی امر قبیح کا ارتکاب کرو گے خواہ ظاہراً یا باطناً تو وہ تم کو سزا دے سکتے ہیں۔ جس روز ایسا ہوگا کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی پائے گا اُس روز اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اُس شخص کے اور اُس روز کے درمیان دور دراز کی مسافت حائل ہوتی تا کہ اپنے اعمال بد کا معائنہ نہ کرنا پڑتا۔ اور تم سے پھر مکرر کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات عظیم الشان سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں اپنے بندوں کے حال پر۔ اُس مہربانی سے یوں چاہتے ہیں کہ یہ سزائے آخرت سے بچے رہیں اور بچنے کا طریقہ ہے اعمال بد کا ترک کرنا اور ترک کرنا عادتاً بدون ڈرانے کے ہوتا نہیں اس لئے ڈراتے ہیں پس یہ ڈرانا عین عنایت و شفقت ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمارے دلوں میں کفر و شرک اور فسق و فجور کی نفرت پیدا فرما تا کہ ہم ہر چھوٹے بڑے ظاہری اور باطنی گناہ اور بری باتوں سے علیحدہ رہیں۔ یا اللہ ہم میں آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمخواری عطا فرما اور ہر حال میں ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں

قُلْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تُحِبُّوْنَ	اللّٰهَ	فَاتَّبِعُوْنِىْ	يُحْبِبْكُمُ	اللّٰهُ	وَيَغْفِرْ لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
آپ کہدیں	اگر	تم ہو	محبت رکھتے	اللہ	تو میری پیروی کرو	تم سے محبت کریگا	اللہ	اور تمہیں بخشدے گا	گناہ تمہارے	اور اللہ	بخشنے والا	مہربان

خدا سے محبت کا معیار

دشمنانِ خدا کی موالات ومحبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتلاتے ہیں یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔

جو شخص جس قدر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے، اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا، اتنا ہی حضور کی پیروی میں مضبوط ومستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری وباطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزماں کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔ (تفسیر عثمانی)

محبت کی حقیقت

محب کے دل کا محبوب کے خیال میں مشغول رہنا اور ایسا استغراق ہو جانا کہ دوسرے کی طرف توجہ نہ رہے اور کسی وقت خیال محبوب کی طرف توجہ اور اشتغال کے بغیر چارہ ہی نہ ہو یہ محبت کا مفہوم ہے۔ یہی مطلب ہے کہ اس قول کا کہ عشق دل کی آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو سوخت کر دیتی ہے یعنی ہر چیز کی طرف سے توجہ کو ہٹا دیتی ہے محبوب کے سوا ہر شے کا تصور مٹا دیتی ہے گویا محب کی نظر میں محبوب کے علاوہ کوئی چیز موجود ہی نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی ہستی بھی نظر نہیں آتی ہر ماسوا تصور محبوب میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس مغلوب الحالی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کو طبعاً وہی چیز پسند آتی ہے جو محبوب کو پسند ہو اور اس چیز سے ذاتی نفرت ہو جاتی ہے جس سے محبوب کو نفرت ہو وہ ہر وقت مرضی محبوب کا خواستگار رہتا ہے اس کو نہ ثواب اور فائدہ کا لالچ رہتا ہے نہ عذاب اور ضرر کا اندیشہ اگرچہ بالعرض اس کی لب میں طمع اور خوف کی آمیزش ہوتی ہے (مگر آلائش نہیں ہوتی اس کی اصل غرض محبوب کی خوشنودی کی طلب ہوتی ہے۔

اللہ کی محبت

یہ تو بندہ کی محبت کی حقیقت ہے، رہی اللہ کی محبت بندہ سے تو ظاہر ہے کہ اللہ قلب، استغراق تصور اور انہماک سے پاک ہے اس کو ایسی توجہ کسی طرف نہیں ہوتی کہ دوسری طرف توجہ نہ رہے اس کی محبت ایک سادہ انس کا نام ہے جو بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور دوسرے کی طرف بندہ کو مائل نہیں ہونے دیتا اللہ کی طرف سے اسی کشش کا نتیجہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

23

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

آپ یہ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے

قُلْ	اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	الرَّسُوْلَ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	الْكٰفِرِيْنَ
آپ کہہ دیں	تم اطاعت کرو	اللہ	اور	رسول	پھر اگر	وہ پھر جائیں	تو بیشک	اللہ	نہیں دوست رکھتا	کافر (جمع)

یہود ونصاریٰ کے دعووں کی حقیقت

یہود و نصاریٰ کہتے تھے نحن ابناء اللّٰہ واحباؤہ (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہوسکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے احکام کی تعمیل کرو پیغمبر کا کہا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقش قدم پر چلے آؤ۔ وفد نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم وعبادت اللہ کی محبت وتعظیم کے لئے کرتے ہیں، اس کا بھی جواب ہوگیا۔ کہ اگر واقعی تم اللہ ہی کے اطاعت گزار ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آخری پیغمبر کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں ہے

یہاں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فرما کر یعنی اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی یہ صاف ظاہر فرما دیا کہ خدا رسول دونوں کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی ہے اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری بعینہ خدا کی اطاعت وفرمانبرداری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمادیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری سب امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (امت میں ہوتے ہوئے) انکار کون کرسکتا ہے۔ فرمایا جس نے میرا کہا مانا وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میرا کہانہ مانا تو اس نے انکار کیا۔ متفق علیہ۔ دیکھو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے داخلہ کو اپنی اطاعت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے فرمایا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اللہ کے فرمان برداروں اور نافرمانوں میں امتیاز قائم کردیا ہے۔ رواہ البخاری فی حدیث طویل عن جابرؓ (تفسیر مظہری)

آگے اللہ تعالیٰ کے چند محبّ ومحبوب بندوں کا حال سنایا گیا اور وفد نجران کی رعایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی جو کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی تمہید ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ اپنے حبیب پاک کی محبت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی ہمیں نصیب فرما۔ اور ظاہراً و باطناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی ہم کو پابندی نصیب فرما۔ اے اللہ آپ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہیں اے اللہ ہم پر بھی کرم ورحم کی نظر فرما۔

اے اللہ اپنی مغفرت ورحمت سے ہم سب کو دین ودنیا میں نواز دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْۢ

بیشک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان پر بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں

اِنَّ	اللّٰہَ	اصْطَفٰٓی	اٰدَمَ	وَنُوْحًا	وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ	وَاٰلَ عِمْرٰنَ	عَلَی	الْعٰلَمِیْنَ	ذُرِّیَّۃً	بَعْضُھَا	مِنْۢ
بیشک	اللہ	چن لیا	آدم	اور نوح	اور ابراہیم کا گھرانہ	اور عمران کا گھرانہ	پر	سارے جہان	اولاد	وہ ایک	سے

بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝	بَعْضٍ	وَاللّٰہُ	سَمِیْعٌ	عَلِیْمٌ	
اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور جاننے والے ہیں	دوسرے	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا	

اللہ تعالیٰ کے چند برگزیدہ ومحبوب بندے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے چند برگزیدہ اور مجبور بندوں کا ذکر فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے دنیا کو خدا تعالیٰ کی محبت کی تعلیم دی اور اس کا طریقہ بتلایا اور جو سب سے پہلے خدا کے نبی اور معلّم ہیں۔ جو خداوند عزاسمہ کے خلیفہ ہیں اور علم ومعرفت میں فرشتوں سے بڑھ کر ہیں وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آدم علیہ السلام کا برگزیدہ ہونا کئی وجوہ سے ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے خاص دستِ قدرت سے انہیں پیدا فرمایا۔ انہیں نسلِ انسانی کا وارث اعلیٰ بنایا۔ ملائکہ کا مسجود بنایا۔ جنت الفردوس میں ٹھہرایا۔ اس دنیا میں سب سے پہلے پیغمبر آپ ہی ہیں اس لئے سب سے پہلے ذکر آپ کا فرمایا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ نوح علیہ السلام کی برگزیدگی اس طرح ہے کہ آپ آدم علیہ السلام کے بعد پہلے وہ نبی ہیں جنہوں نے کفار کو تبلیغ کی۔ آپ کے اتباع کرنے والوں کو نجات ملی اور آپ کے اتباع سے اعراض کرنے والوں کو غرق کیا گیا۔ پھر آل ابراہیم کا ذکر فرمایا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں بعض کو برگزیدہ اور پسندیدہ بنایا جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور اسی طرح آل عمران یعنی خاندان عمران میں سے بھی بعض کو برگزیدہ فرمایا۔

عمران سے مراد کون

یہاں عمران سے مراد کون سے عمران ہیں؟ اس میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے والد ہیں جن کا نام عمران تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک حضرت مریم کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل تھے بہرحال یہاں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد مراد ہیں تو آل عمران سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام مراد ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک ممکنہ وہم کا ازالہ

چونکہ عموماً نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے چلتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے وہم ہو سکتا تھا کہ ان کو نسل ابراہیمی سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آل عمران اور ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْۢ بَعْضٍ فرما کر متنبہ کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ماں ہی سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کا سلسلہ نسب بھی ماں ہی کی طرف سے لیا جائے گا نہ کہ معاذ اللہ خدا کی طرف سے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے باپ عمران کا سلسلہ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہنچتا ہے۔ تو آل عمران آل ابراہیم کی ایک شاخ ہوئی اور کوئی پیغمبر خاندان ابراہیمی سے باہر نہ ہوا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں اپنے تمام انبیاء کی عموماً اور نبی آخر الزمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً اتباع کامل نصیب فرما اور آپ کی صحیح و سچی محبت وعظمت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾

جب عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جائے گا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے بیشک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

اِذْ	قَالَتِ	امْرَاَتُ عِمْرٰنَ	رَبِّ	اِنِّیْ	نَذَرْتُ	لَکَ	مَا	فِیْ بَطْنِیْ	مُحَرَّرًا	فَتَقَبَّلْ	مِنِّیْ	اِنَّکَ	اَنْتَ	السَّمِیْعُ	الْعَلِیْمُ
جب	کہا	بی بی عمران	اے میرے رب	بیشک میں	میں نے نذر کیا	تیرے لئے	جو	میرے پیٹ میں	آزاد کیا ہوا	سو تو قبول کرلے	مجھ سے	بیشک تو	تو	سننے والا	جاننے والا

حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں نصاریٰ کے خیالات باطلہ کا رد

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کی پیدائش اور اُن کے حالات بیان فرمائے کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہٗ نے آلِ عمران پر اپنی توجہات وعنایات فرمائیں اور اسی سلسلہ کلام میں مناسبت کی وجہ سے ضمناً حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔ نصاریٰ کے عقائد باطلہ کے سلسلہ میں ان آیات میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر اور ان کی پیدائش اور پرورش کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے علاوہ آپ کی والدہ حضرت مریم صدیقہ کو الوہیت میں شامل کرتا تھا اور اُنھیں یہ شبہ اس لئے ہوا تھا کہ حضرت مریم کے بچپن میں بے موسم پھل اُن کے پاس منجانب اللہ موجود ہوتے تھے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کو کچھ مافوق الاسباب اختیار تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیالات باطلہ کے ردّ میں حضرت مریم کے حالات بیان فرمائے اور بتلایا کہ دیکھو حضرت مریم کتنی دعاؤں کے بعد تو پیدا ہوئیں اور کس طرح اُن کی پرورش کی گئی۔ بھلا جو اپنی پیدائش اور پرورش میں دوسروں کی محتاج ہو وہ کس طرح معبود بن سکتی ہے اور الوہیت میں شریک ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے حضرت مریم کی پیدائش اور پھر اُن کی پرورش کا حال بیان کیا۔

حضرت مریم کی والدہ کا نذر ماننا

اُس زمانے کی شرع کے موافق ایسی نذر ماننا بڑی نیکی اور ثواب کا کام تھا کہ جو لڑکا پیدا ہوگا اُسے اللہ کے نام پر آزاد کر دیا جائے گا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچہ تمام دنیوی کاموں اور نکاح وغیرہ کے تعلقات سے آزاد ہو کر ہمیشہ تا زندگی اللہ کی عبادت اور خانۂ خدا کی خدمت میں لگا رہے گا گویا اس طرح اولاد کو دین ومذہب کی خدمت کے لئے وقف کر دینا تھا اس لئے حضرت مریم کی والدہ نے نذر مانی کہ خداوندا جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اسے تیرے نام پر آزاد کرتی ہوں اور اس نذر کے ماننے میں خاتون (یعنی حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذا) نے اشارۃً یہ دعاء بھی کی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہو کیونکہ ایسی نذر ماننا صرف لڑکوں کے ساتھ مخصوص تھا۔ سو انہوں نے اس گمان سے نذر مانی تھی کہ اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہم کو آپ اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لیں اور شیطان کے ہر شر سے ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰىؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡؕ وَلَيۡسَ الذَّكَرُ

پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اُس کو جو انہوں نے جنی اور وہ لڑکا

فَلَمَّا	وَضَعَتۡهَا	قَالَتۡ	رَبِّ	اِنِّىۡ	وَضَعۡتُهَاۤ	اُنۡثٰى	وَاللّٰهُ	اَعۡلَمُ	بِمَا	وَضَعَتۡ	وَلَيۡسَ	الذَّكَرُ
سو جب	اسنے اسکو جنم دیا	اس نے کہا	اے میرے رب	میں نے	جنم دی	لڑکی	اور اللہ	خوب جانتا ہے	جو	اس نے جنا	اور نہیں	بیٹا

كَالۡاُنۡثٰىۚ وَاِنِّىۡ سَمَّيۡتُهَا مَرۡيَمَ وَاِنِّىۡۤ اُعِيۡذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ‏

اس لڑکی کے برابر نہیں اور میں نے اُس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اُس کو اور اُس کی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے

كَالۡاُنۡثٰى	وَاِنِّىۡ	سَمَّيۡتُهَا	مَرۡيَمَ	وَاِنِّىۡۤ اُعِيۡذُهَا	بِكَ	وَذُرِّيَّتَهَا	مِنَ	الشَّيۡطٰنِ	الرَّجِيۡمِ
مانند بچی	اور میں	اس کا نام رکھا	مریم	اور میں پناہ میں دیتی ہوں اسکو	تیری	اور اس کی اولاد	سے	شیطان	مردود

حضرت مریم کی پیدائش کا قصہ

حضرت مریم کی والدہ نے اُن کی پیدائش پر یہ دعا بھی مانگی تھی کہ یا اللہ میں اسکو اور اسکی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے چنانچہ ان کی یہ عرض بھی قبول ہوئی جیسا کہ حدیث صحیحین میں آیا ہے کہ ہر بچہ کو ولادت کے وقت شیطان چھیڑتا ہے اور اُس کے چھیڑنے سے بچہ چلاتا ہے بجز حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور مریم بمعنی عابدہ نام رکھنے کے تصریح میں یہ اشارہ ہے کہ میں اپنی نذر پر حتی الامکان قائم ہوں۔ اس لڑکی کو بھی خانہ خدا کے لئے فارغ کردوں گی اگر خدمت کے لئے نہیں تو عبادت کے لئے سہی۔ غرض حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ان کو لے کر بنی اسرائیل کی عبادت گاہ خانہ خدا میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین و عابدین سے کہ اُن میں زکریا علیہ السلام بھی تھے جا کر کہا کہ اس لڑکی کو میں نے خاص خدا کے لئے مانا ہے اس لئے میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ سو اس کو لے کر آئی ہوں آپ لوگ لے کر رکھئے۔ چونکہ حضرت عمران یعنی حضرت مریم کے والد بنی اسرائیل کی عبادت گاہ کے امام تھے اور حالت حمل میں اُن کی وفات ہو چکی تھی ورنہ سب سے زیادہ مستحق ان کے لینے کے وہ تھے بوجہ باپ ہونے کے بھی اور بوجہ امام ہونے کے بھی اس لئے ہر شخص اُن کے لینے اور پالنے کی خواہش رکھتا تھا۔

حضرت مریم کا حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں آنا

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی ترجیح کی وجہ یہ بیان کی کہ میں بچی کا خالو ہوں اور میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے بعد ماں کے وہی رکھنے کی مستحق ہیں۔ مگر اور لوگ اس ترجیح پر راضی اور متفق نہ ہوئے۔ آخر قرعہ اندازی سے فیصلہ پر اتفاق قرار پایا اور قرعہ اندازی کی صورت بھی عجیب و غریب خلاف عادت ٹھہری جس کا بیان ان شاء اللہ آگے آوے گا اس میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوئے۔ چنانچہ حضرت مریم اُن کو مل گئیں اور اُنہوں نے بعض روایات کی بنا پر ایک انّا نوکر رکھ کر دودھ پلوایا اور بعض روایات میں ہے کہ دودھ پینے کی حاجت اُن کو نہیں ہوئی غرض وہ خود اٹھنے بیٹھنے لگیں۔ ان کو عبادت خانہ سے متعلق ایک مکان میں لاکر رکھا۔ لکھا ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام باہر جاتے تو باہر سے قفل لگا کر جاتے آ کر کھول لیتے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے مقبولین اولیاء و صلحاء کی محبت اور ان سے تعلق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا

پس اُن کو اُن کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر اُن کو نشو نما دیا اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا۔ جب بھی زکریا اُن کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے

فَتَقَبَّلَهَا	رَبُّهَا	بِقَبُوْلٍ	حَسَنٍ	وَّ اَنْۢبَتَهَا	نَبَاتًا	حَسَنًا	وَّكَفَّلَهَا	زَكَرِيَّا	كُلَّمَا	دَخَلَ	عَلَيْهَا
تو قبول کیا اسکو	اسکا رب	قبول	اچھا	اور پروان چڑھایا اسکو	بڑھانا	اچھا	اور سپرد کیا اسکو	زکریا	جس وقت	داخل ہوتا	اسکے پاس

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ

تو اُن کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے۔ یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں

زَكَرِيَّا	الْمِحْرَابَ	وَجَدَ	عِنْدَهَا	رِزْقًا	قَالَ	يٰمَرْيَمُ	اَنّٰى	لَكِ	هٰذَا	قَالَتْ	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ
زکریا	محراب (حجرہ)	پایا	اسکے پاس	کھانا	اسنے کہا	اے مریم	کہاں	تیرے لئے	یہ	اسنے کہا	یہ	سے	پاس	اللہ

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۷

بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں

اِنَّ	اللّٰهَ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ
بیشک	اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	چاہے	بے حساب

دُعاء کی مقبولیت اور مریم علیہا السلام کی نشو نما کا ذکر

یہاں آیت میں فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ جو فرمایا یعنی اُن کے رب نے اُنھیں کو بوجہ احسن قبول فرمالیا تو اس کی ظاہری علامات یہ تھیں کہ اس قرعہ اندازی میں جو بطور معجزہ تھا حضرت زکریا علیہ السلام غالب آئے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی مرضی تھی کہ حضرت مریم حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس رہیں اور پلیں اور یہ جو فرمایا کہ عمدہ طور پر اُن کو یعنی حضرت مریم کو نشو نما دیا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ابتدا سے طاعت وعبادت میں مشغول رکھا دوسرے یہ کہ اور بچوں کے معمولی نشو نما سے انکا ظاہری نشو و نما زائد تھا آپ انہیں عبادت خانے میں چھوڑ کر جاتے واپس آتے تو آپ کے پاس پھل رکھے ہوتے تھے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام جو ان سے پوچھتے تھے کہ یہ پھل پھلار اور کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے آئیں تو وجہ اس کی یہ تھی کہ بجز ان کے اس مکان میں کوئی نہ آ سکتا تھا۔ خود قفل لگا کر باہر جاتے اور خود آ کر کھولتے دوسرے وہ چیزیں بھی بے فصل میوے ہوتے تھے اس لئے تعجب ہوتا تھا۔ حضرت مریم فرماتیں اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں سو وہ رزق حضرت مریم کے لئے محض عالم غیب سے آتا تھا۔

حضرت مریم ولی تھیں

حضرت مریم کے متعلق قول مشہور یہی ہے کہ وہ ولی تھیں نبی نہیں تھیں چنانچہ یہ آیت کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ جو ذات مریم کو بے وقت، بے فصل اور بغیر موسم اور بغیر سبب ظاہری کے میوہ پھل عطا فرمانے پر قادر ہے تو وہ بے شک اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں بانجھ بی بی سے امید قطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کر دے بایں خیال حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک فرزند صالح کی دعاء کی جس کا حال اگلی آیات میں ذکر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور اپنے مقبولین کے طفیل سے ہمیں بھی رزق بے حساب عطا فرمائیں اور جو کچھ عطا فرمائیں اُس کے حقوق کے ادائیگی کی بھی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

اُس موقع پر دُعا کی زکریا نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دُعا کے۔

هُنَالِكَ	دَعَا	زَكَرِيَّا	رَبَّهٗ	قَالَ	رَبِّ	هَبْ لِيْ	مِنْ	لَّدُنْكَ	ذُرِّيَّةً	طَيِّبَةً	اِنَّكَ	سَمِيْعُ	الدُّعَآءِ
وہیں	دُعا کی	زکریا	اپنا رب	اُسنے کہا	اے میرے رب	عطا کر مجھے	سے	اپنے پاس	اولاد	پاک	بیشک تو	سننے والا	دُعا

حضرت زکریا علیہ السلام کا اولاد کیلئے دُعاء کرنا

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش و کفالت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ذمہ لی تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس کھانے پینے کی چیزیں اور بے فصل میوہ اور پھل موجود پاتے تو حضرت مریم سے دریافت کرتے کہ مریم یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ وہ جواب میں کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی اُس وقت تک کوئی اولاد نہ تھی او زمانہ بڑھاپے کا آ گیا تھا جس میں عادۃً اولاد نہیں ہوتی۔ اُدھر قوم کی حالت دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام دل میں افسوس کرتے تھے۔ اور سوچتے تھے کہ نبوت کا وہ علم جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانہ کی خاص چیز ہے اب پوری قوم میں اس کا وارث کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ کیا میرے بعد یہ لوگ اس سے محروم ہو جائیں گے اور گھر میں اپنے کوئی اولاد نہ تھی۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے سامنے بے موسم میوہ اور پھل دیکھے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ جو قادر مطلق بے موقعہ اور بے موسم پھل عطا کر سکتا ہے وہ بے موقعہ یعنی بڑھاپے میں اولاد بھی عطا کر سکتا ہے پس آپ کے دل میں خیال ہوا کہ میں بھی اولاد کے لئے دُعاء کروں۔ اللہ کی رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے مجھ کو بھی بے موسم میوہ مل جائے یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ سے آپ نے اولاد صالح کے لئے دعاء کی۔ یہاں آیت میں اسی دُعاء کا ذکر ہے اور ارشاد باری ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (اس موقعہ پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دُعاء کی اپنے رب سے۔ عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد۔ بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعاء کے)

ادب کا اہتمام ورعایت

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو حق جل شانہٗ کی قدرت عظیمہ میں کوئی شک اور تردد نہ تھا۔ ان کو یقین کامل تھا کہ حق تعالیٰ بڑھاپے میں بھی اولاد عطا فرما سکتے ہیں لیکن بڑھاپے میں بانجھ عورت سے اولاد کا ہونا خارق عادت ہے اس لئے بارگاہ خداوندی میں خارق عادت امر کی درخواست کو خلاف ادب سمجھ کر اب تک سکوت کیا تھا مگر حضرت مریم کے خارق عادت احوال دیکھ کر اس نوع کی درخواست کی دل میں ہمت ہوئی اور حق تعالیٰ سے اولاد صالح کے لئے دُعاء فرمائی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے دعاء قبول فرمائی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ پر ہمیں یقین کامل نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں بھی اپنے دین کی خدمت واشاعت کیلئے قبول فرما۔ اپنی رضا و مدد کے پھل سے بہرہ ور فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ

پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق

فَنَادَتْهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	وَهُوَ	قَآئِمٌ	يُّصَلِّيْ	فِي	الْمِحْرَابِ	اَنَّ اللّٰهَ	يُبَشِّرُكَ	بِيَحْيٰى	مُصَدِّقًا	بِكَلِمَةٍ
تو آواز دی	فرشتہ (جمع)	اور وہ	کھڑے ہوئے	نماز پڑھتے	میں	محراب (حجرہ)	کہ اللہ	تمہیں خوشخبری دیتا ہے	یحییٰ کی	تصدیق کرنے والا	حکم

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے

مِنَ	اللّٰهِ	وَسَيِّدًا	وَحَصُوْرًا	وَنَبِيًّا	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ
سے	اللہ	اور سردار	اور نفس کو قابو رکھنے والا	اور نبی	سے	نیکوکار (جمع)

حضرت یحییٰ کی بشارت اور صفات

یہاں حضرت ذکریا علیہ السلام کو دی گئی بشارت کا ذکر فرمایا گیا کہ فرشتوں نے حضرت ذکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی اور ساتھ ہی ان کی یعنی پیدا ہونے والے بچے کی پانچ صفات بیان فرمائیں۔

پہلی صفت یہ بتلائی کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے کلمۃ اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے کہا گیا کہ وہ محض خدا تعالیٰ کے حکم سے خلاف عادت بلا واسطہ باپ کے پیدا کئے گئے ان کی تصدیق کا اس لئے ذکر کیا کہ دونوں صاحبان ایک زمانہ میں تھے۔ البتہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ عمر میں بڑے تھے اور سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اس لئے ان کو مصدق کہا گیا۔ **دوسری صفت** سید بتلائی گئی یعنی لوگوں کے سردار ہوں گے۔ لوگ ان کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان کا اتباع کریں گے۔ **تیسری صفت** ان میں یہ ہوگی کہ نفسانی خواہشات کی طرف رغبت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فطری طور پر ان کی تمام خواہشات سے بندش ہوگی۔ حصور اس جائز خواہشات سے رکنا بھی داخل ہے مثلاً مرد کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ نکاح وغیرہ۔ **چوتھی صفت** حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی ہوں گے۔ **پانچویں صفت** یہ بتلائی گئی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ یہاں صالحین سے صلاح کا وہ معمولی درجہ مراد نہیں ہے جو عام مومنین صالحین کو حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کی صلاح مراد ہے جو منصب نبوت کے شایان شان ہو۔

نکاح کرنا افضل ہے یا نہ کرنا

علماء نے لکھا ہے کہ نکاح نہ کرنا یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی ورنہ نکاح تمام انبیاء کی مشترک اور متفق علیہ سنت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اگرچہ رفع الی السماء سے پہلے نکاح نہیں فرمایا لیکن نزول من السماء کے بعد نکاح فرمائیں گے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مصرح ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نکاح کو اتنی اہمیت دی ہے کہ آپ نے اس شخص کو اپنی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی جو باوجود استطاعت وقدرت کے نکاح سے اعراض کرے۔

یہاں آیت میں حصوراً صفت کو بھی موقع مدح میں فرمایا گیا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے علیحدہ رہنا افضل طریقہ ہے۔ اس موقعہ پر علمائے محققین نے یہ تحقیق لکھی ہے کہ جس شخص کی حالت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سی ہو کہ اس پر آخرت کا خیال اس قدر غالب ہو کہ اس کے غلبہ کی وجہ سے بیوی کی ضرورت محسوس کرے اور نہ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کی فرصت ہو تو ایسے شخص کے لئے یہی افضل ہے اسی وجہ سے جن احادیث میں نکاح کی فضیلت آئی ہے ان میں مَنِ اسْتَطَاعَ کی قید بھی مذکور ہے یعنی جو نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور زوجیت کے حقوق ادا کرسکتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا افضل ہے ورنہ نہیں۔

دُعا کیجئے: یا اللہ اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو نوازئیے اور اس پر شکر کی توفیق بھی عطا فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝

زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آ پہنچا اور میری بی بی بچہ جننے کے قابل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کرتے ہیں

قَالَ	رَبِّ	اَنّٰى	يَكُوْنُ	لِىْ	غُلٰمٌ	وَّقَدْ بَلَغَنِىَ	الْكِبَرُ	وَامْرَاَتِىْ	عَاقِرٌ	قَالَ	كَذٰلِكَ	اللّٰهُ	يَفْعَلُ	مَا يَشَآءُ
اسنے کہا	اے میرے رب	کہاں	ہوگا	میرے لئے	لڑکا	جبکہ مجھے پہنچ گیا	بڑھاپا	اور میری عورت	بانجھ	اسنے کہا	اسیطرح	اللہ	کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

حضرت زکریا علیہ السلام کا اظہار مسرت اور استفسار

جب فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد کا مژدہ سنایا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے فرط مسرت سے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیسے ہوگا کہ میری حالت یہ ہے کہ مجھ پر بڑھاپا آ چکا اور میری بیوی بانجھ ہے۔ حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ حضرت کلبیؒ کہتے ہیں اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۹۲ سال تھی، ضحاک کہتے ہیں ۱۲۰ سال تھی اور ان کی زوجہ کی عمر ۹۸ سال تھی۔

یہاں حضرت زکریا کے یہ کہنے سے کہ میرے لڑکا کیسے ہوگا۔ معاذ اللہ حضرت زکریا کو قدرت خداوندی میں کوئی شک نہ تھا بلکہ ناامیدی کے بعد ایک خارق عادت امر کی بشارت ملی تھی۔ اس لئے اس مسرت میں اس کی کیفیت دریافت کرنے لگے کہ فرزند پیدا ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ کیا مجھ کو اور میری بیوی کو جوان کر دیا جائے گا۔ یا دوسری بیوی سے یہ بچہ عنایت ہوگا۔ یا ہم دونوں کو اسی پیرانہ سالی کی حالت میں رکھ کر بچہ عنایت ہوگا؟ کیا صورت ہوگی نیز اس سوال کے جواب میں جب اس کیفیت کو بتلایا جائے گا تو حصول ولد کی بشارت اس مکرر بیان سے اور پختہ ہو جائے گی۔ اور خوشی بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے استفسار کی مثال

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بادشاہ اگر کسی شخص کو کوئی بشارت دے اور وہ شخص جوش مسرت میں بادشاہ سے یہ سوال کرے کہ حضور کے اس انعام و اکرام کی کیا صورت ہوگی تو اس کا یہ سوال بادشاہ کی قدرت میں شک کی بنا پر نہیں بلکہ بطور لذت و فرحت ہے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال کو سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کا جواب

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ : اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جواب ملا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت اسباب کی پابند نہیں ہے اگرچہ عالم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ اسباب کے ذریعہ سے کام ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کرنا بھی اس کی خاص عادت ہے لہٰذا آپ کو اسی بوڑھاپے کے عالم میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی عادت خاص کے تحت بیٹا عطاء کرے گا۔

الغرض حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا "اسی طرح" یعنی اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی جو چاہتے ہیں کر دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آپ کی قدرت کاملہ ظاہری اسباب کی پابند نہیں۔ آپ جو چاہیں اپنی شان کُنْ فَيَكُوْنُ سے کر سکتے ہیں۔ یا اللہ! اپنی نعمتوں کا ہمیں شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور ناشکری سے بچائیے۔ یا اللہ! ہم میں سے جو اولاد کے آرزومند ہیں اُن کو اپنی رحمت سے اس نعمت سے سرفراز فرمائیے۔ اور اولاد صالح عطا فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا																	
انھوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کردیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کرسکو گے بجز اشارہ کے																	
قَالَ	رَبِّ	اجْعَلْ	لِّیْٓ	اٰیَۃً	قَالَ	اٰیَتُکَ	اَلَّا	تُکَلِّمَ	النَّاسَ	ثَلٰثَۃَ	اَیَّامٍ	اِلَّا	رَمْزًا	وَ	اذْکُرْ	رَّبَّکَ	کَثِیْرًا
اس نے کہا	اے میرے رب	مقرر فرمادے	میرے لئے	کوئی نشانی	اس نے کہا	تیری نشانی	کہ نہ	بات کریگا	لوگ	تین	دن	مگر	اشارہ	اور	تو یاد کر	اپنا رب	بہت

وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ﴿۴۱﴾	وَّسَبِّحْ	بِالْعَشِیِّ	وَالْاِبْکَارِ
اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجو اور تسبیح کیجو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی	اور تسبیح کر	شام	اور صبح

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے آثار

حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَۃً یعنی اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردیجئے جس سے معلوم ہوجائے کہ حمل قرار پاگیا تا کہ آثار ولادت دیکھ کر آپ کی نعمت کے شکر میں مشغول ہوجاؤں اور شکر کی بدولت اور مزید نعمت کا مستحق ہوسکوں اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب عطا ہوا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گے مگر اشارہ سے یعنی ہاتھ یا سر وغیرہ کے اشارہ سے اور اُس وقت اگرچہ لوگوں سے بات کرنے پر قدرت نہ ہو گی لیکن ذکر اللہ پر قادر ہو گے سو اُس وقت اپنے رب کو دل سے بھی بکثرت یاد کرنا اور زبان سے بھی تسبیح کرنا دن ڈھلے کو بھی اور صبح کو بھی۔

سبحان اللہ کیا خوب نشانی مقرر کی گئی کہ تین روز تک آدمیوں کے ساتھ گفتگو اور بات چیت کی قدرت نہ رہے گی۔ یہ نشانی کی نشانی بھی ہے اور نشانی سے جو غرض تھی یعنی ادائے شکر نعمت وہ بھی پوری حاصل رہے کہ لوگوں سے بات کرنے کی قدرت ہی نہ رہے اور ذکر اللہ اور تسبیح کی قدرت رہے تا کہ خدا کے ذکر و شکر کے سوا کچھ کر ہی نہ سکیں پس کیا لطیف نشانی تجویز کی گئی کہ ایک ہی چیز دونوں غرضوں کی نشانی بن گئی۔ حصول ولد کی بھی اور شکر نعمت کی بھی۔

اولاد کی خواہش

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اولاد کا آرزومند ہونا زہد اور نبوت کے منافی نہیں بالخصوص جب کسی دینی مصلحت وغرض سے ہو جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے کی۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ قرآنی دُعا رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ بطور وظیفہ پڑھنا صاحب اولاد ہونے کے لئے نہایت مفید اور نافع ہے۔ نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا بھی اظہار فرما رہے ہیں کہ وہ کل کائنات پر حاوی ہیں۔ جس کام کو کرنا چاہیں دم بھر میں کرسکتے ہیں اُنھیں کسی سبب کی ضرورت نہیں لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ ظاہری اسباب پر نظر رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھے اور اپنی ہر تمنا اُسی کے حضور میں پیش کرے۔

سلسلہ کلام آل عمران یعنی حضرت مریم کے قصہ سے ہوا تھا۔ مناسبت کی وجہ سے ضمناً حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔ اب آگے پھر حضرت مریم کے بقیہ قصہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ پر ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہر کام میں اور ہر حال میں اپنی قدرت پر نظر اور بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو نوازدے۔ اور اس کے شکر کی توفیق بھی عطا فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بلاشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے

وَاِذْ	قَالَتِ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يٰمَرْيَمُ	اِنَّ اللّٰهَ	اصْطَفٰىكِ	وَطَهَّرَكِ	وَاصْطَفٰىكِ	عَلٰى	نِسَآءِ	الْعٰلَمِيْنَ
اور جب	کہا	فرشتہ (جمع)	اے مریم	بیشک اللہ	چن لیا تجھ کو	اور پاک کیا تجھ کو	اور برگزیدہ کیا تجھ کو	پر	عورتیں	تمام جہان

حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت

حضرت زکریاہ و یحییٰ علیہما السلام کا قصہ جو ضمنی مناسبت سے درمیان میں آگیا تھا اور جس میں اصطفاء آل عمران کی تاکید اور مسیح علیہ السلام کے قصہ کی تمہید تھی، یہاں ختم کر کے پھر مریم و مسیح کے واقعات کی طرف کلام منتقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح سے پہلے ان کی والدہ کا فضل و شرف ذکر فرماتے ہیں۔ یعنی فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پہلے دن سے چھانٹ لیا کہ باوجود لڑکی ہونے کے اپنی نیاز میں قبول کیا، طرح طرح کے احوالِ رفیعہ اور کرامات سنیہ عنایت فرمائیں۔ ستھرے اخلاق، پاک طبیعت اور ظاہری و باطنی نزاہت عطاء فرما کر اپنی مسجد کی خدمت کے لائق بنایا اور جہان کی عورتوں پر تجھ کو بعض وجوہ سے فضیلت بخشی۔ مثلاً ایسی استعداد رکھی کہ بدونِ مسِ بشر تنہا اس کے وجود سے حضرت مسیح جیسے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوں۔ یہ امتیاز دنیا میں کسی عورت کو حاصل نہیں ہوا۔ (تفسیر عثمانی)

وَطَهَّرَكِ اور اللہ نے تجھے پاک رکھا۔ یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا یا پاک کر دیا۔ یعنی گناہوں کی مغفرت کر کے اور شیطان کا راستہ بند کر کے۔ جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث صحیحین میں مذکور ہے اور ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ پاک رکھنے سے مراد ہے مردوں کے چھونے سے پاک رکھنا۔

افضل خاتون: وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ...... اور جہان کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی ہے۔ یعنی تیرے زمانہ کی عورتوں پر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اُس امت کی عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہے اور اِس امت کی عورتوں میں افضل خدیجہؓ ہے۔ متفق علیہ۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے لئے جہان کی عورتوں سے مریم بنتِ عمران اور خدیجہؓ بنتِ خویلد اور فاطمہؓ بنتِ محمدؐ اور آسیہ زوجہ فرعون کافی ہیں (یعنی سب سے افضل ہیں)۔ رواہ الترمذی۔ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مردوں میں تو کامل بہت ہیں، لیکن عورتوں میں کامل صرف مریم بنتِ عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں۔ اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی گھی سے آمیختہ روٹی) کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ متفق علیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گزشتہ اقوام میں عورتوں میں کامل صرف مریم بنتِ عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی آخر میں فرما دیا کہ عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ اس جملہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت مریم اور حضرت آسیہ پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہؓ! کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہو، یا فرمایا اہلِ ایمان کی عورتوں کی۔

اور بعض علماء کا یہ بھی قول ہے کہ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ سے مراد اس وقت کی موجود خواتین ہیں کہ ان پر حضرت مریم کی فضیلت حاصل تھی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے برگزیدہ ہستیوں سے محبت کے طفیل ہم سب کی بخشش فرما دیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۞ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ

اے مریم اطاعت کرتی رہ اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کر اور رکوع کیا کر ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔ یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس اور آپ

يٰمَرْيَمُ	اقْنُتِيْ	لِرَبِّكِ	وَاسْجُدِيْ	وَارْكَعِيْ	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ	ذٰلِكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الْغَيْبِ	نُوْحِيْهِ
اے مریم	تو فرمانبرداری کر	اپنے رب کی	اور سجدہ کر	اور رکوع کر	ساتھ	رکوع کرنے والے	یہ	سے	خبریں	غیب	ہم بھیجتے ہیں

اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۞

ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ اپنے قلموں کو ڈال رہے تھے کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ باہم اختلاف کر رہے تھے

اِلَيْكَ	وَمَا كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يُلْقُوْنَ	اَقْلَامَهُمْ	اَيُّهُمْ	يَكْفُلُ	مَرْيَمَ	وَمَا	كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يَخْتَصِمُوْنَ
تیری طرف	اور تو نہ تھا	ان کے پاس	جب	وہ ڈالتے تھے	اپنے قلم	کون ان	پرورش کرے	مریم	اور نہ	تو نہ تھا	ان کے پاس	جب	وہ جھگڑتے تھے

حضرت مریم کی عبادت

جس طرح اور لوگ خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں۔ تو بھی اسی طرح رکوع کرتی رہ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر۔ اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا اس رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے، شاید اس لئے نماز کو بعنوان رکوع تعبیر کیا گیا۔ کما یفهم من کلام ابن تیمیه فی فتاواہ۔ واللہ اعلم۔ اس تقدیر پر اگر "اقْنُتِيْ" میں "قنوت" سے قیام مراد لیں تو قیام، رکوع، سجود تینوں ہیئات صلوٰۃ کا ذکر آیت میں ہو جائے گا۔ (تنبیہ) ممکن ہے اس وقت عورتوں کو عام طور پر جماعت میں شریک ہونا جائز ہو یا خاص فتنہ سے مامون ہونے کی صورت میں اجازت ہو یا مریم کی خصوصیت ہو یا مریم اپنے حجرہ میں رہ کر تنہا، یا دوسری عورتوں کے ہمراہ امام کی اقتداء کرتی ہوں، سب احتمالات ہیں۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ مریم صدیقہؑ اپنے عبادت خانے میں اس قدر بکثرت اور با خشوع اور لمبی نمازیں پڑھا کرتی تھیں کہ دونوں پیروں میں زرد پانی اتر آیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

گذشتہ واقعات کا بیان آنحضرت کی سچائی کی دلیل ہے

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ یعنی ظاہری حیثیت سے آپ کچھ پڑھے لکھے نہیں۔ پہلے سے اہل کتاب کی کوئی معتد بہ صحبت نہیں رہی، جن سے واقعات ماضیہ کی ایسی تحقیقی معلومات ہو سکیں۔ اور صحبت رہتی بھی تو کیا تھا، وہ لوگ خود ہی اوہام و خرافات کی اندھیریوں میں پڑے بھٹک رہے تھے۔ کسی نے عداوت میں، کسی نے حد سے زیادہ محبت میں آ کر صحیح واقعات کو مسخ کر رکھا تھا۔ پھر اندھے کی آنکھ سے روشنی حاصل ہونے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اندریں حالات "مدنی" اور "مکی" دونوں قسم کی سورتوں میں ان واقعات کو ایسی صحت اور بسط و تفصیل سے سنانا جو بڑے بڑے مدعیان علم اہل کتاب کی آنکھوں میں چکا چوند کر دیں اور کسی کو مجال انکار باقی نہ رہے اس کی کھلی دلیل ہے کہ بذریعہ وحی آپ کو یہ علم دیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ نے نہ بچشم خود ان حالات کا معائنہ کیا اور نہ علم حاصل کرنے کا کوئی خارجی ذریعہ آپ کے پاس موجود تھا۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت مریم کی سرپرستی کا فیصلہ

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ جب حضرت مریم نذر میں قبول کر لی گئیں تو مسجد کے مجاورین میں جھگڑا ہوا کہ انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے۔ آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی، سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے تھے، چلتے پانی میں چھوڑ دیئے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بہے، بلکہ الٹا پھر جائے اسی کو حقدار سمجھیں۔ اس میں بھی قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام نکلا اور حق دار کو حق پہنچ گیا۔ (تفسیر عثمانی)

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے طفیل ہمیں بھی صالحین اور نیک بختوں میں شامل فرما دیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا' اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا

إِذْ قَالَتِ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يٰمَرْيَمُ	إِنَّ	اللّٰهَ	يُبَشِّرُكِ	بِكَلِمَةٍ	مِّنْهُ	اسْمُهُ	الْمَسِيحُ	عِيسَى	ابْنُ مَرْيَمَ
جب کہا	فرشتے	اے مریم	بیشک	اللہ	تجھے بشارت دیتا ہے	ایک کلمہ کی	اپنے	اس کا نام	مسیح	عیسیٰ	ابن مریم

حضرت مریم علیہ السلام سے فرشتوں کی ہم کلامی

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ : فرشتوں کا حضرت مریم علیہا السلام سے یہ قول ہوسکتا ہے بطور الہام ہو جس کا تعلق محض دل اور باطن سے ہے' ہوسکتا ہے فرشتہ کا یہ قول بطور نداء ہو جس کا تعلق سماع اور ظاہر سے ہے۔ مَلٰٓئِكَة جمع کا صیغہ ضرور ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کہنے والے کئی فرشتے ہوں بلکہ ملائکہ سے مراد فرشتوں کی جنس بھی ہوسکتی ہے۔ محققین نے کہا ہے غیر انبیاء کے ساتھ فرشتوں کا کلام کرنا آیت سے ثابت ہے البتہ فرشتوں کے لائے ہوئے تبلیغی پیغامات صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ

یہاں اس آیت میں بھی اور قرآن و حدیث میں دوسری کئی جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کلمۃ اللہ فرمایا گیا ہے جس طرح روح القدس جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے اسی طرح کلمۃ اللہ مسیح علیہ السلام کا لقب ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے کلمات بیشمار ہیں لیکن حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ خاص طور پر اس لئے کہا گیا کہ آپ کی پیدائش عام قاعدہ کے خلاف بغیر باپ کے محض اللہ کے حکم سے ہوئی اور جو کام عادت و دستور کے خلاف ہو وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔

"مسیح" کا معنیٰ

لفظ مسیح یہ اصل میں عبرانی زبان میں ماشیح یا ماشیما تھا جس کے معنی "متبارک" کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام طور سے اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بعض علماء نے مسیح کو مسح سے ماخوذ مانا ہے کیونکہ اُن کے مسح سے برکت و شفا حاصل ہوتی تھی۔ بعض نے زمین کا مسح مراد لیا ہے یعنی ہمہ وقت سفر و سیاحت میں رہنے کی وجہ سے آپ کو مسیح کہا گیا۔

عیسیٰ بن مریم

حضرت مسیح علیہ السلام کا دوسرا نام "عیسیٰ ابن مریم" ہے لفظ عیسیٰ اصل میں عبرانی زبان میں ایشوع تھا جس کا معنیٰ سید کے ہیں۔ قرآن کریم نے ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ خاص طور پر ایک جزو کی حیثیت سے رکھا ہے اس لئے ان کی نسبت ہمیشہ ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ اسی طرح حضرت مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اُن کا نام ہمیشہ کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا جزو بنادیا گیا۔ نیز قرآن کریم نے "ابن مریم" کہہ کر یہ حقیقت بیان کردی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تو بشر تھے ہی' فرزند بھی کسی دیوی' دیوتا اور کسی مافوق البشر کے نہ تھے محض عورت ذات کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ و یہود جس افراط و تفریط میں گرفتار ہوکر گمراہ ہوئے ہمیں اسلام کی بدولت آپ نے اُس گمراہی سے بچایا اور صراط مستقیم پر رکھا۔ یا اللہ! ہم کو اسلام کی صراط مستقیم پر استقامت فرمایئے اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

باآبرو ہونگے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین ہونگے۔اور آدمیوں سے کلام کریں گے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور شائستہ لوگوں میں سے ہونگے

وَجِيْهًا	فِى	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ	وَيُكَلِّمُ	النَّاسَ	فِى الْمَهْدِ	وَكَهْلًا	وَمِنَ	الصّٰلِحِيْنَ
باآبرو	میں	دنیا	اور آخرت	اور سے	مقرب (جمع)	اور باتیں کریگا	لوگ	گہوارہ میں	اور پختہ عمر	اور سے	نیکوکار

حضرت مریم کی تشویش اور اس کا سد باب

وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ: جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ملائکہ نے دی تو ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بتقاضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح یقین کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ناچار مجھ پر طرح طرح کی تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائیں گے اور میں کس طرح اپنی پاک دامنی کا اظہار کرسکوں گی تو اُن کی اس تشویش کو دور کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فرمادیا کہ تم اطمینان رکھو کہ میں اس بچہ کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت عطا کروں گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کردوں گا تیرا بیٹا نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجہ کا نیک ہوگا۔

بچے کا کلام کرنا

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا: وہ ابھی بچہ ہی ہوگا کہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔اپنی پاک دامنی اور براءت کے لئے تمہیں بولنے کی ضرورت نہ ہوگی۔بچہ خود ہی کلام کرے گا اور بڑا ہو کر بھی اللہ کی باتیں بتلائے گا۔بعض نے کہا بچپن میں کلام کرنے سے مراد یہ بھی ہے کہ بچپن کی عمر سے ہی تبلیغ کرنے لگیں گے اور اتنی کم سنی سے گفتگو پر یہ قدرت معجزہ ہوگی انجیلی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے آپ نے بارہ سال کی عمر سے تبلیغ شروع کردی تھی۔روایات احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو عین جوانی کا زمانہ تھا۔ادھیڑ عمر جس کو عربی میں کہل کہتے ہیں وہ تو اس دنیا میں ابھی ان کی ہوئی ہی نہ تھی لہٰذا ادھیڑ عمر میں لوگوں سے ان کا کلام جبھی ہوسکتا ہے جبکہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں اس لئے جس طرح بچپن میں ان کا کلام معجزہ تھا ادھیڑ عمر کا کلام بھی معجزہ ہی ہے۔(معارف القرآن) وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ: یعنی اس عظمت و اجلال کے باوصف بہرحال دوسرے ہی صالح بندوں کی طرح ہوں گے معاذ اللہ شعبدہ باز یا بداخلاق نہ ہوں گے جیسا کہ یہودیوں نے الزامات گھڑ رکھے ہیں اور انسانوں سے مافوق بھی نہیں ہوں گے جیسا کہ عیسائیوں نے گھڑ رکھا ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے طفیل میں ہمیں بھی صالحین اور نیک بختوں میں شامل فرمادیں اور قرآن پاک نے جو یہ واقعات بیان فرمائے ہیں ان پر یقین کامل نصیب فرمائیں کہ بیشک اللہ پاک پوری قدرت والے ہیں اور ان کی قدرت کسی سبب کی محتاج نہیں۔وہ جو چاہیں بلا سبب بھی کرسکتے ہیں۔ یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہمیں اسلام عطا فرما کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ یا اللہ! آپ نے اپنے انبیاء کو جو معجزات عطا فرمائے ہیں اور اپنے اولیاء کو جو کرامات عطا فرمائیں ہم اُن سب پر ایمان لاتے ہیں اور اُن پر یقین رکھتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا

حضرت مریم علیہا السلام بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی ہوگا اللہ جو چاہیں پیدا کردیتے ہیں جب کسی چیز کو

قَالَتْ	رَبِّ	اَنّٰى	يَكُوْنُ لِيْ	وَلَدٌ	وَلَمْ	يَمْسَسْنِيْ	بَشَرٌ	قَالَ	كَذٰلِكِ	اللّٰهُ	يَخْلُقُ	مَا يَشَآءُ	اِذَا
وہ بولی	اے میرے رب	کیسے	ہوگا میرے ہاں	بیٹا	اور نہیں	ہاتھ لگایا مجھے	کوئی مرد	اس نے کہا	اسی طرح	اللہ	پیدا کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے	جب

قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

پورا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہوجا بس وہ ہوجاتا ہے

قَضٰۤى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ
وہ ارادہ کرتا ہے	کوئی کام	تو	وہ کہتا ہے	اسکو	ہوجا	سو وہ ہوجاتا ہے

حضرت مریمؑ کا تعجب اور اس کا جواب

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بشارت جو ملائکہ نے حضرت مریم کو سنائی اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی بعض صفات بتلائیں تو یہ بشارت سن کر حضرت مریم کو حیرت وتعجب ہوا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور میرے بچہ کس طرح پیدا ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اور عادۃً بچہ بدون مرد کے پیدا نہیں ہوتا چنانچہ حضرت مریم نے اپنے تعجب کا اظہار حق تعالیٰ سے اس طرح کیا رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ یعنی حضرت مریم علیہا السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے بچہ کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ بھی نہیں لگایا یعنی عادۃً بچہ بغیر مرد کے پیدا نہیں ہوتا تو معلوم نہیں کہ ویسے ہی محض قدرت خداوندی سے بچہ ہوگا یا مجھ کو نکاح کا حکم کیا جاوے گا۔ اس عرض کے جواب میں فرشتے کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے جواب میں قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی بلا مرد کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کردیتے ہیں یعنی کسی چیز کے پیدا ہونے کے لئے صرف ان کا چاہنا کافی ہے کسی واسطہ اور سبب خاص کی اُن کو حاجت نہیں اور اُن کے چاہنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو کہہ دیتے ہیں کہ موجود ہوجا بس وہ چیز موجود ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے

پس اگر اسباب ووسائط کے بعد موجود ہونے کو حکم فرمادیا تو بھی اُسی طرح ہوجاتی ہے اور اگر وسائط واسباب کے قبل موجود ہونے کو کہہ دیا تو وہ اُسی طرح ہوجاتی ہے۔ یعنی کسی کام کے ہونے میں صرف حکم کی دیر ہے جہاں حکم ہوا اور ہوگیا تو جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے تو اس بچہ کی بدون مس بشر کے پیدا ہونے پر تعجب نہ کرو۔ وہ لڑکا اسی طرح ہوگا۔ خدا کی غیر محدود قدرت کسی سبب اور مادہ کی محتاج اور پابند نہیں۔ آگے حضرت مریم کو اُس بچہ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے باعث مزید تسلی دی جاتی ہے کہ اے مریم تم اس بچہ کے پیدا ہونے کی وجہ یہ خیال مت کرو کہ ولادت کے بعد لوگ تم کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنائیں گے بلکہ وہ مولود تمہاری عزت ووجاہت کا سبب بنے گا اس لئے کہ وہ بچہ عجیب وغریب فضائل کا حامل ہوگا۔ جن کا ذکر اگلی آیات میں آئے گا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی قدرت پر ایمان کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ

اور اللہ تعالیٰ اُن کو تعلیم فرماویں گے کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور اُن کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے کہ میں تم لوگوں کے پاس کافی دلیل لے کر آیا ہوں

وَيُعَلِّمُهُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَالتَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	وَرَسُوْلًا	اِلٰى	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اَنِّيْ	قَدْ جِئْتُكُمْ
اور وہ سکھائے گا اسکو	کتاب	اور دانائی	اور توریت	اور انجیل	اور ایک رسول	طرف	بنی اسرائیل	کہ میں	آیا ہوں تمہاری طرف

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ

دمیے کہ میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے

بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	اَنِّيْٓ	اَخْلُقُ	لَكُمْ	مِّنَ	الطِّيْنِ	كَهَيْـَٔةِ	الطَّيْرِ	فَاَنْفُخُ	فِيْهِ	فَيَكُوْنُ	طَيْرًا	بِاِذْنِ
ایک نشانی کیساتھ	سے	تمہارا رب	کہ میں	بناتا ہوں	تمہارے لئے	سے	گارا	مانند۔شکل	پرندہ	پھر پھونک مارتا ہوں	اس میں	تو وہ ہوجاتا ہے	پرندہ	حکم سے

اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

اور میں اچھا کردیتا ہوں۔ مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو

اللّٰهِ	وَاُبْرِئُ	الْاَكْمَهَ	وَالْاَبْرَصَ	
اللہ	اور میں اچھا کرتا ہوں	مادرزاد اندھا	اور کوڑھی	

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و معجزات: اس بچہ کی فضیلت وصفات میں ارشاد ہوتا ہے۔ اور اے مریم اُس مولود مسعود کی یہ فضیلتیں ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ اُس کو بلا کسی معلم اور بغیر استاد کے تعلیم فرماویں گے آسمانی کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور بالخصوص توریت وانجیل کا علم عطا کریگا اور اُن کو تمام بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا جو صاحب معجزات بھی ہوں گے اور جب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے جائیں گے تو وہ لوگوں سے یہ کہیں گے میں تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنی نبوت ورسالت کی ایک روشن نشانی لے کر آیا ہوں یعنی ایسے معجزات ظاہرہ وباہرہ لے کر آیا ہوں جو میری رسالت کی روشن دلیلیں ہیں جن کو دیکھ کر تم یہ جان لوگے کہ معجزات بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے ہیں اس لئے کہ اُس زمانہ کے تمام حکما اور اطبا اُن کے مثل لانے سے عاجز اور درماندہ ہوں گے اور وہ معجزات یہ ہیں۔

۱: مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر زندہ کرنا

اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ

یعنی میں تمہارے لئے اور تمہارے اطمینان کے لئے گارے سے پرندہ جیسی ایک شکل وصورت بناؤں گا پس اس مصنوعی شکل وصورت کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ سچ مچ کا جاندار پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے۔

یہ پہلا معجزہ تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کی دلیل فرمایا مگر ساتھ ہی باذن اللہ کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ لوگو تم یہ دیکھ کر مجھے خدا نہ کہنا بلکہ یہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ پرندہ کی شکل بنانا جو تصویر بنانا تھا شریعت عیسوی میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات جاندار کی تصاویر یا مورتیں بنانے کی ممانعت میں موجود ہیں۔

۲-۳: اندھوں اور برص والوں کو صحیح کرنا

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو یعنی حضرت عیسیٰ اپنا دوسرا معجزہ بیان کریں گے کہ میں مادرزاد اندھے کو ہاتھ پھیر کر یا دم کر کے اچھا کردونگا تیسرا معجزہ یہ بیان کریں گے کہ میں کوڑھ کے مرض کو اچھا کر دوں گا تو مادرزاد اندھا ہونا یا کوڑھ یہ دو بیماریاں ہیں جن سے تمام اطبا وحکما عاجز ہیں اس لئے آپ نے اُن ہی دو کا ذکر فرمایا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِكُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ

اور زندہ کر دیتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم لوگوں کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو رکھ آتے ہو بلاشبہ ان میں کافی

وَاُحۡیِ	الۡمَوۡتٰی	بِاِذۡنِ	اللّٰهِ	وَاُنَبِّئُكُمۡ	بِمَا	تَاۡكُلُوۡنَ	وَمَا	تَدَّخِرُوۡنَ	فِیۡ	بُیُوۡتِكُمۡ	اِنَّ	فِیۡ	ذٰلِكَ
اور میں زندہ کرتا ہوں	مُردے	حکم سے	اللہ	اور تمہیں بتاتا ہوں	جو	تم کھاتے ہو	اور جو	تم ذخیرہ کرتے ہو	میں	گھروں اپنے	بیشک	میں	اس

لَاٰیَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۹﴾

دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو۔

لَاٰیَةً	لَّكُمۡ	اِنۡ	كُنۡتُمۡ	مُّؤۡمِنِیۡنَ
ایک نشانی	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	ایمان والے

۴: مردوں کو زندہ کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ اور میں مردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کر دونگا۔ یعنی بیماروں کو اچھا کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوگا۔ ظاہراً اگرچہ میرا ہاتھ ہوگا در پردہ اللہ کا حکم ہوگا اور یہ باذن اللہ کا تکرار الوہیت کا شبہ رفع کرنے کے لئے ہے کہ میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں چنانچہ روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے قم باذن اللہ کہہ کر چار مُردے زندہ کئے۔

۵: گھروں کی خبریں دینا

وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِكُمۡ اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو اور جو گھروں میں رکھ آتے ہو یعنی خدا کی وحی سے آپ لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ کل تم نے کیا کھایا ہے۔ آج کیا کھاؤ گے اور اگلے وقت کے لئے کیا کھانا تم نے تیار کر رکھا ہے۔

معجزات کا مقصد نبوت کی تصدیق وتائید ہے

الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی فضیلت میں یہ بیان فرمایا کہ وہ جب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے جائیں گے تو وہ لوگوں پر ان پانچ معجزات کو اپنی نبوت کی دلیل میں پیش کریں گے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول آیت کے اخیر میں نقل کیا گیا اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اس میں میری رسالت کی ایک بڑی دلیل ہے اگر تم ایمان لانا چاہو یعنی بنی اسرائیل سے حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ ان ۵ مذکورہ معجزات میں تمہارے لئے میری صداقت ورسالت کا نشان ہے بشرطیکہ تم میں ایمان کی روشنی ہو اور ایمان لانا چاہو ورنہ عناد کی حالت میں تو ہزاروں معجزات بھی بے سود ہیں ابھی اگلی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بنی اسرائیل سے جاری ہے جسکا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں اسلام اور ایمان سے نوازا اور جملہ انبیاء ورسل پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔ اور ہمیں اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پکا اُمتی ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

24

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ

اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اُس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں اور میں

وَمُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيَّ	مِنَ	التَّوْرٰىةِ	وَ	لِاُحِلَّ	لَكُمْ	بَعْضَ	الَّذِيْ	حُرِّمَ	عَلَيْكُمْ	وَجِئْتُكُمْ
اور تصدیق کرنے والا	جو	اپنے سے پہلی	سے	توریت	اور	تاکہ حلال کر دوں	تمہارے لئے	بعض	وہ جو کہ	حرام کی گئی	تم پر	اور آیا ہوں تمہارے پاس

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

تمہارے پاس دلیل لے کر آیا ہوں حاصل یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اس کی عبادت کرو بس یہ ہے راہ راست

بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوْنِ	اِنَّ	اللّٰهَ	رَبِّيْ	وَرَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ
ایک نشانی	سے	تمہارا رب	سو تم ڈرو	اللہ	اور میرا کہا مانو	بیشک	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب	سو تم عبادت کرو اس کی	یہ	راستہ	سیدھا

بنی اسرائیل کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام

عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے یہ بھی کہیں گے کہ اے قوم بنی اسرائیل میں تمہارے پاس ایسی حالت میں آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اُس کتاب کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو شریعت موسیٰ علیہ السلام میں تم پر حرام کر دی گئی تھیں۔ یعنی توراۃ کے بعض احکام تو بحکم خداوندی برقرار رکھوں اور بعض کو منسوخ کر دوں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ شریعت موسوی میں بنی اسرائیل پر جو چیزیں حرام کر دی گئی تھیں وہ دو طرح پر تھیں۔ ایک تو اُن کی اصلاح حال کے لئے بطور ارشاد و ہدایت کے حرام کر دی گئی تھیں جیسے زنا' جھوٹ' چوری' بہتان' سور کا گوشت وغیرہ یہ احکام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بدستور سابق برقرار رکھے۔ دوسرے بنی اسرائیل پر بعض وہ چیزیں حرام کر دی گئی تھیں وہ اُن کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے وقتاً فوقتاً حرام قرار دے دی گئی تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور چربی اور سنیچر کے دن شکار کی ممانعت ان چیزوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی حلال کر دیا۔

اسی طرح شریعت موسوی کے بعض احکام کو منسوخ کر دیا۔ آگے مزید حضرت عیسیٰ کا قول نقل فرمایا گیا کہ وہ بنی اسرائیل سے یہ بھی کہیں گے کہ میں اپنی نبوت کی نشانی خدا کی طرف سے تمہارے سامنے لے کر آیا ہوں پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی میری مخالفت اور تکذیب میں اللہ کے عذاب سے ڈرو اور بے چون و چرا میری فرمانبرداری کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اُس رب کی عبادت کرو بس یہ ہے راہ راست۔

ان آیات زیر تفسیر سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر شریعت دوسری شریعت کے جزوی احکام کی ناسخ ہوتی ہے جیسا کہ شریعت عیسوی نے بعض احکام شریعت موسوی کے منسوخ کر دیئے تھے۔ اسی طرح شریعت محمدیہ نے شریعت عیسوی کے بعض احکام کو منسوخ قرار دیا۔

دوسری بات ان آیات سے یہ واضح ہوئی اور اہل کتاب کو یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب دلائل سے نبی برحق ہونا ثابت ہو چکا تو اہل کتاب کو خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لینا چاہئے اور مخالفت اور انکار نہ چاہئے۔

تیسری بات یہاں یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ فرماتے ہیں کہ میرا اور سب کا رب اللہ ہے اور اُسی کی بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے اسی میں ہدایت اور اسی میں نجات ہے۔ تو کامیابی و ہدایت کا راستہ فقط یہی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں امت محمدیہ میں پیدا فرما کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو مزید توفیق عطا فرمائیں کہ ہم شریعت محمدیہ کی صراط مستقیم پر چلنے والے ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ

سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے ہم اللہ تعالیٰ پر

فَلَمَّآ	اَحَسَّ	عِیْسٰی	مِنْهُمُ	الْكُفْرَ	قَالَ	مَنْ	اَنْصَارِیْٓ	اِلَى	اللّٰهِ	قَالَ	الْحَوَارِیُّوْنَ	نَحْنُ	اَنْصَارُ	اللّٰهِ
پھر جب	معلوم کیا	عیسیٰ	ان سے	کفر	اسنے کہا	کون	میری مدد کرنیوالا	طرف	اللہ	کہا	حواری (جمع)	ہم	مددکرنے والے	اللہ

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

ایمان لائے اور آپ اس کے گواہ رہیے کہ ہم فرمانبردار ہیں

اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَاشْهَدْ	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ
ہم ایمان لائے	اللہ پر	تو گواہ رہ	کہ ہم	فرمانبردار

عام بنی اسرائیلیوں کی سرکشی
اور حواریوں کا عہد وفا

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغ دین الٰہی کرتے اور آپ نے بامر الٰہی دین موسوی کے بعض احکام میں ترمیم کی۔ یہود اس پر بڑے مشتعل اور ناراض تھے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئی ماہ پہلے پیدا ہوئے تھے وہ بھی جوان ہو گئے تھے وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتے تھے۔ اس پر یہود کے بادشاہ وقت نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کروا دیا۔ الغرض قوم بنی اسرائیل طرح طرح کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائی اسی کے متعلق ان آیات میں پہلے ارشاد ہوتا ہے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے انکار دیکھا اور انکار کے ساتھ ساتھ درپے ایذا بھی پایا اور اتفاقاً کچھ لوگ آپ کو ایسے ملے جو حواریین کہلاتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی ضد اور اڑ کو دیکھ لیا کہ اپنی گمراہی۔ کجروی اور کفر و انکار سے یہ نہیں ہٹتے تو فرمانے لگے کہ کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے اللہ کے واسطے مددگار ہو جاویں اور اللہ کی طرف پکارنے میں میرا ہاتھ بٹانے والے ہو جائیں؟ اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے دین کے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خطاب کے جواب میں حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے دین کے یعنی ہم دین حق کی پیروی کریں گے اور احکام الٰہی کی اشاعت میں ہر طرح کے مددگار ہوں گے۔

حواری اور ان کی دعاء

حواریون حواری کی جمع ہے۔ حواریوں کے بارہ میں محققین کے مختلف اقوال ہیں کہ یہ کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا۔ مشہور قول یہ ہے کہ سب سے پہلے دو شخص جو حضرت عیسیٰ کے تابع ہوئے اور ایمان لائے وہ دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔

آگے انہی حوارین کا قول اور اُن کی دعا نقل فرمائی جاتی ہے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ حواریین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ پر حسب دعوت آپ کے ایمان لے آئے اور آپ اس بات پر گواہ رہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اور آپ کے فرمانبردار ہیں۔

دُعاء کیجئے: مخالفین اسلام جو شرارتیں اور تدبیریں اہل اسلام کے ضرر کی خفیہ یا علانیہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی چالوں کو اُن ہی پر پلٹ دیں اور وہی اُس کے وبال میں گرفتار ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اُن چیزوں پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے رسول کی' سو ہم کو اُن لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں' اور اُن لوگوں نے خفیہ تدبیر کی' اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی' اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں

رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	بِمَآ	اَنْزَلْتَ	وَاتَّبَعْنَا	الرَّسُوْلَ	فَاكْتُبْنَا	مَعَ	الشّٰهِدِيْنَ	وَمَكَرُوْا	وَ	مَكَرَ	اللّٰهُ	وَاللّٰهُ	خَيْرُ	الْمٰكِرِيْنَ
اے ہمارے رب	ہم ایمان لائے	جو	تو نے نازل کیا	اور ہم نے پیروی کی	رسول	سو تو ہمیں لکھ لے	ساتھ	گواہی دینے والے	اور انہوں نے مکر کیا	اور	خفیہ تدبیر کی	اللہ	اور اللہ	بہتر	تدبیر کرنے والے ہیں

حواریین کی دوسری دُعاء

حواریین نے زیادت اہتمام اور توثیق کے لئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اُن چیزوں پر یعنی اُن احکام پر جو آپ نے نازل فرمائے اور پیروی اختیار کی ہم نے ان رسول کی سو ہمارا ایمان قبول فرما کر ہم کو اُن لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو مضامین مذکورہ کی تصدیق کرتے ہیں یعنی مومنین کاملین کے زمرہ میں ہمارا بھی شمار فرمایئے۔

بنی اسرائیل کی تدبیریں

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۔ اور اُن لوگوں نے جو کہ بنی اسرائیل میں آپ کے منکر نبوت تھے آپ کے ضرر اور ہلاکت کے لئے خفیہ تدبیر کی چنانچہ مکر و حیلہ سے آپ کو گرفتار کر کے سولی دینے پر آمادہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے محفوظ رکھنے کے لئے خفیہ تدبیر فرمائی جس کی حقیقت کا ان لوگوں کو پتہ بھی نہ لگا اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ اوروں کی تدبیریں تو ضعیف ہوتی ہیں اور کبھی بے موقع اور قبیح بھی ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر آئے اور علی الاعلان بنی اسرائیل میں وعظ کرنا شروع کیا۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ساحر اور نعوذ باللہ زنا کار کہنا شروع کیا اور حضرت مریم کو بھی گالیاں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے بددُعاء کی اور اللہ تعالیٰ نے گالیاں دینے والوں کو سور کی شکل میں مسخ کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہود کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اُنہوں نے خفیہ ایک آدمی کو مقرر کیا کہ ظاہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل جائے اور موقع پا کر اُن کو قتل کر دے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود اپنی خفیہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے روکا اور حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری کو لالچ دے کر ملا لیا اور پوشیدہ طریقہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے کے لئے ایک آدمی کو مکان کے اندر بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کر دی لوگوں نے اُسی شخص کو حضرت عیسیٰؑ کے دھوکہ میں سولی دیدی اور اُن کو آخر تک یہی یقین رہا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا حالانکہ جس شخص کو سولی دی وہ اور شخص تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لئے گئے تھے۔ الغرض مخالفین و منکرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہلاکت کے داؤ پیچ اور خفیہ تدبیریں کیں مگر حق تعالیٰ کی تدبیر کے آگے اُن کی ایک نہ چلی۔ جب مکان میں گھر جانے اور گرفتار ہو جانے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ متردد اور پریشان خاطر ہوئے تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی و تسکین کے لئے حق تعالیٰ نے کچھ وعدے فرمائے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! دشمنان دین کے مکر و فریب سے اہل ایمان کو محفوظ فرما۔ اور اپنی تائید اور نصرت سے اہل اسلام کو کامیابی و کامرانی عطا فرما۔ اور مخالفین کو خاسر و ناکام فرما۔ اے اللہ جیسے آپ نے گزشتہ دور میں اپنے صالحین کی مدد فرمائی اے اللہ اب بھی اپنے صالح بندوں کی مدد فرما اور دشمنان دین پر ان کو غلبہ و نصرت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں

كَفَرُوْا	الَّذِيْنَ	مِنَ	وَمُطَهِّرُكَ	اِلَىَّ	وَرَافِعُكَ	مُتَوَفِّيْكَ	اِنِّىْ	يٰعِيْسٰٓى	اللّٰهُ	قَالَ	اِذْ
انہوں نے کفر کیا	وہ لوگ جو	سے	اور پاک کرونگا تجھے	اپنی طرف	اور اٹھالوں گا	قبض کرونگا تجھے	میں	اے عیسیٰ	اللہ	کہا	جب

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہودیوں سے حفاظت آسمان پر اٹھائے جانے اور کافروں سے پاک کرنیکا وعدہ

جب دشمن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نرغہ میں لئے ہوئے تھے تو آپ متردد اور پریشان خاطر ہوئے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین و تسلی فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چند بشارتیں دیں اور وعدے فرمائے جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔

۱- سب سے پہلا وعدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی گرفتاری کے موقع پر واقعات و حالات کی رفتار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ یہود انہیں سزائے موت دلوائیں گے حضرت عیسیٰ کی تسکین کے لئے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو آپ کی موت، یہود دشمنوں کے ہاتھوں قتل یا سولی پر چڑھا دینے کے ذریعہ نہیں ہو گی بلکہ طبعی طور سے وقت موعود پر ہوگی اور وقت موعود قرب قیامت میں آئے گا جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترہ میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دمشق میں آسمان سے نزول فرمائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہوں گے۔

۲- دوسرا وعدہ فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھا لینے کا تھا۔ یہ وعدہ ساتھ کے ساتھ اُسی وقت پورا کیا گیا اور اس وعدہ کے پورا کرنے کی خبر سورۂ نساء چھٹے پارہ میں اس طرح دی گئی وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يقينا ان کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

۳- تیسرا وعدہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فرمایا۔ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے اور تم کو پاک کرنے والا ہوں اُن لوگوں سے جو منکر ہیں۔ مفسرین نے اس کے دو مطلب لئے ہیں ایک یہ کہ ناپاک اور گندے کافروں کی صحبت اور پڑوس سے پاک کروں گا۔ اور یہ وعدہ اس طرح پورا فرمایا کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قرآن آپ پر نازل ہوا اور یہود کے سب ناپاک اور غلط الزامات و اتہامات کو صاف کر دیا مثلاً یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کے نسب کو مطعون کرتے تھے۔ قرآن کریم نے جا بجا ان سب الزامات کو صاف کر دیا اور آپ کو جملہ الزامات و اتہامات سے پاک ٹھہرایا۔

فائدہ: یہاں جو لفظ مُتَوَفِّيْكَ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسی وقت فی الفور موت آ جائیگی تَوَفِّىْ کا معنی ہے پورا پورا دینا اس لئے گویا یہ ارشاد ہو گیا کہ تمہیں پوری پوری زندگی ملے گی یعنی تمہاری وفات اپنے مقرر وقت پر ہوگی تمہارے دشمن تمہاری ہلاکت کے کسی منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور قول یہ بھی نقل ہوا ہے کہ توفی سے مراد یہاں موت نہیں بلکہ مرتبہ کی بلندی ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ اہل اسلام کو ایمان و اسلام کی برکت سے دشمنانِ دین پر غلبہ نصیب فرما۔ اور دشمنانِ دین کی قوتوں کو پاش پاش فرما۔ یا اللہ ہم نے اپنی بداعمالیوں کی بدولت خود بھی اپنے کو رسوا کیا اور اسلام کو بھی بدنام کیا۔ یا اللہ ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ اور ظاہراً باطناً ہمیں اسلام کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور اسلام کی برکت سے اہل اسلام کو غالب اور دشمنانِ دین کو مغلوب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

اور جو لوگ تمہارا کہنا مانتے ہیں اُن کو غالب رکھنے والا ہوں اُن لوگوں پر جو کہ منکر ہیں روز قیامت تک پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی سو میں تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا

بَيْنَكُمْ	فَاَحْكُمُ	مَرْجِعُكُمْ	اِلَيَّ	ثُمَّ	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	اِلٰى	كَفَرُوْٓا	الَّذِيْنَ	فَوْقَ	اتَّبَعُوْكَ	الَّذِيْنَ	وَجَاعِلُ
تمہارے درمیان	پھر میں فیصلہ کرونگا	تمہیں لوٹ کر آنا ہے	میری طرف	پھر	قیامت کا دن	تک	کفر کیا	جنہوں نے	اوپر	تیری پیروی کی	وہ جنہوں نے	اور رکھونگا

	تَخْتَلِفُوْنَ	فِيْهِ	كُنْتُمْ	فِيْمَا	فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ
	اختلاف کرتے	میں	تم تھے	جس میں	اُن امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے

متبعین کے غلبہ اور اختلافات کے فیصلہ کا وعدہ

۴- چوتھا وعدہ یہ فرمایا کہ آپ کے متبعین کو آپ کے منکرین پر قیامت تک غالب رکھا جائے گا۔ یہاں اتباع سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعتقاد اور اقرار مراد ہے اس طرح آیت میں متبعین کے مصداق وہ لوگ ہیں جو آپ کی نبوت کے معتقد ہیں اس میں نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں داخل ہیں۔ گو اس وقت نصاریٰ کا اتنا اتباع ان کی نجات آخرت کے لئے کافی نہیں کہ ایک دوسرے ضروری جزو میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع نہیں کرتے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے فرما گئے لیکن یہاں اتباع کامل مراد ہی نہیں محض اتباع بمعنی اعتقاد نبوت مراد ہے جس میں نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں شامل ہیں۔ اور منکرین سے مراد یہود ہیں پس حاصل اس چوتھے وعدہ کا یہ ہوا کہ امت محمدیہ اور نصاریٰ ہمیشہ یہود پر غالب رہیں گے۔ چنانچہ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً چالیس برس بعد طیطوس رومی بادشاہ یہود پر چڑھ آیا اور شہر یروشلم کو ڈھا کر تباہ کر دیا اور یہود کی عبادت گاہ ہیکل کو بھی مسمار کر دیا اور لاکھوں بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور ہزاروں کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنایا اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ یہ پیش آوے گا وہی پیش آیا۔ یہود ذلیل وخوار ہوئے سلطنت اُن کی تباہ و برباد ہوئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وما بعد اہل اسلام نے یہود کو مدینہ وخیبر وسرزمین عرب سے جلاوطن کیا۔ قتل وقید اور ذلیل و خوار ہو کر اپنے وطن سے نکالے گئے اور اس اخیر زمانہ میں ہٹلر جیسے چنگیزی فرمانروا کی یہود دشمنی و یہود بیزاری اخبار بین اور تاریخ دان طبقہ سے پوشیدہ نہیں۔

۵- پانچویں وعدہ قیامت کے روز ان مذہبی اختلافات میں عملی فیصلہ فرمانے کے متعلق ہے سو جب قیامت واقع ہوگی تو اس کا بھی ظہور ہو جائے گا۔ اور عملی فیصلہ اس لئے کہا گیا کہ علمی اور شرعی فیصلہ تو یہاں دنیا ہی میں ہو گیا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ یہ ملعون قوم یہود جو آپ کے پیغمبروں کی دشمن اور قاتل رہی ہے اور جواب بھی اہل اسلام سے برسر پیکار ہے۔ اے اللہ اس ملعون قوم کے خاتمہ کے دن نزدیک کر دے اور دنیا سے ان کو پوری طرح مٹا دیے جانے کا وقت قریب کر دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

پس جو لوگ کافر تھے سو اُن کو سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اُن لوگوں کا کوئی حامی نہ ہوگا

فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَاُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	شَدِيْدًا	فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ
پس	جن لوگوں نے	کفر کیا	سو انہیں عذاب دونگا	عذاب	سخت	میں	دنیا	اور آخرت	اور نہیں	انکا	سے	مددگار

گذشتہ سے ربط: سابقہ درس میں پانچواں وعدہ بیان ہوا تھا کہ جب قیامت آجائے گی اُس وقت ان تمام امور کا جن میں لوگ دنیا میں باہم اختلاف کرتے تھے حق تعالیٰ عملی فیصلہ فرما دیں گے۔ اُس عملی فیصلہ کی تفصیل ان آیات زیر تفسیر میں فرمائی جاتی ہے۔

کافروں کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب

تفصیل فیصلہ کی یہ ہے کہ جو لوگ ان اختلاف کرنے والوں میں کافر تھے سو اُن کو اُن کے کفر پر سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی طرفدار نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جب بھی کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر جمی رہی اور پیغمبر کی بات نہ مانی اور پیغمبر کے معجزے دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہ لاتی تو دو صورتوں میں سے ایک صورت کی گئی یا تو آسمانی عذاب بھیج کر سب کو فنا کر دیا گیا جیسے عاد و ثمود اور قوم لوط و قوم صالح کے ساتھ کیا گیا یا پھر یہ صورت ہوتی کہ اپنے پیغمبر کو اس دار الکفر سے ہجرت کرا کے کسی دوسری طرف منتقل کیا گیا اور وہاں ان کو قوت و شوکت دی گئی کہ پھر اس نے اپنی قوم پر فتح پائی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت کر کے علاقہ شام میں تشریف لاتے اور آخر میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے پھر وہاں سے حملہ آور ہو کر مکہ فتح کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے نرغہ سے بچالینا اور آسمان پر بلالینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی جس کے بعد وہ واپس آ کر یہودیوں پر مکمل فتح حاصل کریں گے۔ نیز اس سے پہلے پہلے بھی یہود پر دنیوی سزا جو کچھ ہوئی یا ہو رہی ہے اس کا حال یہود کی تاریخ کے صفحات سے پوچھ دیکھئے۔ کون سی تباہیاں ہیں جو ان دو ہزار سال میں یہود پر نہیں آچکیں ان کی قومی ثروت و تمول کا خیال بھی ایک افسانہ ہے ورنہ حقیقتاً اس قوم پر بجائے دولت کے افلاس مسلط ہے۔ بہرحال تمام اختلافات کا آخری فیصلہ تو قیامت اور آخرت کے دن ہوگا کہ کافروں کو جہنم کا عذاب دائمی ہوگا لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ہے اور توحید سے روگرداں ہو گئے اور خدا کے بھیجے ہوئے ہادی پیغمبر اور رسول کی اہانت اور مخالفت کی اُن کو دنیا میں بھی عذاب ہوگا۔ ذلت و خواری۔ محکومیت۔ غلامی قتل و قید کی سزا ملے گی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھالئے جانے کے بعد روم کے بادشاہ طیطوس نے ملک شام پر حملہ کر کے یروشلم شہر کو تباہ کیا۔ یہود کی عبادت گاہ ہیکل کو مسمار کر ڈالا۔ ہزاروں لاکھوں یہودیوں کو قتل و قید کیا اور باندی غلام بنایا۔ یہ سزا اور ذلت و خواری تو دنیا میں اس قوم یہود کو ملی اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے قریب جب دجال جو قوم یہود میں سے ہوگا اُس کا فتنہ فساد دنیا میں پھیل رہا ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرمائیں گے اور وہ دنیا میں آ کر شریعت محمدیہ کی پیروی اختیار کریں گے اور شریعت اسلامیہ کے موافق عمل درآمد کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور اُس کی پیروی کرنے والے یہودیوں کو اہل اسلام چن چن کر قتل کریں گے۔ کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا۔ کہ ملعون قوم دنیا سے بالکل مٹا دی جائے گی تو یہ سخت عذاب دنیا میں اس منکر قوم یہود کو ہوئے اور ہوں گے اور پھر قیامت آ جانے پر آخرت میں بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ اور وہ وہیں معلوم ہوگا کہ کتنا سخت عذاب ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم رکھیں اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اہل اسلام کو اپنے گناہوں سے تائب ہونے کی توفیق عطا فرما اور ان کو پھر اسلام کی برکت سے عزت و شوکت عطا فرما۔ اور محکومیت کی ذلت سے بچا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۞ ذٰلِكَ

اور جولوگ مومن تھے اورانہوں نے نیک کام کیے تھے سواُن کواللہ تعالیٰ اُن کے ثواب دیں گے اوراللہ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنے والوں سے۔ یہ ہم تم کو

ذٰلِكَ	الظّٰلِمِيْنَ	لَا يُحِبُّ	وَاللّٰهُ	اُجُوْرَهُمْ	فَيُوَفِّيْهِمْ	الصّٰلِحٰتِ	وَعَمِلُوا	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	وَاَمَّا
یہ	ظالم (جمع)	دوست نہیں رکھتا	اور اللہ	ان کے اجر	تو پورا دے گا	نیک	اورانہوں نے کام کیے	ایمان لائے	جولوگ	اور جو

نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۞

الْحَكِيْمِ	وَالذِّكْرِ	الْاٰيٰتِ	مِنَ	عَلَيْكَ	نَتْلُوْهُ
حکمت والی	اور نصیحت	آیتیں	سے	آپ پر	ہم پڑھتے ہیں

پڑھ پڑھ کرسناتے ہیں جوکہ منجملہ دلائل کے ہےاور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے

اللہ مومنین کوانعام دے گا اوروہ ظالموں سے نفرت کرتا ہے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ: یہودی وکافر دنیا میں ذلیل ہوئے آخرت میں عذاب میں گرفتار ہوں گے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ دنیا میں بھی فتح اور نصرت عزت وحرمت عطاء ہوگی اور عقبیٰ میں بھی خاص رحمتیں اور نعمتیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتے۔ اوران سے بڑا ظالم کون ہوگا جوانبیاء اور مرسلین کے حق میں افراط تفریط کرتے ہیں ظلم کی حقیقت افراط وتفریط ہے۔ یہاں ظالموں سے یہود کا مراد ہونا تو ظاہر ہی ہے جوکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت وصداقت بلکہ شرافت نسب تک کے منکر تھے لیکن دوسری طرف اس کے تحت میں مسیحی بھی آجاتے ہیں جوکہ حضرت مسیح علیہ السلام کوعبدکی بجائے معبوداوررسول کی بجائے مظہریااوتار قراردیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

اس کے بعد حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوخطاب فرماکرارشاد فرماتے ہیں ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ یعنی ہم یہ قصہ مذکورہ آپ کو بذریعہ وحی کے پڑھ پڑھ کرسناتے ہیں جوکہ آپ کے منجملہ دلائل نبوت کے ہے یعنی ان پرانے واقعات اوراختلافی قصوں کا آپ کوعلم نہ تھا نہ یہودیوں کی سرکشی اور عیسائیوں کی تحریک سے آپ واقف تھے۔ ہم نے آپ کوقرآن کے ذریعہ سے ان امورکا علم عطا فرمایا اور فقط اسی اخبار بالغیب کوآپ کی صداقت ورسالت کی نشانی نہیں قراردیا بلکہ قرآن پاک کے جملہ مضامین احکام وقوانین کو پرحکمت بنایا جوہرطرح سے موجب بصیرت ہیں۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ ان کو مانیں اوران پر عمل کریں۔ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ: سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی رسالت پر دلیل ہونے سے قطع نظر یہ مضامین بجائے خودبھی پرحکمت وپرمعرفت ہیں۔

یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعی حالات بیان کرکے اُن کے منکرین ومخالفین یہود کی غلطی اورانجام کوظاہر کیا گیا۔ اب آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدعیان اتباع یعنی نصاریٰ کی غلطی ظاہر فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ کے پیدا دیکھ کراُن کوخدا کا بیٹا۔ اورخدا اور ثالث ثلٰثہ کہنے لگے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: یااللہ! ہمیں جوآپ نے ایمان واسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر تازیست ہمیں استقامت نصیب فرمایئے اورایمان کے ساتھ اعمال صالح کی توفیق نصیب فرمایئے اوراپنی رحمت سے اُن پراجرآخرت عطا فرمادیجئے۔ یااللہ! ہمیں بے دینوں کے ظلم وستم سے ہرطرح بچایئے۔ اوراپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ یااللہ! آپ ہمارے حامی وناصر ہوجائیں دنیا میں بھی اورآخرت میں بھی۔ اوراپنے فضل وکرم سے ہمیں دین ودنیا دونوں جہاں میں عافیت سے نوازیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ

بیشک حالت عجیبہ عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ آدم کے ہے کہ اُن کو مٹی سے بنایا پھر اُن کو حکم دیا کہ ہو جا بس وہ ہو گئے۔ یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی

رَّبِّکَ	مِنۡ	اَلۡحَقُّ	فَیَکُوۡنُ	کُنۡ	لَہٗ	قَالَ	ثُمَّ	تُرَابٍ	مِنۡ	خَلَقَہٗ	اٰدَمَ	کَمَثَلِ	عِنۡدَ اللّٰہِ	عِیۡسٰی	مَثَلَ	اِنَّ
آپکا رب	سے	حق	سو وہ ہو گیا	ہو جا	اسکو	کہا	پھر	مٹی	سے	اسکو پیدا کیا	آدم	مثال جیسی	اللہ کے نزدیک	عیسیٰ	مثال	بیشک

فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۶۰﴾

طرف سے ہے سو آپ شبہ کرنیوالوں سے نہ ہوئیے

	الۡمُمۡتَرِیۡنَ	مِّنَ	فَلَا تَکُنۡ
	شک کرنے والے	سے	پس نہ ہو

شانِ نزول: ان آیات کا پس منظر اور سبب نزول یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو ایک فرمان بھیجا جس میں تین چیزیں ترتیب وار ذکر کی گئی تھیں۔ ایک اسلام قبول کرو یا (۲) جزیہ ادا کرو یا (۳) جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کر کے ایک وفد تین پادریوں کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ان لوگوں نے آ کر مذہبی امور پر بات چیت شروع کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے میں انتہائی بحث و تکرار سے کام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ آپ تو عیسیٰ مسیح کو بندۂ خدا بتاتے ہیں اور اس طرح اُن کی توہین کرتے ہیں اور اُن کو گالی دیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معاذ اللہ میں کہیں اللہ کے پیغمبر کو گالی دے سکتا ہوں میں تو کہتا ہوں کہ وہ خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ مقبول بندے اور پیغمبر تھے۔ کہنے لگے کہ یہی تو توہین اور گالی ہے۔ اچھا آپ عیسیٰ مسیح کے سوا کوئی ایسا بتا سکتے ہیں کہ بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہو۔ اُسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ندرت حال اور بلا باپ کے پیدا ہونے میں حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مٹی سے بنائے گئے

پس حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا قدرت الٰہیہ سے کوئی بعید نہیں۔ ازلی علم الٰہی میں یونہی طے ہو چکا کہ عیسیٰ بغیر باپ کے اور آدمؑ بغیر ماں باپ کے پیدا کئے جائیں سو وہ ہو کر رہا اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ پس بے باپ کے پیدا ہونے میں حضرت آدم اور حضرت مسیح دونوں شریک ہیں اور بے ماں کے پیدا ہونے میں حضرت آدم و حوا شریک ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت آدم کی پیدائش زیادہ عجیب و غریب ہے کیونکہ مرد و عورت میں سے صرف ایک کے خون سے پیدا ہونا اس قدر عجیب نہیں جتنا کہ مٹی سے پیدا ہونا زیادہ عجیب ہے۔ تو پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کسی کے نزدیک خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے خدا کے بیٹے مانے جا سکتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے بندے ہی ہیں۔ اللہ نے اُن کو اپنے حکم سے پیدا کیا۔ اس لئے آگے طالبانِ حق کی تعلیم کے لئے ارشاد ہوا کہ مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا وہی حق ہے۔ جس میں کسی شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ جو سچی بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ایمان و اسلام ہمیں عطا فرما کر حق سے وابستہ فرمایا۔

یا اللہ! ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رکھنا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا

پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حجت کرے آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو

فَمَنْ	حَآجَّكَ	فِيْهِ	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	فَقُلْ	تَعَالَوْا	نَدْعُ	اَبْنَآءَنَا	وَاَبْنَآءَكُمْ	وَنِسَآءَنَا
سو جو	آپ سے جھگڑے	اس میں	بعد	جب	آ گیا	سے	علم	تو کہہ دیں	تم آؤ	ہم بلائیں	اپنے بیٹے	اور تمہارے بیٹے	اور اپنی عورتیں

وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں

وَنِسَآءَكُمْ	وَاَنْفُسَنَا	وَ	وَاَنْفُسَكُمْ	ثُمَّ	نَبْتَهِلْ	فَنَجْعَلْ	لَّعْنَتَ	اللّٰهِ	عَلَى	الْكٰذِبِيْنَ
اور تمہاری عورتیں	اور ہم خود	اور	تم خود	پھر	ہم التجا کریں	پھر کریں (ڈالیں)	لعنت	اللہ	پر	جھوٹے

نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ یہ نجران کے نصاریٰ اگر اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ "مباہلہ" کیجئے جس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دربار خداوندی میں دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ چنانچہ اس آیت "مباہلہ" کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو "مباہلہ" کی دعوت دے دی۔ مباہلہ کی دعوت سن کر نجران کے عیسائیوں نے مہلت مانگی اور کہا کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ جب وہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو اُن میں سے ایک سمجھ دار نے کہا کہ تم لوگ دلوں میں تو یقیناً سمجھ چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ مسیح کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا تو کچھ بعید نہیں کہ یہ وہی نبی ہوں اور ایک نبی سے مباہلہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا اہلاکت اور عذاب سے نہ بچے۔ بہتری یہی ہے کہ ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی بھی طاقت ہم میں نہیں۔ یہی تجویز پاس کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے۔

نجران کے وفد کا مباہلہ سے انکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر نجران کے وفد کے سردار نے ساتھیوں سے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے اپنے لئے ہلاکت نہ مول لو۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رکھنا اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمانا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

بیشک یہ مذکور وہی ہے سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور بلاشک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے حکمت والے ہیں۔ پھر اگر سرتابی کریں

إِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ	الْقَصَصُ	الْحَقُّ	وَمَا	مِنْ إِلٰهٍ	إِلَّا اللّٰهُ	وَإِنَّ	اللّٰهَ	لَهُوَ	الْعَزِيزُ	الْحَكِيمُ	فَإِنْ	تَوَلَّوْا
بیشک	یہ	یہی	بیان	سچا	اور نہیں	کوئی معبود	اللہ کے سوا	اور بیشک	اللہ	وہی	غالب	حکمت والا	پھر اگر	وہ پھر جائیں

فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

تو بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو

فَإِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيمٌ	بِالْمُفْسِدِينَ
تو بیشک	اللہ	جاننے والا	فساد کرنیوالوں کو

مباہلہ کا موضوع

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ الخ دعوت مباہلہ کے ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ مباہلہ اس پر کیا جاتا تھا کہ جو کچھ حضرت مسیح کے متعلق قرآن میں بیان ہوا کہ مسیح اور مادر مسیح دونوں بشر محض تھے۔ وہی حق اور سچ ہے اور خداوند قدوس کی بارگاہ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات سے پاک اور منزہ ہے۔ نہ اُن کا کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ بلکہ وہ اکیلا اور تنہا ہے اور سب کا خالق ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فتنہ پرور لوگ

آخر میں فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ فرما کر واضح فرمادیا کہ اگر ان کھلے دلائل اور صحیح بیان کے باوجود یہ نصاریٰ نہ مانیں اور نہ مباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ انہیں محض فتنہ فساد پھیلانا پیش نظر ہے تو پھر یہ مفسد ہیں اور خوب سمجھ لیں کہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں۔ وہ ان مفسدین کی حالت سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا عقوبت اور سزا کے مستوجب ہیں اور خدا تعالیٰ ان کو سزا دیگا۔

ان آیات سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ حقائق ثابت ہونے کے بعد اُن سے اعراض اور انکار نہ چاہئے کیونکہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد پھر اُس کو قبول نہ کرنا یہ فساد دین ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مفسد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حق جاننے اور پہچاننے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حق سے اعراض وانکار کی کافرانہ و مفسدانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو یکسر پاک فرمائیں۔ آمین۔

اب جہاں تک دلیل و برہان کا تعلق تھا اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ پر حجت قائم کردی گئی اور پھر مباہلہ جو انتہائی اور آخری حجت ہے وہ بھی پیش کیا جاچکا اب اس کے بعد مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اہل کتاب سے مزید خطاب ہی چھوڑ دیا جائے لیکن باقتضائے رحمت و شفقت پھر اُن کو نرمی اور ملاطفت کے ساتھ ایک دوسرے پیرایہ سے حق اور توحید کی دعوت دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ دنیا میں حق کو غالب فرمائیں۔ اور باطل کو مغلوب فرمائیں اور ہم کو حق کی حمایت اور حفاظت کرنا نصیب فرمائیں اور ناحق و باطل کو مٹانا نصیب فرمائیں۔ آمین وَآخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ

آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	تَعَالَوْا	اِلٰى	كَلِمَةٍ	سَوَآءٍ	بَيْنَنَا	وَبَيْنَكُمْ	اَلَّا نَعْبُدَ	اِلَّا	اللّٰهَ	وَلَا نُشْرِكَ	بِهٖ
آپ کہہ دیں	اے اہل کتاب	آؤ	طرف (پر)	ایک بات	برابر	ہمارے درمیان	اور تمہارے درمیان	کہ نہ ہم عبادت کریں	سوائے	اللہ	اور نہ ہم شریک کریں	اس کے ساتھ

شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں

شَيْـًٔا	وَّلَا يَتَّخِذَ	بَعْضُنَا	بَعْضًا	اَرْبَابًا	مِّنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُوْلُوا	اشْهَدُوْا	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ
کچھ	اور نہ بنائے	ہم میں سے کوئی	کسی کو	رب (جمع)	سوائے	اللہ	پھر اگر	وہ پھر جائیں	تو کہہ دو تم	تم گواہ رہو	کہ ہم	مسلم (فرمانبردار)

اہل کتاب کو دعوت حق کا ایک نہایت ہی مثبت انداز

زبان سے یہود و نصاریٰ دونوں توحید کے مدعی تھے اور کہتے تھے کہ ہم خدا کو ایک مانتے ہیں مگر باایں اقرار طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن کو پھر ایک دفعہ حق کی دعوت دیجئے۔ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہونے میں برابر ہے۔ اور دونوں فریق اُس کو مانتے ہیں۔ کوئی فریق اُس سے انکار نہیں کرتا وہ یہ ہے اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ لہٰذا کوئی فعل ایسا نہ کرنا چاہیے جس سے پرستش غیر اللہ کا شبہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ہم اور تم دونوں اس عقیدہ میں متفق ہیں وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر یعنی جو محض اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مشورہ دے۔ یا غیر اللہ کی اطاعت و بندگی کا حکم دے تو اس کا حکم نہ ماننا چاہیے۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہوتا ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اگر تم نہ مانو تم جانو یعنی مخالفین یہود و نصاریٰ اگر دین کے ان مسلمہ اصول سے پھریں اور صحیح معنیٰ میں اس کے ماننے سے انکار اور اعراض کریں تو اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ اُن سے کہہ دیں کہ اگر تم ان باتوں کو نہیں مانتے تو نہ مانو لیکن گواہ رہو کہ ہم تو ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اسی کے موافق ہم عمل کرتے ہیں اور ہم خالص مسلمان ہیں۔ اور شرک سے بیزار ہیں اور ہم اُس ایک واحد خدا کے تابع فرمان ہیں۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! ہم آپ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور آپ ہی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ آپ وحدہٗ لاشریک ہیں۔ آپ کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔ اے اللہ ہم آپ کی ذات و صفات پر ویسا ہی ایمان لاتے ہیں جیسا ہم کو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور ہدایت فرمائی۔ اے اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور ہر طرح کے شرک سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارہ میں حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد کیا پھر سمجھتے نہیں ہو

يٰٓاَ	هْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تُحَآجُّوْنَ	فِيْٓ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمَآ	اُنْزِلَتِ	التَّوْرٰىةُ	وَ	الْاِنْجِيْلُ	اِلَّا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
اے	اہل کتاب	کیوں	تم جھگڑتے ہو	میں	ابراہیم	اور نہیں	نازل کی گئی	توریت	اور	انجیل	مگر	اسکے بعد	تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ہاں تم ایسے ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی سو ایسی بات میں کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلا واقفیت نہیں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں

هٰٓاَنْتُمْ	هٰٓؤُلَآءِ	حَاجَجْتُمْ	فِيْمَا	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	فَلِمَ	تُحَآجُّوْنَ	فِيْمَا	لَيْسَ	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ
ہاں تم	وہ لوگ	تم نے جھگڑا کیا	جس میں	تمہیں	اس کا	علم	اب کیوں	تم جھگڑتے ہو	اس میں	نہیں	تمہیں	اسکا	کچھ علم	اور اللہ	جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	وَاَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ
اور تم نہیں جانتے	اور تم	نہیں	جانتے

دعوائے توحید اور تعظیم ابراہیم علیہ السلام

جیسے دعوائے اسلام و توحید سب میں مشترک تھا اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تعظیم و تکریم میں بھی سب شریک تھے اور یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیمؑ ہمارے دین پر تھے یعنی معاذ اللہ یہودی تھے یا نصرانی، اسکا جواب دیا کہ تورات و انجیل جن کے پیروکار یہودی یا نصرانی کہلائے ابراہیمؑ سے سینکڑوں برس بعد اتری۔ پھر ابراہیم کو نصرانی یا یہودی کیسے کہہ سکتے ہیں بلکہ جس طرح کے تم یہودی یا نصرانی ہو، اس معنی سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جاسکتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت ہمارے مذہب سے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تم کو کہاں سے ہوا؟ تمہاری کتابوں میں مذکور نہیں۔ نہ خدا نے خبر دی نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا کچھ علم آدمی کو نہ ہو حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی گو محض ناتمام اور سرسری تھی مثلاً مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزمان کی بشارات وغیرہ ان میں تم جھگڑ چکے، لیکن جس چیز سے تمہیں بالکل مس نہیں نہ اس کی کبھی ہوا لگی اسے تو خدا کے سپرد کر دو۔ وہی ہی جانتا ہے کہ ابراہیمؑ کیا تھے اور آج دنیا میں کونسی جماعت کا مسلک اس سے قریب تر ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی فتنہ پردازیوں سے محفوظ رکھ ہمیں ان گمراہیوں سے محفوظ رکھ جن کے وہ شعار رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن طریق مستقیم والے صاحب اسلام تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے

مَا كَانَ	اِبْرٰهِيْمُ	يَهُوْدِيًّا	وَّلَا	نَصْرَانِيًّا	وَّلٰكِنْ	كَانَ	حَنِيْفًا	مُّسْلِمًا	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
نہ تھے	ابراہیم	یہودی	اور نہ	نصرانی	اور لیکن	وہ تھے	ایک رُخ	مسلم (فرمانبردار)	اور نہ	تھے	سے	مشرک (جمع)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی

گذشتہ آیت میں اہل کتاب کو صحیح توحید کی دعوت دی گئی تھی اور یہود و نصاریٰ جو توحید کے مدعی تھے اُن کے دعوائے توحید کا رد فرمایا گیا تھا۔ دعوائے توحید کی طرح یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت کے بارہ میں یہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم ہمارے دین پر تھے۔ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم نصرانی تھے اور ہم ملت ابراہیمی پر ہیں اور ہم اُن سب سے زیادہ قریب ہیں۔ یہودی یہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور ہم اُن کی ملت پر ہیں اور اُن سب سے زیادہ قریب ہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں کے اس دعوے کا رد اور ابطال ان آیات میں فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ تم دونوں غلط کہتے ہو۔ تم کو ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت سے کیا واسطہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دین حنیف پر تھے

یعنی ابراہیمؑ نے اپنے تئیں حنیف یا مسلم کہا ہے۔ حنیف کے معنی؟ جو کوئی راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ اور مسلم کے معنی حکم بردار اب خود اندازہ کرلو کہ آج کس نے سب سے ٹوٹ کر خدا کی راہ پکڑی اور اپنے کو خالص اسی کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ ہی ابراہیمؑ سے زیادہ اقرب واشبہ ہوگا۔

مسلما کا معنی

(تنبیہ) یہاں مسلماً میں اسلام سے خاص شریعت محمدیہ مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تسلیم وتفویض اور فرمان برداری کے معنی ہیں جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ابراہیم علیہ اسلام نے خصوصیت سے اس نام و لقب کو بہت زیادہ روشن کیا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (بقرہ رکوع ۱۶) حضرت ابراہیمؑ کی سوانح حیات کا ایک ایک حرف بتلاتا ہے کہ وہ ہمہ تن اسلام اور تسلیم و رضا کے پیکر مجسم تھے۔ ذبح اسمٰعیل کے واقع میں فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ کا لفظ ان کی شان اسلام کو بہت وضاحت سے نمایاں کرتا ہے۔ صلی علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں گمراہی وفرقہ پرستی سے بچا کر خالص حنیف و مسلم بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے ابراہیم کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اُن کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی ہیں اور یہ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے

اِنَّ	اَوْلَى	النَّاسِ	بِاِبْرٰهِيْمَ	لَلَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُ	وَهٰذَا	النَّبِىُّ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَاللّٰهُ	وَلِىُّ	الْمُؤْمِنِيْنَ
بیشک	سب سے زیادہ مناسبت	لوگ	ابراہیم	اُن لوگ	انہوں نے پیروی کی اُنکی	اور اس	نبی	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور اللہ	کارساز	مومن (جمع)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سچے پیروکار کون ہیں

اب جب یہود و نصاریٰ دونوں کے دعوے کا رد اور ابطال فرما دیا گیا تو آگے چوتھی آیت میں بتایا جاتا ہے کہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کس کو سب سے زیادہ نسبت ہے اور کون سی امت نام میں بھی عقائد اور اعمال میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناسبت رکھتی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ تحقیق تمام لوگوں میں سے ملت اور مذہب کے اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب اور خصوصیت رکھنے والے البتہ اوّل تو وہ لوگ تھے جنہوں نے اُن کے وقت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع اور پیروی کی وہ آپ کی امت کے آدمی تھے اور بلاشبہ آپ کے دین میں تھے اور پھر اس اخیر زمانہ میں یہ نبی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تبع مسلمان حضرت ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں کہ جن کی شریعت کے اکثر احکام ملت ابراہیمی کے موافق ہیں۔ اللہ کو ایک واحد لاشریک مانتے ہیں اور قربانی و ختنہ کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور حج و عمرہ بجالاتے ہیں اور غسل جنابت کرتے ہیں اور جن باتوں میں حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم ان میں پورے اترے اہل اسلام ان کو پوری طرح ادا کرتے ہیں۔

حاصل ارشاد یہ ہوا کہ دعویٰ متابعت و مفاقت ابراہیمی کا یہود و نصاریٰ کو زیب نہیں دیتا بلکہ واقعی اس کا حق ان کو پہنچتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم بقدم چلے اُن کے زمانہ میں اور پھر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو اس کا حق ہے کہ ملت ابراہیمی کا اتباع کا دعویٰ کریں۔ اخیر میں وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے فرما کر جتلا دیا کہ فقط یہی نہیں ہے کہ مومنوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خصوصی تعلق اور قرب ہے بلکہ اللہ مؤمنوں کا حامی ہے۔ اُسی کے زیر حمایت تمام مومن ہیں یعنی اعتبار صرف ایمان کا ہے خواہ کسی قوم کسی نسل کسی خاندان کا ہو۔ اور خواہ نسل ابراہیم سے ہو یا نہ ہو۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کے ولی اور دوست انبیاء میں سے ہوتے ہیں۔ میرے ولی انبیاء میں سے میرے باپ اور خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہم آپ پر اور آپ کے رسول پاک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کے جملہ انبیاء والمرسلین پر ایمان لائے ہیں۔ اے اللہ ہمارے اس ایمان کو قبول فرما اور ہم کو مومنین کے زمرہ میں شامل فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

دل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو گمراہ کردیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر خود اپنے آپ کو اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے

وَمَا يَشْعُرُوْنَ	اَنْفُسَهُمْ	اِلَّآ	يُضِلُّوْنَ	وَمَا	يُضِلُّوْنَكُمْ	لَوْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مِنْ	طَآئِفَةٌ	وَدَّتْ
اور وہ نہیں سمجھتے	اپنے آپ	مگر	وہ گمراہ کرتے	اور نہیں	وہ گمراہ کردیں تمہیں	کاش	اہل کتاب	سے (کی)	ایک جماعت	چاہتی ہے

شانِ نزول: اہل کتاب کی مومنین کیساتھ سازش

ان آیات کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے کہ بعض یہود نے حضرت عمارؓ حضرت حذیفہ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہکا کر اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور بتلایا گیا کہ بعض اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہ حق سے ہٹا دیں لیکن مومنین تو ان کے جال میں پھنسنے والے نہیں البتہ یہ خود اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کر رہے ہیں اور ان کی مغویانہ کوششوں کا ضرر ان ہی کو پہنچے گا جسے وہ فی الحال سمجھتے نہیں۔ پھر اہل کتاب کی ایک خیانت۔ اور فریب کا ذکر کیا گیا کہ یہود نے ایک اسکیم بنائی جس سے مقصد انکا یہ تھا کہ اسلام کے وقار کو مجروح کیا جائے اور مسلمانوں کو اسلام کی طرف سے بدظن کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہ منصوبہ طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور پر محض زبانی طور پر اسلام قبول کرلیا کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا کریں اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کردیا کریں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے بھی ان کے حالات اہل حق کی طرح ثابت نہیں ہوئے اس لئے ہم نے اس دین کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا۔ اس سے مقصد یہود کا یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اس پر اپنے الزامات لگائیں گے تو بہت سے ضعیف الاسلام مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو ضرور انہوں نے دین اسلام میں کوئی نقص اور عیب دیکھا ہوگا۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری پیدا ہوجائیگی نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا تو اس حرکت سے ان کو بھی یہ خیال پیدا ہوجائے گا کہ یہ جدید دین اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اہل کتاب اُسے رد نہ کرتے۔ اس طرح اسلام کی ترقی رُک جائیگی لیکن اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادہ ہے اُس نے مسلمانوں پر یہود کا یہ منصوبہ منکشف کر کے اُسے ناکام بنادیا۔ چنانچہ آج کی آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

اہل کتاب کی ایک جماعت دل سے آرزو رکھتی ہے کہ کسی طرح تم کو گمراہ کردیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر رہے ہیں مگر اپنے آپ کو اور وہ سمجھتے بھی نہیں کہ اسکا وبال اُنہیں کے سر ہے مگر ان کو اس کا شعور اور احساس نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دین وایمان کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ

اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاَنْتُمْ	تَشْهَدُوْنَ	يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَلْبِسُوْنَ
اے اہل کتاب	کیوں	تم انکار کرتے ہو	آیتوں کا	اللہ	حالانکہ تم	گواہ ہو	اے اہل کتاب	کیوں	تم ملاتے ہو

الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾

واقعی کو غیر واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو

	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَتَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	
	سچ	جھوٹ کیساتھ	اور تم چھپاتے ہو	حق	حالانکہ تم	جانتے ہو	

اہل کتاب کی خیانتوں پر انہیں ملامت

''اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی اُن آیتوں کے ساتھ جو کہ توراۃ اور انجیل میں نبوت محمدیہ پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا اُن آیات کی تکذیب کرنا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب کفر ہے حالانکہ تم اپنی زبان سے اقرار کرتے ہو کہ وہ آیات حق ہیں۔ اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں حق اور سچی بات کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ حق ہے یہ باطل اور یہ بھی جانتے ہو کہ حق کو چھپانا اور حق کو باطل کے ساتھ ملانا کتنا بڑا جرم ہے'' یعنی اہل کتاب کے علماء توریت کے بعض احکام کو تو دنیوی اغراض کی خاطر بالکل موقوف ہو کر ڈالتے تھے اور بعض آیات میں لفظی تحریف کرتے اور بعض آیات کے معنی پھیر ڈالتے اور بعض باتوں کو چھپا کر رکھتے جیسے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں پس باطل سے یہ تمام تحریفات اور تاویلات مراد ہیں کہ ان کو حق کے ساتھ خلط ملط کر دیتے تا کہ حقیقت واضح نہ ہو۔

جاننے کے باوجود قرآن کا انکار کیوں کرتے ہو

لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: یعنی تم تورات وغیرہ کے قائل ہو۔ جس میں پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق بشارات موجود ہیں جن کو تمہارے دل سمجھتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں ان چیزوں کا اقرار بھی کرتے ہو۔ پھر کھلم کھلا قرآن پر ایمان لانے اور خاتم الانبیاء کی صداقت کا اقرار کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ خوب سمجھ لو قرآن کا انکار کرنا تمام پچھلی کتب سماویہ کا انکار کرنا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں دین اسلام کی ہدایت اور نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں وہ علم وعمل عطاء فرما جو نافع ومقبول ہو۔

یا اللہ! ہمیں علمی وعملی تحریف وخیانت سے محفوظ رکھ۔ یا اللہ ہمیں اپنی کتاب اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو صحیح طور پر سمجھنے اور پھر اس پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

25

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب سے یہ کہا کہ ایمان لے آؤ اُس پر جو نازل کی گئی ہے مسلمانوں پر شروع دن میں

وَجْهَ النَّهَارِ	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	عَلَى	اُنْزِلَ	بِالَّذِیْٓ	اٰمِنُوْا	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مِنْ	طَآئِفَةٌ	وَقَالَتْ
اوّل حصہ دن	جولوگ ایمان لائے	پر	نازل کیا گیا	جو کچھ	تم مان لو	اہل کتاب	سے (کی)	ایک جماعت	اور کہا

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝

اور انکار کر بیٹھو آخر دن میں عجب کیا کہ وہ پھر جاویں

یَرْجِعُوْنَ	لَعَلَّهُمْ	اٰخِرَهٗ	وَاكْفُرُوْٓا
وہ پھر جائیں	شاید وہ	اسکا آخر (شام)	اور منکر ہو جاؤ

یہود کی منافقانہ چالیں

ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیاں اور خیانتیں ذکر کی جارہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور شام کو یہ کہہ کر کہ ہم کو اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہل حق کی طرح کے ثابت نہ ہوئے۔ اسلام سے پھر جایا کریں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے ضعیف الایمان ہماری یہ حرکت دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب ونقص دیکھا ہوگا جو یہ لوگ داخل ہونے کے بعد اس سے نکلے۔ نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم وفضل کا چرچا تھا، اس بناء پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اسے رد نہ کرتے۔ بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔ (تفسیر حقانی)

دور جدید کے مستشرقین کی چالیں

تاریخ یہود میں منافقت کی یہی ایک مثال نہیں، خود ان کی کتابوں میں یہ واقعہ بہ صراحت درج ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں جب اسپین میں اسلامی حکومت تھی تو حکومت کے ''مظالم'' فرضی یا واقعی کی بنا پر بہت سے یہود نے اپنے ربیوں کی اجازت اور فتویٰ کے مطابق اپنے قبول اسلام کا اظہار شروع کر دیا تھا درآنحالیکہ دل میں سب کے سب منکر ہی تھے (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد اول ص ۴۴۲ و ص ۴۴۳) اور آج یہ جو بڑے بڑے فرنگی ''محققین'' یہود و مسیحی مستشرقین نے فرنگی زبانوں میں سیرۃ نبوی لکھنے کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ اپنے علم وتحقیق، وسعت مشرب وبے تعصبی کی دھاک بٹھا کر تمہید بڑے زور کی اٹھاتے ہیں اور معلوم یہی ہونے لگتا ہے کہ ''پیغمبر عرب'' اور ''مصلح عالم'' کی نعت اور ''مقنن اعظم'' اور ''مثیل موسیٰ'' کی منقبت میں دریا کے دریا بہادیں گے لیکن آگے چل کر نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) انہیں کچھ خلل دماغ سا تھا یا یہود ونصاریٰ کی کتابوں کے مضامین کہیں سے سن سنا کر انہیں چرالیتے تھے، وقس علیٰ ہذا، تو یہ بھی ٹھیک اُسی قدیم یہودیانہ دجل وتلبیس کا ایک جدید فرنگی نمونہ ہے اور بس۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں منافقت وجھوٹ سے محفوظ رکھ! یا اللہ ہمیں یہود ونصاریٰ کے فتنوں اور پروپیگنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔

یا اللہ! ہمارا ماویٰ وملجا آپ ہی کی ذات ہے ہمیں اپنی حفاظت میں رکھ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ

اور کسی کے روبرو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کی ہے ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی

مِثْلَ	اَحَدٌ	يُّؤْتٰٓى	اَنْ	اللّٰهِ	هُدَى	الْهُدٰى	اِنَّ	قُلْ	دِيْنَكُمْ	تَبِعَ	لِمَنْ	اِلَّا	تُؤْمِنُوْٓا	وَلَا
جیسا	کسی کو	دیا گیا	کہ	اللہ	ہدایت	ہدایت	بیشک	کہہ دیں	تمہارا دین	پیروی کرے	اسکی جو	سوائے	مانو تم	اور نہ

مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ

اسکی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا وہ لوگ تم پر غالب آجاویں تمہارے رب کے نزدیک

رَبِّكُمْ	عِنْدَ	يُحَآجُّوْكُمْ	اَوْ	اُوْتِيْتُمْ	مَآ
تمہارا رب	سامنے	وہ حجت کریں تم سے	یا	تمہیں دیا گیا	کچھ

یہودیوں کی ایک دوسرے کو نصیحت

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ یعنی جو یہود مسلمانوں کے سامنے جا کر نفاق سے اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، انہیں یہ برابر ملحوظ رہے کہ وہ سچ مچ مسلمان نہیں بن گئے۔ بلکہ بدستور یہودی ہیں۔ اور سچے دل سے انہی کی بات مان سکتے ہیں جو ان کے دین پر چلتا ہو اور شریعت موسوی کے اتباع کا دعویٰ رکھتا ہو۔ بعض نے وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ کے یہ معنی کئے ہیں کہ ظاہری طور پر جو ایمان لاؤ اور اپنے کو مسلمان بتاؤ، وہ محض ان لوگوں کی وجہ سے جو تمہارے دین پر چلنے والے ہیں۔ یعنی اس تدبیر سے اپنے ہم مذہبوں کی حفاظت مقصود ہونی چاہئے کہ وہ مسلمان نہ بن جائیں یا جو بن چکے ہیں اس تدبیر سے واپس آجائیں۔ (تفسیر عثمانی)

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ یعنی ہدایت تو اللہ کے دیئے سے ملتی ہے جس کے دل میں خدا نے ہدایت کا نور ڈال دیا تمہاری ان پُر فریب چالبازیوں سے وہ گمراہ ہونے والا نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

مسلمانوں پر خواہ مخواہ کا حسد

اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ الخ یعنی یہ مکاریاں اور تدبیریں محض از راہ حسد اس جلن میں کی جاتی ہیں کہ دوسروں کو اس طرح کی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جا رہی ہے جیسے پہلے تم کو دی گئی تھی۔ یا مذہبی دینی جدوجہد میں دوسرے لوگ تم پر غالب آکر کیوں آگے نکلے جا رہے ہیں اور خدا کے آگے تمہیں ملزم گردان رہے ہیں۔ یہود ہمیشہ اس خیال کی اشاعت کرتے رہے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم علم شرعیات کی اجارہ دار ہے۔ تورات ہم پر اتری۔ موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر ہم میں آئے۔ پھر عرب کے امیوں کو اس فضل و کمال سے کیا واسطہ؟

تورات کی گواہی

لیکن تورات سفر استثناء کی عظیم الشان پیشین گوئی غلط نہیں ہوسکتی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسمٰعیل میں سے ایک موسیٰ جیسا (صاحب شریعت مستقلہ) نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام قرآن کریم اس کے منہ میں ڈالے گا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل رکوع ۱)

چنانچہ بنی اسمٰعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم و فضل حجت و برہان اور مذہبی جدوجہد کے میدان مقابلہ میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کے تمام اقوام سے گوئے سبقت لے گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہماری دولت ایمان کو تازیست قائم رکھیے اور ہم کو اپنے آسمانی کتاب کا اتباع کامل نصیب فرمایئے اور اپنی مخصوص رحمتیں ہم کو عطا فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں خاص کر دیتے ہیں اپنی

مَنْ	بِرَحْمَتِهٖ	يَخْتَصُّ	عَلِيْمٌ	وَاسِعٌ	وَاللّٰهُ	يَّشَآءُ	مَنْ	يُؤْتِيْهِ	بِيَدِ اللّٰهِ	الْفَضْلَ	اِنَّ	قُلْ
جس کو	اپنی رحمت سے	وہ خاص کر لیتا ہے	جاننے والا	وسعت والا	اور اللہ	وہ چاہتا ہے	جسے	وہ دیتا ہے	اللہ کے ہاتھ میں	فضل	بیشک	کہدیں

يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

رحمت کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں

	الْعَظِيْمِ	ذُوالْفَضْلِ	وَاللّٰهُ	يَشَآءُ
	بڑا۔ بڑے	فضل والا	اور اللہ	وہ چاہتا ہے

فضل وکمال کا مالک اللہ ہے

یعنی اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور اسی کو خبر ہے کہ کس کو کیا بڑائی ملنی چاہئے۔ نبوت، شریعت، ایمان و اسلام اور ہر قسم کی مادی و روحانی فضائل و کمالات کا تقسیم کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب جانے عطا کرتا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (انعام رکوع ۱۵) (تفسیر حقانی)

وَاسِعٌ: اللہ بڑی وسعت والا ہے اس کے کارخانہ فضل وعطاء میں کمی نہیں ہے پھر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ فلاں نسل یا قوم ہمیشہ نبوت سے محروم رہے گی۔

عَلِيْمٌ: بڑا علم والا ہے، وہ اپنے علم کامل کے مطابق جس کی جیسی استعداد دیکھتا ہے اسے وہ نعمت عطاء کر دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ: اور اللہ تو بڑا ہی فضل والا ہے اس کے ہاں بخل اور کمی کا تو گذر ہی نہیں ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں محرومی و درماندگی کے اسباب سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ: ہمیں اپنا قرب اپنی محبت نصیب فرما۔ دنیا و آخرت کی سربلندی وکامیابی عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس ڈھیر کا ڈھیر مال بھی امانت رکھ دو تو وہ اس کو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک

وَمِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مَنْ	اِنْ	تَاْمَنْهُ	بِقِنْطَارٍ	يُّؤَدِّهٖٓ	اِلَيْكَ	وَمِنْهُمْ	مَنْ	اِنْ	تَاْمَنْهُ	بِدِيْنَارٍ
اور سے	اہل کتاب	جو	اگر	امانت رکھیں اسکو	ڈھیر مال	ادا کردے	آپ کو	اور ان سے	جو	اگر	آپ امانت رکھیں اسکو	ایک دینار

لَا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو

لَا يُؤَدِّهٖٓ	اِلَيْكَ	اِلَّا	مَا دُمْتَ	عَلَيْهِ	قَآئِمًا
وہ ادا نہ کرے	آپ کو	مگر	جب تک رہیں	اس پر	کھڑے

معاملات میں اہل کتاب کی بدحالی

آج کی آیت میں ان کے خیانت فی المال کا ذکر ہے یعنی اہل کتاب کی دینی خیانت ونفاق کے سلسلہ میں ان کی دنیوی خیانت کا بھی ذکر فرمایا گیا جس سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ چار پیسہ پر اپنی نیت خراب کرلیں اور امانت داری نہ برت سکیں ان سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ دینی معاملات میں امین ثابت ہوں گے چنانچہ یہود کی خیانت فی المال کو بتلایا گیا کہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا ایک دینار بھی امانت رکھا جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں اور جب تک کوئی تقاضہ کے لئے ان کے سر پر نہ کھڑا رہے اور ان کا پیچھا کرنے والا نہ ہو وہ امانت ادا نہ کریں۔

یہود کی زر پرستی کی صحیح تصویر یہی ہے

مگر اسلام ہر حال میں حق گوئی سے کام لیتا ہے اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی تھے جو دنیوی معاملات اور لین دین میں امانت دار اور راست باز تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی تو انکا بھی ذکر فرمایا جاتا ہے کہ بیشک ان اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جنکے پاس اگر سونے کا ڈھیر بھی امانت رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ یہی خوش معاملہ اور امین لوگ یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جاتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ یہاں اہل کتاب میں سے جنکے امانت کی مدح کی گئی ہے اس سے مراد عبداللہ بن سلامؓ ہیں۔ جو اسلام سے پہلے علمائے یہود میں سے تھے۔ کسی شخص نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھا تھا جو طلب کرنے پر اُنہوں نے بعینہٖ امانت ادا کردی اور آیت میں دوسرے بعض سے مراد فخاص ابن عاذورا یہودی مراد ہے کہ کسی قریشی نے اس کے پاس ایک دینار امانت رکھا تو اُس میں بھی اُس نے خیانت کی۔

دِيْنَارٍ: دینار رومی حکومت کا ایک طلائی سکہ تھا جو عرب میں بھی مستعمل تھا آج بھی بعض ممالک میں چل رہا ہے اردو میں اس کا مفہوم اشرفی سے ادا ہوسکتا ہے۔ انجیل میں بھی اس کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا: یعنی وہ امانت کی ادائیگی میں برابر حیلہ وحوالہ کرتا رہے گا اور اس سے تقاضا برابر جاری رکھنا پڑے گا۔ قیام کا لفظی معنی مراد نہیں کہ واقعۃً کھڑا ہی رہنا پڑے اور چلنے یا بیٹھنے یا لیٹنے کی نوبت نہ آئے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بداخلاقی وبدمعاملگی کے مرض سے محفوظ رکھے۔ یا اللہ! ہمیں دنیا پرست ومال پرست نہ بنا ہمیں اپنا بندہ بنا کہ ہم تیری رضا وتیری محبت کے شیدائی بنیں۔ تیرے احکام پر عمل کریں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور وہ بھی

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَيْسَ	عَلَيْنَا	فِي	الْاُمِّيّٖنَ	سَبِيْلٌ	وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ
یہ	اس لئے کہ	انہوں نے کہا	نہیں	ہم پر	میں	اُمی (جمع)	کوئی راہ	اور وہ بولتے ہیں	پر	اللہ	جھوٹ	اور وہ

يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

جانتے ہیں الزام کیوں نہ ہوگا جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں متقیوں کو

يَعْلَمُوْنَ	بَلٰى	مَنْ	اَوْفٰى	بِعَهْدِهٖ	وَاتَّقٰى	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِيْنَ	
جانتے ہیں	کیوں نہیں؟	جو	پورا کرے	اپنا اقرار	اور پرہیزگار رہے	تو بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	پرہیزگار (جمع)	

یہود کی بدمعاملگی کی بنیاد ان کے خودساختہ عقائد تھے

ادا نہ کرنا اور امانت سے انکار کر دینا اس سبب سے ہے۔ یعنی ان یہود کا یہ کہنا ہے کہ جو ان کے دین کا مخالف ہو مثلاً قریش اہل عرب تو ان کا مال چرا لینا چھین لینا سب ہمارے لئے جائز ہے۔ ان کا مال غبن کر لینے میں ہم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ نے اس کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کچھ یہودیوں نے قریش سے کچھ مال خریدا اور قیمت قرض رہی۔ بیچنے والے قریش بعد میں مسلمان ہو گئے اور انہوں نے قیمت کا تقاضہ کیا تو یہودی کہنے لگے تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں ہے۔ تم نے اپنا دین ترک کر دیا ہے۔ اُس وقت کے دین پر نہیں ہو اور تبدیل مذہب کے بعد کوئی حق ہم پر باقی نہیں رہتا ہماری کتاب میں یہی حکم ہے۔ غرض یہود نے اپنا یہ عقیدہ بنا رکھا تھا کہ ہم اہل علم ہیں اور ساری دنیا جاہل ہے اور غیر اہل کتاب مثلاً قریش وغیرہ کے مال میں خیانت کرنے میں ہم پر مطلقاً کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس دعوے کی تکذیب میں فرماتے ہیں "اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر دیدہ دانستہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اس فعل کو حلال سمجھتے ہیں اور دل میں وہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا محض تراشیدہ دعویٰ ہے" یعنی یہ لوگ دیدہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر افترا بندی کرتے ہیں اور جان بوجھ کر ایسے غلط احکام خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں جو واقع میں اُس کے احکام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امانت میں خیانت کی کبھی اجازت نہیں دی۔ ان لوگوں نے پرایا مال کھانے کے لئے یہ مسئلہ بنایا کہ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت جائز ہے۔ اللہ نے کسی دشمن اور مخالف کے مال میں بھی چوری اور خیانت کی کبھی اجازت نہیں دی اور یہ خود بھی جانتے ہیں کہ توریت میں ایسا کوئی حکم نہیں۔ ایک روایت میں ہے حضرت سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ جب یہود نے کہا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ یعنی ان اَن پڑھ عربوں کا مال لینا ہمارے لئے حلال ہے اور ہم پر کسی طرح کا الزام نہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دشمنانِ خدا جھوٹے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے پامال ہے سوائے امانت کے اگر زمانۂ جاہلیت میں کسی نے کسی کے پاس کوئی امانت رکھی ہے تو وہ ادا کرنی ہوگی خواہ نیکوکار کی ہو یا فاسق فاجر کی۔ نیز ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کفار قریش کی کچھ امانتیں تھیں۔ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تم ان کی امانتیں ادا کر کے مدینہ پہنچ جانا۔ شریعت اسلامیہ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ مسلمان ہو یا کافر ہندو ہو یا مجوسی۔ نصرانی ہو یا یہودی کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں۔ تو حق تعالیٰ یہود کے اس دعوے اور خیال کی تکذیب فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی اپنے متقی بندوں کے زمرہ میں شامل فرمالیں۔ اور ہم کو اپنا ہر چھوٹا بڑا عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

یقیناً جولوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے اُن لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہ ملے گا

اِنَّ	الَّذِیْنَ	یَشْتَرُوْنَ	بِعَھْدِ اللّٰہِ	وَاَیْمَانِھِمْ	ثَمَنًا	قَلِیْلًا	اُولٰٓئِکَ	لَا	خَلَاقَ	لَھُمْ	فِی	الْاٰخِرَۃِ
بیشک	جولوگ	خریدتے (حاصل کرتے) ہیں	اللہ کا اقرار	اور اپنی قسمیں	قیمت	تھوڑی	یہی لوگ	نہیں	حصہ	ان کیلئے	میں	آخرت

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور نہ خدا تعالیٰ اُن سے کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو پاک کریں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا

وَلَا	یُکَلِّمُھُمْ	اللّٰہُ	وَلَا	یَنْظُرُ	اِلَیْھِمْ	یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ	وَلَا یُزَکِّیْھِمْ	وَلَھُمْ	عَذَابٌ	اَلِیْمٌ
اور نہ	اُن سے کلام کریگا	اللہ	اور نہ	نظر کریگا	ان کی طرف	قیامت کے دن	اور نہ انہیں پاک کریگا	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک

دنیا پرستوں کا انجام

جولوگ دنیا کے معمولی سے مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور آپس کے حلفی معاملات اور معاہدات کی پرواہ نہیں کرتے اور طے شدہ معاہدات کو توڑتے اور اُن کے خلاف کرتے ہیں تو آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہیں آخرت کے انعامات میں اور قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خطاب شفقت ومحبت اور اس کی نگاہ رحمت سے محروم رہیں گے اور اس کے عفو عام سے کوئی حصہ نہیں پائیں گے اور وہ گناہوں کی نجاست اور آلودگی سے پاک نہ ہوسکیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نار جہنم کے دردناک عذاب پائیں گے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"اور دوسرا قانون یہ ہے کہ یقیناً جولوگ معاوضہ یعنی نفع دنیوی لے لیتے ہیں بمقابلہ اُس عہد کے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے۔ ان لوگوں کو آخرت میں کچھ حصہ وہاں کی نعمت کا نہ ملے گا اور نہ خدا تعالیٰ اُن سے لطف کا کلام فرمائیں گے نہ اُن کی طرف نظر محبت سے دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ اُن کو گناہوں سے پاک کریں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب تجویز ہوگا۔

شانِ نزول: اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں کئی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہود کے علماء کے حق میں اس کا نزول ہوا تھا جنہوں نے توراۃ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ومحامد صرف اپنی قومی وجاہت اور ذرائع معاش کو برقرار رکھنے کے لئے اُڑا دیئے تھے اس لئے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا اسباب فروخت کرنے کے لئے رکھا اور خریداروں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ واللہ مجھے اس مال کی اتنی قیمت ملتی تھی حالانکہ اس کا یہ قول واقعہ کے خلاف تھا۔ وہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک صحابی تھے انکا ایک زمین کے متعلق ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ زمین یہودی کے قبضہ میں تھی مگر ملک تھی صحابی کی۔ اور یہودی ملکیت سے منکر تھا۔ وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہیں؟ صحابی نے عرض کیا کہ گواہ تو نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر یہودی سے قسم لے لو۔ تو صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو قسم کھا جائے گا اور میرا مال لے اُڑے گا۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں دنیا میں ان اعمال واحوال سے بچایئے کہ جو آخرت میں نقصان اور خسارہ کا باعث ہیں۔ اور اُن اعمال واقوال کی توفیق عطا فرمایئے جو آخرت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

اور بیشک اُن میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب میں کہ تم لوگ اُس کو کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے

وَاِنَّ	مِنْهُمْ	لَفَرِيْقًا	يَّلْوٗنَ	اَلْسِنَتَهُمْ	بِالْكِتٰبِ	لِتَحْسَبُوْهُ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَمَا	هُوَ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَيَقُوْلُوْنَ
اور بیشک	اُن سے (اُن میں)	ایک فریق	مروڑتے ہیں	اپنی زبانیں	کتاب میں	تاکہ تم سمجھو	سے	کتاب	حالانکہ نہیں	وہ	سے	کتاب	اور وہ کہتے ہیں

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں

هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	وَمَا	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ
وہ	سے	طرف	اللہ	حالانکہ نہیں	وہ	سے	طرف	اللہ	وہ بولتے ہیں	پر	اللہ	جھوٹ	اور وہ	وہ جانتے ہیں

کتاب میں یہود کی جعلسازیاں

یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر ایسے انداز ولہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آجائے۔اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے یہی نہیں بلکہ زبان سے دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہے بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بحیثیت مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔کیونکہ اس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعلسازیاں کی گئی ہیں، آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں اُنمیں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔اس کی کچھ تفصیل روح المعانی'' میں موجود ہے۔اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں۔جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

قرآن کریم میں جابجا کتب سابقہ میں تحریف کی خبر دی گئی ہے اس لئے تمام علمائے محققین کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ موجودہ توریت وانجیل محرف ہے۔جس میں ہر قسم کی تحریف ہوئی ہے۔کمی بھی ہوئی ہے۔زیادتی بھی ہوئی ہے اور خود علمائے توریت وانجیل کو بھی اس کا اعتراف اور اقرار ہے۔اگر کسی کو کتب سابقہ کی تحریفات کی پوری تفصیل حوالہ جات کے ساتھ دیکھنا منظور ہو اور خود علمائے نصاریٰ کے اعترافات اس سلسلہ میں معلوم کرنا درکار ہو تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی کی شہرۂ آفاق کتاب اظہار الحق جو عربی زبان میں ہے اور جس کا اردو ترجمہ وشرح وحاشیہ "بائبل سے قرآن تک" مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی۔ملاحظہ کرلے۔جب اس کتاب اظہار الحق کا انگریزی ترجمہ شائع ہو کر لندن پہنچا تو لندن کے مشہور اخبار "لندن ٹائمز" نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمائیں جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔جو امانت کو دیانت کے ساتھ ادا کرنے والے ہوں اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو پورا کرنے والے ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ

کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ اُس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمادیں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ

مَا كَانَ	لِبَشَرٍ	اَنْ	يُّؤْتِيَهُ	اللّٰهُ	الْكِتٰبَ	وَالْحُكْمَ	وَ	النُّبُوَّةَ	ثُمَّ	يَقُوْلَ	لِلنَّاسِ	كُوْنُوْا	عِبَادًا	لِّيْ
نہیں	کسی آدمی کیلئے	کہ	اسے عطا کرے	اللہ	کتاب	اور حکمت	اور	نبوت	پھر	وہ کہے	لوگوں کو	تم ہوجاؤ	بندے	میرے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	مِنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	
خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر	سوا (بجائے)	اللہ	

شانِ نزول: حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ یہ آیات مدینہ کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جب یہودی علماء اور نجرانی عیسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوئے اور آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو ایک یہودی ابورافع نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی ایسی ہی پرستش کرنے لگیں جیسے نصاریٰ مسیح کی پرستش کرتے ہیں؟ نصاریٰ بھی کہنے لگے کہ کیا آپ ہم سے اسی کے خواستگار ہیں اور اسی کی ہم کو دعوت دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا معاذ اللہ! ہم سوائے اللہ کے کسی کی بندگی کرنا نہیں چاہتے۔ نہ ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں نہ ہم کو خدا نے اس واسطے بھیجا ہے۔ نہ اس کا حکم دیا ہے۔ اور اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

پیغمبر کا کام: یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب و حکمت اور قوت فیصلہ دیتا ہے اور پیغمبری کے منصب جلیل پر فائز کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرے، اس کا یہ کام بھی کبھی نہیں ہوسکتا کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر خود اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہونگے کہ خداوند قدوس نے جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا، فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا، دنیا کی کوئی گورنمنٹ بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے (۱) یہ شخص گورنمنٹ کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں (۲) گورنمنٹ کے احکام کی تکمیل کرنے اور رعایا کو جادۂ وفاداری پر قائم رکھنے کی کہاں تک اس سے توقع کی جاسکتی ہے؟ کوئی بادشاہ یا پارلیمنٹ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کرسکتی۔ جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے یا اسکی پالیسی اور احکام سے انحراف کرنے کا ادنیٰ شبہ ہو، بیشک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قابلیت یا جذبہ وفاداری کا اندازہ حکومت صحیح طور پر نہ کرسکی ہو۔ لیکن خداوند قدوس کے یہاں یہ بھی احتمال نہیں، اگر کسی فرد کی نسبت اس کو علم ہے کہ یہ میری وفاداری اور اطاعت شعاری سے بال برابر تجاوز نہ کرے گا تو محال ہے کہ وہ آگے چل کر اس کے خلاف ثابت ہوسکے۔ ورنہ علم الٰہی کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ یہیں سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے پھر جب انبیاء علیہم السلام ادنیٰ عصیان سے پاک ہیں تو شرک اور خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرنے کا امکان کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا بھی رد ہوگیا جو کہتے تھے کہ ابنیت والوہیت مسیح کا عقیدہ ہم کو خود مسیح علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے اور ان مسلمانوں کو بھی نصیحت کردی گئی جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم سلام کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا کریں تو کیا حرج ہے اور اہل کتاب پر بھی تعریض ہوگئی جنھوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا۔ (العیاذ باللہ)

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ

ولیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بتلا دے گا کہ تم

وَلٰكِنْ	كُوْنُوْا	رَبّٰنِيّٖنَ	بِمَا	كُنْتُمْ + تُعَلِّمُوْنَ	الْكِتٰبَ	وَبِمَا	كُنْتُمْ + تَدْرُسُوْنَ	وَ	لَا يَاْمُرَ	كُمْ
اور لیکن	تم ہو جاؤ	اللہ والے	اسلئے کہ	تم سکھاتے ہو	کتاب	اور اس لئے	تم پڑھتے ہو	اور	نہ حکم دے گا	تمہیں

اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلا دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو

	اَنْ	تَتَّخِذُوا	الْمَلٰٓئِكَةَ	وَالنَّبِيّٖنَ	اَرْبَابًا	اَيَاْمُرُكُمْ	بِالْكُفْرِ	بَعْدَ	اِذْ	اَنْتُمْ	مُسْلِمُوْنَ
	کہ	تم ٹھہراؤ	فرشتے	اور نبی	پروردگار	کیا وہ تمہیں حکم دیگا؟	کفر کا	بعد	جب	تم	مسلمان

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر خدا پرستی کا داعی ہوتا ہے

ان آیات میں ارشاد یہ ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے خلعت بشری اور جلعۂ کمال انسانی سے سرفراز فرمایا اور پھر کتاب الٰہی کا علم بھی عطا فرمایا اور فقط علم ہی نہیں بلکہ فہم شریعت کی قوت بھی اس کو مرحمت کی اور اپنی طرف سے ایک نور روحانی اس کو عنایت کیا جس کی وجہ سے علم شریعت کی سمجھ اس کو حاصل ہوگئی اور فقط یہی نہیں بلکہ اس کو اپنے زمانہ کے انسانوں سے امتیاز بھی عطا کیا اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا ایسے شخص کو کسی طرح سزاوار نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتا ہے کہ کہنے لگے لوگو خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور میری عبادت و بندگی کرنے لگو بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے اور یہی کہنا سزاوار ہے کہ خدا پرست اللہ والے بن جاؤ۔ لوگوں کو اللہ کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرتا ہے نہ یہ کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اگر ایسا کرنے لگے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خداوند قدوس نے اُسے جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی لوگوں کو یہ تعلیم نہیں دے سکتا کہ فرشتوں یا نبیوں کو رب بنا لو بلکہ وہ تو انہیں شرک و کفر سے ہٹا کر مسلم و موحد بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی سلطان یا بادشاہ ایسے آدمی کو اپنا نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتا جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کا ادنیٰ سا شائبہ ہو تو اس مثال سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جب دنیاوی حکومتیں اتنی احتیاط کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کا علم کامل ہے وہ کیسے اُس کو پیغمبر بنا کر بھیجے گا جو اُس کی بغاوت کرے اور اللہ تعالیٰ کو معبود بتانے کے بجائے اپنی بندگی کرنے لگے۔ گویا یہ ہرگز ممکن نہیں۔ الغرض ان آیات سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی بالکل تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہلوایا اور اپنے آپ کو اس کی خدائی میں شریک ٹھہرایا یا اپنے آپ کو سجدہ کرایا۔ بھلا ایسی کھلی غلطی اللہ کے نبی اور رسول کیسے کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا بالکل غلط ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی معصومیت اور بے گناہی کو کھول کر واضح کر دیا اور وہ تمام بہتان رد کر دیئے جو یہود و نصاریٰ نبیوں پر لگا رہے تھے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے کفر و شرک و یہودیت و نصرانیت سے بچا کر ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اے اللہ ہم کو اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت و توحید عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصداق ہو وہ بولے ہم نے اقرار کیا'

وَاِذْ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِيْثَاقَ	النَّبِيّٖنَ	لَمَآ	اٰتَيْتُكُمْ	مِّنْ	كِتٰبٍ	وَّحِكْمَةٍ	ثُمَّ	جَآءَ	كُمْ	رَسُوْلٌ	مُّصَدِّقٌ
اور جب	لیا	اللہ	عہد	نبی (جمع)	جو کچھ	میں تمہیں دوں	سے	کتاب	اور حکمت	پھر	آئے	تم	رسول	تصدیق کرتا ہوا

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا

اُس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اُس کی طرفداری بھی کرنا فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟

لِمَا	مَعَكُمْ	لَتُؤْمِنُنَّ	بِهٖ	وَ	لَتَنْصُرُنَّهٗ	قَالَ	ءَ	اَقْرَرْتُمْ	وَاَخَذْتُمْ	عَلٰى	ذٰلِكُمْ	اِصْرِيْ	قَالُوْٓا	اَقْرَرْنَا
جو	تمہارے پاس	تم ضرور ایمان لاؤ گے	اس پر	اور	تم ضرور مدد کرو گے اس کی	اس نے فرمایا	کیا	تم نے اقرار کیا	اور تم نے قبول کیا	پر	اس	میرا عہد	انہوں نے کہا	ہم نے اقرار کیا

اللہ تعالیٰ کا انبیاء سے عہد لینا

اب یہاں اس آیت میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ پختہ عہد لیا کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے جو یقیناً پہلے انبیاء اور انکی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا تو پہلی نبی کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے نبی کی سچائی اور نبوت پر ایمان خود بھی لائے اور اپنی اُمت کو بھی اس کی ہدایت کرے۔ قرآن کریم کے اس قاعدہ کلیہ سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین سے لیا اور تمام انبیائے سابقین نے اپنی اپنی اُمتوں سے بھی قول وقرار لئے کیونکہ ایک آپ ہی کی ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اور آپ ہی کا وجود باوجود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ اکثر مفسرین کا جن میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں قول یہی ہے کہ یہاں آیت میں رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ سے مراد ذات گرامی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس صورت میں میثاق انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد تمام انبیاء سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لیا تھا کہ اگر وہ خود ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید ونصرت کریں اور اپنی اپنی اُمتوں کو بھی یہی ہدایت کر جائیں۔ اور یہی مضمون صحیح حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کے بدون چارہ نہ تھا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ بھی کتاب اللہ یعنی قرآن کریم اور تمہارے نبی ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔

اور اہل کتاب کو اتمام حجت کے لئے سنایا جا رہا ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کرتے پھرتے ہو حالانکہ اُن کی افضلیت کا حال یہ ہے کہ تمام اور ان کی اُمتوں سے آپ کو سچا ماننے اور آپ کی تائید ونصرت کا عہد لیا گیا تھا تو پھر تم کس شمار میں ہو اور تم نے میثاق الٰہی کو فراموش کر دیا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان واطاعت کے عہد کی وفاداری کی توفیق دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں سو جو شخص رُوگردانی کرے گا بعد اس کے تو ایسے ہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں

قَالَ	فَاشْهَدُوْا	وَاَنَا	مَعَكُمْ	مِّنَ	الشّٰهِدِيْنَ	فَمَنْ	تَوَلّٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ
اس نے فرمایا	پس تم گواہ رہو	اور میں	تمہارے ساتھ	سے	گواہ (جمع)	پھر جو	پھر جائے	بعد	اس	تو وہی	وہ	نافرمان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے عہد کا منکر اللہ کا سرکش ہے

گذشتہ آیات میں میثاقِ انبیاء کے ذکر میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ اُن پر ایمان لائیں۔ بے چون وچرا اُن کی اطاعت کریں اور ہر طرح سے اُن کی مدد کریں۔ ہر نبی کے زمانہ میں ہر اُمت سے یہی عہد لیا گیا ہے اور جس سے اب نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اہل کتاب اعراض اور روگردانی کر رہے ہیں اور پختہ عہد کے بعد اس عہد سے روگردانی کرنا یہ صریح فسق ونافرمانی ہے۔

مخالفت عہد پر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کے بعد اپنے عہد سے پھر جائیں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کریں گے اور آپ پر ایمان نہ لائیں گے تو وہ نافرمان سرکش ہوں گے۔ طاعت الٰہی کے دائرہ سے خارج ہوں گے اور حلقۂ کفر میں داخل ہوں گے۔

اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دنیا کے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت

مسلمانوں کا تو یہ اجماعی متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں اور علمائے عقائد اس عقیدہ کو احادیث کثیرہ اور متعدد آیات قرآنیہ سے ثابت کرتے ہیں لیکن اس آیت نمبر ۸۱ سے بھی آپ کی افضلیت، سیادت اور خاتمیت ثابت ہوتی ہے کہ آپ تمام اوّلین وآخرین کے سردار ہیں اور آپ کی تائید اور نصرت کا عہد تمام انبیاء سے لیا گیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت عامہ ہے یعنی آپ کی نبوت آپ کے زمانہ سے قیامت تک کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے بھی پہلے شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ یعنی میں نبی ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی آب وگل ہی میں تھے۔ یا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ ہی کی دلیل ہے کہ شب معراج میں آپ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ اور قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے مقام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کھڑے ہوں گے اور تمام بنی آدم آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک علیہ۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اُمت مسلمہ میں پیدا فرما کر "اسلام" جیسا دین۔ اور قرآن جیسی کتاب اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے افضل الانبیاء والمرسلین نبی عطا فرمائے۔

اے اللہ ہم کو ان نعمتوں کی سچی اور صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمکو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اُمتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں میں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور بے اختیاری سے اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے

اَفَغَیْرَ	دِیْنِ	اللّٰہِ	یَبْغُوْنَ	وَلَہٗۤ	اَسْلَمَ	مَنْ	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	طَوْعًا	وَّکَرْھًا	وَّ	اِلَیْہِ	یُرْجَعُوْنَ
کیا؟ سوا	دین	اللہ	وہ ڈھونڈتے ہیں	اور اس کیلئے	فرمانبردار ہے	جو	میں	آسمانوں	اور زمین	خوشی سے	اور ناخوشی سے	اور	اس کیطرف	وہ لوٹائے جائینگے

شانِ نزول

بغوی نے لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں ہر فریق نے دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ جھگڑا لے کر حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں فریق دین ابراہیم سے علیحدہ ہیں اس فیصلہ سے دونوں ناراض ہوگئے اور کہنے لگے ہم آپ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور نہ آپ کے مذہب کو پسند کرتے ہیں اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

عالم کا ذرہ ذرہ تابع فرمان ہے تو پھر انسان کیوں نافرمان ہوتا ہے

یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے جس کے معنی ہیں حکم برداری مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اس کے سامنے گردن جھکا دو پس آج جو احکام و ہدایات سید المرسلین خاتم الانبیاء لے کر آئے وہ ہی خدا کا دین ہے کیا اسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق و رغبت سے اس خدا کی حکمبرداری اختیار نہ کرے جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں خواہ وہ حکم تکوینی ان کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں، یا مجبوری اور لاچاری سے، جیسے عالم کا ذرہ ذرہ ان آثار و حوادث میں جن کا وقوع و ظہور بدون مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے۔ (تفسیر عثمانی)

مجبوراً مطیع ہونا:

وَکَرْھًا اور مجبوراً بھی مطیع ہیں۔ خواہ اسلام کی قوت کی وجہ سے یا ایسے اسباب کا معائنہ کرنے کی وجہ سے جو اسلام پر مجبور کرتے ہیں جیسے (بنی اسرائیل کے سروں پر) پہاڑ کو اکھاڑ کر معلق کیا گیا یا آل فرعون کو غرق کیا گیا تھا یا موت کا پھندہ گلے میں پڑنے لگتا ہے تو منکر بھی اسلام پر مجبور ہو جاتا ہے یہ صورت تو اوامر تکلیفیہ میں ہوتی ہے اور اوامر تکوینیہ میں تو کوئی اختیار رہتا ہی نہیں ہے نیچرل تسخیر سب کو محیط ہے اور سب مسخر ہیں (بہرحال مؤمن و کافر سب چار و ناچار اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ (تفسیر مظہری)

وَ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ سب کو آخر کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہئے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے۔ یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھلائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دین حق سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو روشن فرما دے اور اس دین متین کو تبلیغ اشاعت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقرر فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ

آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اُس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اُس پر جو ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحٰقؑ

قُلۡ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَاۤ	اُنۡزِلَ	عَلَيۡنَا	وَمَاۤ	اُنۡزِلَ	عَلٰٓى	اِبۡرٰهِيۡمَ	وَاِسۡمٰعِيۡلَ	وَاِسۡحٰقَ
کہہ دیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہم پر	اور جو	نازل کیا گیا	پر	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحاق

وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَعِيۡسٰى وَالنَّبِيُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡۚ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ

ویعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے

وَيَعۡقُوۡبَ	وَالۡاَسۡبَاطِ	وَ	مَاۤ اُوۡتِىَ	مُوۡسٰى	وَعِيۡسٰى	وَالنَّبِيُّوۡنَ	مِنۡ	رَّبِّهِمۡ	لَا نُفَرِّقُ	بَيۡنَ
اور یعقوب	اور اولاد	اور	جو دیا گیا	موسیٰ	اور عیسیٰ	اور نبی (جمع)	سے	ان کا رب	فرق نہیں کرتے	درمیان

اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ۝۸۴

کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں

اَحَدٍ	مِّنۡهُمۡ	وَنَحۡنُ	لَهٗ	مُسۡلِمُوۡنَ
کوئی ایک	ان سے	اور ہم	اسکے	فرمانبردار

دین اسلام کی حقیقت کا اظہار و اعلان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کی حقیقت کا حاصل ظاہر کرنے کا ارشاد ہے۔ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ حاصل دین اسلام کے اظہار کے لئے فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس حکم پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس حکم پر جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب میں جو نبی گزرے ہیں ان کی طرف بھیجا گیا اور اس حکم پر بھی جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دوسری نبیوں کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے۔ سو ہم اُن سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی اس کیفیت سے کہ ہم ان حضرات میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے کہ کسی پر ایمان رکھیں اور کسی پر ایمان نہ رکھیں اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں انہوں نے یہ دین ہم کو بتلایا ہم نے اختیار کر لیا'' یعنی ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اس طرح کہ اس کو وحدہٗ لاشریک جانتے ہیں۔ جامع صفات کمال اور عیوب و نقائص سے پاک خیال کرتے ہیں اور اس کے نازل کردہ اوامر و نواہی کے پابند ہیں اور اس کے تمام احکام کو برحق جانتے ہیں اور ہم ان شریعتوں اور صحیفوں پر بھی ایمان لائے جو حضرت ابراہیم۔ حضرت اسمٰعیل۔ حضرت اسحاق۔ حضرت یعقوب اور نسل یعقوب علیہم السلام پر نازل ہوئی تھی۔ سب کو برحق جانتے ہیں اور ہر نبی کو سچا اور توحید کا علمبردار جانتے ہیں اور جو کتابیں و صحیفے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو دیئے گئے سب پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ مُنَزَّلٌ مِّنَ اللّٰهِ تھیں۔ ہم سب کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم سب انبیاء کو اللہ کے سچے پیغمبر مانتے ہیں۔ سب کو اللہ کے برگزیدہ بندے اور توحید کے داعی سمجھتے ہیں اے اہل کتاب تمہاری طرح نہیں کہ بعض انبیاء کی تصدیق کریں بعض کی تکذیب۔ ہم تو اُس وحدہٗ لاشریک کے احکام کے سامنے سر جھکانے والے ہیں اُسی کے مطیع اور فرمانبردار ہیں اور اُسی کے لئے اپنی طاعت و بندگی کو مخصوص کرنے والے ہیں۔ یعنی اسلام کی اس حقیقت ہی سے اس کی خوبی ظاہر ہے پھر اس کو ترک کرنا یا نہ ماننا سخت بے دینی اور بے انصافی ہے گویا اہل کتاب کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر ہدایت حاصل کرنا مقصود ہے تو اسلام کی تقلید کرلو اور اسلام کی سیدھی راہ پر چل پڑو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرلو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا۔ اور کفر و شرک اور یہودیت و نصرانیت سے بچایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اُس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا

وَمَنْ	يَّبْتَغِ	غَيْرَ	الْاِسْلَامِ	دِيْنًا	فَلَنْ	يُّقْبَلَ	مِنْهُ	وَهُوَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
اور جو	چاہے گا	سوا	اسلام	کوئی دین	تو ہرگز نہ	قبول کیا جائیگا	اس سے	اور وہ	میں	آخرت	سے	نقصان اٹھانیوالے

دین اسلام کے بعد کوئی دین قبول نہیں

اب دین اسلام کے علاوہ جو کوئی اور کوئی دین طلب کرے گا اور اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو درجہ قبولیت حاصل نہ ہوگا اور وہ نجات سے محروم رہے گا۔ اس کا کوئی عمل۔ ریاضت مجاہدہ مقبول نہیں وہ حقیقی بندگی سے محروم ہے اور اس کی کل کری کرائی محنت آخرت میں برباد جائے گی اور قیامت کے دن نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور وہ خسارہ میں رہے گا۔ نہ اس کو خدا کی مغفرت حاصل ہوگی اور نہ نجات ملے گی۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وغیرہ متعدد آیتوں میں یہ مضمون صاف صاف بیان ہو چکا ہے کہ سچا اور مقبول دین صرف یہی دین ہے جس کی کتاب قرآن ہے اور جس کے لانے والے سکھانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس ایک دین کے علاوہ اور جتنے بھی دین و مذہب اپنی موجودہ صورت میں موجود ہیں ان کی مثال فرسودہ اور ٹکسال باہر سکوں کی سی ہے کہ کہنے کو سکے وہ بھی ہیں لیکن جب چل نہ سکے تو ان کا سکہ ہونا نہ ہونا برابر' یہ آیت اس حقیقت کو اور زیادہ موکد و آشکار کر رہی ہے دوسری ادیان و مذاہب کو بھی گو وہ اصلاً کیسے ہی ہوں ان کی موجودہ صورت میں اسی دین حق کی طرح سچا سمجھنا' ہر دین و مذہب کو نجات کے لئے کافی سمجھنا یا سب مذہبوں کو ملا جلا کر اُن کا ایک ملغوبہ تیار کرنا' یہ کہنا کہ دیر و حرم' کعبہ و کلیسا سب یکساں ہیں' ضلالت و بے دینی ہی کی شکلیں ہیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی بعض اہل قلم ایسی ہی نامراد کوششوں میں مصروف ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلام اللہ کے سامنے گردن ڈال دینے کا نام ہے اور یہی تمام انبیاء کرام کا دین اور مذہب رہا ہے اور یہی دین نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی دین قبول نہیں۔ اب یہاں تک تو ان لوگوں کا بیان تھا کہ جنہوں نے اسلام میں داخل ہونے سے اعراض کیا۔ اب آئندہ ان لوگوں کا بیان ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر گئے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! قیامت کے دن اسلام ہمارا سفارشی ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اور آپ کی رضا اور مغفرت حاصل ہو اور آپ کی رضا کا ٹھکانا یعنی جنت الفردوس ہم کو عطا ہو۔

اے اللہ! ہم نے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اقرار اور عہد کیا ہے ہم کو اس عہد کو کامل طور پر پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یا اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت اسلامیہ دنیا کو عطا فرمائی ہے اس کا ظاہراً و باطناً ہم کو کامل پابندی نصیب فرما۔ اے اللہ! آپ کی قہاری و جباری کے سامنے سب سرنگوں ہیں۔ ہمیں خوشی اور اختیار سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ اُن کو واضح

كَيْفَ	يَهْدِي	اللّٰهُ	قَوْمًا كَفَرُوْا	بَعْدَ	اِيْمَانِهِمْ	وَشَهِدُوْٓا	اَنَّ	الرَّسُوْلَ	حَقٌّ	وَّجَآءَ	هُمُ
کیونکر	ہدایت دے گا	اللہ	ایسے لوگ جو کافر ہو گئے	بعد	ان کا (اپنا) ایمان	اور انہوں نے گواہی دی	کہ	رسول	سچے	اور آئیں	ان

الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے

الْبَيِّنٰتُ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ	اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ	اَنَّ	عَلَيْهِمْ	لَعْنَةَ	اللّٰهِ
کھلی نشانیاں	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظالم (جمع)	ایسے لوگ	ان کی سزا	کہ	ان پر	لعنت	اللہ

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی

وَالْمَلٰٓئِكَةِ	وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ
اور فرشتے	اور لوگ	تمام

دنیا پرست اہل علم

جن لوگوں نے وضوح حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ رسول سچا ہے۔ اسکی حقانیت وصداقت کے روشن دلائل کھلے نشانات اور صاف بشارات ان کو پہنچ چکی ہیں اس پر بھی کبرو حسد اور حب جاہ و مال، اسلام قبول کرنے اور کفر و عدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے جیسا کہ عموماً یہود ونصاریٰ کا حال تھا، ایسے ہٹ دھرم ضدی معاندین کی نسبت کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ ان کو نجات وفلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے جائے گا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دے گا۔ اس کی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کا راہ دے۔ اسی پر ان بدبختوں کو قیاس کر لو جو قلبی معرفت ویقین کے درجہ سے بڑھ کر ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ ان پہلوں سے بھی زیادہ کجرو بے حیا واقع ہوئے ہیں، اس لئے ان سے بڑھ کر لعنت وعقوبت کے مستحق ہوں گے۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت

یعنی خدا فرشتے اور مسلمان لوگ سب ان پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ ہر انسان حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت گو اس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

لعنت اللہ سے مراد ہے اللہ کا غضب لیکن اللہ کے غضب کے بعد اس کی رحمت سے دوری ضروری ہے (اس لئے لعنت سے مراد ہوئی رحمت سے دوری) اور فرشتوں کی لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دور رہنے کی بددعا۔ اور تمام لوگوں سے مراد ہیں تمام مؤمن یا سب آدمی خواہ کافر ہوں یا مؤمن کیونکہ کافر بھی منکر حق پر لعنت کرتا ہے اگرچہ (اس کی لعنت اسی پر پڑتی ہے کیونکہ وہ بھی منکر حق ہوتا ہے مگر وہ حق کی شناخت نہیں رکھتا) یہ مراد ہے کہ قیامت کے دن بعض کافر بعض کافروں پر لعنت کریں گے اللہ نے فرمایا ہے يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔ (تفسیر مظہری)

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جاوے گی ہاں مگر جو لوگ توبہ کریں اس کے بعد

خٰلِدِیْنَ	فِیْهَا	لَا یُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	یُنْظَرُوْنَ	اِلَّا	الَّذِیْنَ	تَابُوْا	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ
ہمیشہ رہیں گے	اس میں	نہ ہلکا کیا جائے گا	ان سے	عذاب	اور نہ	انہیں	مہلت دی جائیگی	مگر	جو لوگ	توبہ کی	بعد	اس

وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اور اپنے کو سنواریں سو بیشک خدا تعالیٰ بخشدینے والے رحمت کرنیوالے ہیں۔

وَاَصْلَحُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ	
اور اصلاح کی	تو بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا	

شانِ نزول

نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ایک انصاری مسلمان ہونے سے کچھ مدت کے بعد مرتد ہو گیا لیکن پھر اسے پشیمانی ہوئی اس نے اپنے خاندان والوں کے پاس پیام بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیج کر یہ دریافت کراؤ کہ کیا اب میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے اس پر آیت

کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ... فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

نازل ہوئی اور انصاری کے خاندان والوں نے اس کے پاس (قبول توبہ کا) پیام بھیج دیا وہ (پھر) مسلمان ہو گیا۔ ابن المنذر نے (مسند میں) اور عبد الرزاق نے مجاہد کا قول بیان کیا ہے کہ حارث بن سوید آکر مسلمان ہوا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کافر ہو کر اپنے قبیلہ میں لوٹ گیا اللہ نے اس کے متعلق آیت

کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ .... فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

نازل فرمائی اس کے خاندان کے کسی شخص نے یہ آیت لے جا کر اس کو سنا دی حارث نے کہا خدا کی قسم میری دانست میں تم بڑے سچے آدمی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ سچے ہیں اور اللہ دونوں سے بڑھ کر سچا ہے اس کے بعد حارثؓ واپس آکر مسلمان ہو گیا اور اچھا مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر مظہری)

ہمیشہ کی لعنت: خٰلِدِیْنَ فِیْهَا: اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے یا آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگ کا ذکر گو صراحتاً نہیں ہے مگر کلام اس پر دلالت کر رہا ہے (کیونکہ لعنت کے بعد دوزخ لازم ہے)۔ (تفسیر مظہری) بہر حال اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہے گا دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدا کی مار۔ (تفسیر حقانی)

اور آخرت میں انہیں نہ کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائے گا۔ (تفسیر حقانی)

بے انتہاء رحمت کے کرشمے: ایسے سخت بے حیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دے سکتا ہے؟ لیکن یہ اس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کر لے تو سب گناہ ایک قلم معاف کر دیئے جاتے ہیں **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** (تفسیر حقانی)

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: ہاں جن لوگوں نے ارتداد سے توبہ کر لی۔ واصلحوا اور اصلاح نفس کر لی۔ یہ تابوا کی تفسیر ہے توبہ کر لی یعنی نیک ہو گئے مراد یہ ہے کہ مسلمان ہو گئے یا یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ٹھیک کر لیا یعنی (کفر کی وجہ سے) جو ملک میں بگاڑ کیا تھا اس کو (ایمان کے بعد) درست کر لیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ: تو بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا ہے ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور ان سے جو اللہ کی حق تلفیاں ہوئی ہیں ان کو معاف کر دے گا۔ رَّحِیْمٌ: وہ مہربان ہے ان پر مہربانی کر کے جنت میں لے جائے گا۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہم سے جواب تک گناہ اور قصور ہو چکے ہیں اُن پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور اپنے کرم سے ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں

إِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بَعْدَ	إِيْمَانِهِمْ	ثُمَّ	ازْدَادُوْا	كُفْرًا	لَّنْ تُقْبَلَ	تَوْبَتُهُمْ	وَأُولٰٓئِكَ	هُمُ	الضَّآلُّوْنَ
بیشک	جو لوگ	کافر ہوگئے	بعد	اپنے ایمان	پھر	بڑھتے گئے	کفر میں	ہرگز نہ قبول کی جائیگی	ان کی توبہ	اور وہی لوگ	وہ	گمراہ

دو قسم کے لوگ جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی

گذشتہ آیات میں توبہ کرنے والوں کا ذکر تھا اب آگے ان آیات میں مزید دو قسم کے لوگوں کا حال بیان فرمایا جارہا ہے۔ایک تو وہ جو کفر سے توبہ تو کرتے ہیں مگر ان کی توبہ صحیح نہیں ہوتی بلکہ اُن کی توبہ فاسد ہوتی ہے مثلاً یہ کہ دل سے توبہ نہ کریں محض زبان سے کسی مصلحت سے الفاظ توبہ کے کہہ دیں یا وقت نکلنے کے بعد توبہ کریں جیسے فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی۔اسی طرح یہ لوگ ایسے وقت توبہ کریں کہ جب موت بالکل سامنے آگئی اور عذاب کے فرشتے نظر آنے لگے تو ایسے لوگوں کی توبہ مقبول نہیں بلکہ مردود اور فاسد ہے اس لئے کہ توبہ کی شرط مفقود ہے۔دل میں ایمان نہیں۔دل حق کی عداوت اور باطل کی محبت سے لبریز ہے۔محض زبان سے یا کسی مصلحت و پالیسی کی بنا پر توبہ کی جارہی ہے یا توبہ کا وقت نکل چکا ہے اور وقت نکلنے کے بعد مجبور ہو کر توبہ کررہے ہیں تو اُن کا ذکر اس پہلی آیت میں فرمایا گیا۔''بیشک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد۔پھر بڑھتے رہے کفر میں یعنی کفر پر دوام رکھا ایمان نہیں لائے ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں''یعنی جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر اخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے۔نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا۔نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی۔بلکہ حق پرستوں کے ساتھ بحث و مناظرہ اور جنگ و جدل کرتے رہے۔جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے عذاب کے نظر آنے لگے تو توبہ کی سوجھی یا کبھی کسی مصلحت سے ظاہر طور پر رسمی الفاظ توبہ کے کہہ دیئے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کرلی جنھیں اپنے زعم میں گناہ سمجھ رہے تھے تو یہ توبہ کسی کام کی نہیں اور بارگاہ رب العزت میں قبول نہ ہوگی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جب ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو اسلام و ایمان کی سچی قدر و وقعت بھی نصیب فرمائیں۔اور ہم کو اپنے اسلام و ایمان کو کامل و مکمل بنانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔اے اللہ اسلام و ایمان ہمیں دنیا میں سب سے زیادہ محبوب بنادے حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہمارا دین اسلام ہوجائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مر بھی گئے حالت کفر ہی میں سو اُن میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا اگرچہ وہ

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	وَمَاتُوا	وَهُمْ	كُفَّارٌ	فَلَنْ يُقْبَلَ	مِنْ	أَحَدِ	هِمْ	مِلْءُ	الْأَرْضِ	ذَهَبًا	وَلَوِ
بیشک	جولوگ	کفر کیا	اور وہ مر گئے	اور وہ	حالت کفر	تو ہرگز قبول نہ کیا جایگا	سے	ان	کوئی	بھرا ہوا	زمین	سونا	اگرچہ

افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾

معاوضہ میں اُس کا دینا بھی چاہے اُن لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور اُن کے کوئی حامی بھی نہ ہوں گے

افْتَدٰى	بِهٖ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَمَا	لَهُمْ	مِنْ	نّٰصِرِيْنَ	
بدلہ دے	اسکو	یہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور نہیں	انکے لئے	کوئی	مددگار	

قیامت میں ایمان وعمل کے علاوہ کوئی دولت کام نہ آسکے گی

آگے اسلام سے اعراض وانکار کرنے والوں کی ایک اور قسم ہے جس کا دوسری آیت میں ذکر ہو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۔ تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور بدون توبہ کے کفر کی حالت میں مر گئے تو ہرگز قبول نہ کیا جائے گا ایسے کسی شخص سے روئے زمین کے برابر سونا اگرچہ وہ سونے کی اتنی مقدار کو عذاب کے فدیہ اور معاوضہ میں لا کر پیش بھی کر دے اور یہ کہے کہ مجھ کو عذاب سے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور بدون پیش کئے تو پوچھتا ہی کون ہے یعنی اگر بالفرض محال کافر کے پاس روئے زمین کے برابر سونا موجود بھی ہو۔ اور بطور فدیہ کے عذاب سے رہائی کے لئے پیش بھی کرنا چاہے تب بھی قبول نہ کیا جائے گا چہ جائیکہ خالی ہاتھ ہو اور ایک ذرہ کا بھی مالک نہ ہو تو ایسے کو کون پوچھتا ہے ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا جو ان کو عذاب خداوندی سے بچا سکے"۔ یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہیں چلے گی وہاں تو صرف دولت ایمان اور اعمال صالحہ کام دے سکتی ہے۔ وہاں نہ زر کام دے گا نہ زور۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ قیامت کے دن کفار جنہوں نے زندگی میں توبہ نہ کی اور کفر پر مرتے وقت تک قائم رہے تو اگر اپنی رہائی کے لئے روئے زمین کے برابر سونا بھی خرچ کریں تو خاک ذرہ برابر بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہوگیا کہ اگر کفار اپنے اموال سے آخرت میں منتفع ہونا چاہیں تو مسلمان ہو کر اور اسلام قبول کر کے یہاں دنیا میں مال فی سبیل اللہ خرچ کریں۔

الحمد للہ کہ آج کی ایات پر تیسرے پارہ تلک الرسل کا بیان ختم ہوا۔ اور سورۂ آل عمران کی ۹۱ آیات کی تفسیر وتشریح پوری ہوئی اب ان شاء اللہ آئندہ چوتھے پارہ کی ابتداء سے سورۂ آل عمران کی بقیہ آیات کا بیان جاری رہے گا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ ہمیں اپنے دین اسلام کے لئے اپنی جان مال کی قربانی والا بنا دے اور دین اسلام کی خدمت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقدر فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ